

اسلامی تاریخ کے ناول

مگول

مصنف:
امشاس اہم

مکتبہ القلشیر لاہور۔ قذافی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

عرضِ ناتھر

تو میرے چلیگز میں ان جتنا علم نہ تھا اتنی ہی خوفناک سفاک بھی تھا کیا یہ بات
تعبیر نہیں کہ آج سے تقریباً سو سال پہلے لنگویا کے شمال میں جس
برکال کے رہنمیش عورتوں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے اس وقت کی معلوم دنیا کے
تقریباً نصف حصہ کو فتح کر کے اس پر اپنی ایسی دھاک بٹائی کہ میں کہ اگر کئی لنگوں تک
باقی رہا۔

اس خوفناک اور مہلک نارتھ نے اپنی زندگی میں کتنی ناپائے کسی نے اسے قاتل قتل اور
کھانے پر خداوندی کھانے کے جگہ کو لال اور کسی نے باجیگر تخت و تاج کے نام سے
پکارا گوشت و مہم میں اسے چلیگز خان ہی کہا جاتا ہے۔

اس سفاک نارتھ پر کئی کتابیں لکھی گئیں لیکن وہ تمام کتب تمام زبانوں میں
چلیگز خان جو یا اس کا پوج لگا کو خان، ان کا تاریخ ہم تک پورے عورتوں کے ذریعہ پہنچی ہیں
اور یورپ والوں کے مصنفین لنگوں کی وجہ سے مسلمانوں سے جو دشمنی ہے اس سے کوئی نصف
نہیں چھپا چلیگز خان اور لگا کو خان کے پورے پورے عورتوں نے ان کے مقابلہ میں مسلمانوں
کو کیمبر بڑوں اور نااہل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جسکی حقیقت میں ایسا نہ تھا۔

زیرِ نظر "لنگوں" میں معلوم کے مقابلہ میں مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی کوششوں
کو بھی اچانک کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ آپ "لنگوں" کو بھی وہی
پہچانی بخشیں گے جو آپ نے اپنے محبوب ناول نگار الماس ایم اے کے دوسرے
ناولوں کو بخشی ہے۔

محمد علی قریشی

غریب شہر

قارئین کرام! اس سے پہلے نخل خاتہ اور مظہر اور ہلاکونان کے کل حالات میرے قلم
 پہنچاؤ جانے لگا۔ میں غلط فہمی رکھتا ہوں۔ زیر نظر نخل خاتہ، شکرانہ، کلکڑی اور چنگیز خان
 اور اصل غلوں کی مگر کی طاقت کا محور تھا اور ہلاکونان اسی چنگیز خان کا بیٹا تھا۔
 چنگیز خان کا کاپ لڑنے والا تھا۔ قابل اعظم یا منان کی خدمت، ہلاکونان کوئی بیٹا تھا
 وید میں اس کا نام اور خطوں کا اہل علوم کو تھا ہے۔

یورپ کے سرخوں کی آنکھوں سے تعجب اور جانہ اری کو صرف کبھی نہیں اترتی
 ان کے خیال میں شہنشاہوں کی تاریخ مند و نیک کے سکندر اعظم سے شروع ہو کر پولیس
 بڑا بارش پر ختم ہو جاتا ہے لیکن انسانی سے دیکھا ہے تو اس میدان میں چنگیز خان
 بت بڑے بڑے پیمانے کا نخل خاتہ تھا ہے۔
 جنگ و جدل کے ساتھ ساتھ اس ناول میں آپ کو بہت کچھ مشغول کی اصل زندگی
 کے حالات سے بھی آگاہ ہو گا۔

امید ہے کہ قارئین کرام سیکڑے کے سہ لکے بعد اپنی رائے سے مجھے ضرور
 مطلع فرمائیں گے۔

استقر

الماس، ایم اے

اکتوبر ۱۹۶۱ء

۱۹۶۱ نیبر ہلاک۔ انبال ٹاؤن، لاہور

مسیحا نام کھدین بیگم ہے۔

میں منٹل بادشاہ بابر کی بیٹی، شہنشاہ ہالوں کی بہن اور تاجدار ہند شہنشاہ اکبر اعظم کی بیوی ہوں۔
 شہنشاہ ہند کی طرف سے میرے نام فرمان جاری ہوا ہے کہ میں خود مسکانی بابر بادشاہ اور جنت آشتیانی
 ہالوں بادشاہ کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے اسے احاطہ تحریر میں لے آؤں۔

جب خود مسکانی بابر بادشاہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ حقیر مرنے لگا۔ سال کی تھی اس لیے
 مجھے اس وقت کی باتیں ابھی طرح یاد نہیں ہیں تاہم شاہی خزانہ کی نقیض میں میرے عاقلے میں جو کچھ ہے یا
 میں نے جو کچھ سنا ہے اسے ضبط تحریر میں لارہی ہوں۔

شاہی خزانہ میں ابھی ہر صوف خود مسکانی بابر بادشاہ سے اب تک کے حالات قلم بند کرنے کا
 حکم ہوا ہے لیکن میں اس داستان کو اپنی نخل خاتہ (تاتار) قوم کی ابتداء سے شروع کر رہی ہوں تاکہ کہانی میں
 ربط پیدا ہو جائے اور مزید کسی وضاحت کی ضرورت پیش نہ آئے۔

ظاہر ہے کہ میں اس وقت پیدا ہوئی تھی اس لیے میں نے اپنی ذاتی قوم کے بارے میں اپنے
 جیوا امجد اور ان امجد امجد نے اپنے اندر امجد سے جو کچھ سنا وہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہوا مجھ تک پہنچا ہے
 وہ سب کچھ میں اس داستان میں منسجوری ہوں۔

یہ سلسلہ ۱۲۰۰ عیسوی سے شروع ہوتا ہے، جبکہ نخل خاتہ قوم کا روایتی امجد اور بیوی کوں تھا۔
 یورپی لوگوں جس کا ہمدار اور شہسوار شہسوار کو کا تھا جسے ہم اپنا امجد اعلیٰ کہتے ہیں۔

کمزور کو جیسے کائنات نہ تھا۔ وہ مرثیہ محکوم بن کر زندہ رہ سکتا تھا۔ دوسری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ سانس لے سکتا!

اسی ہے میرے گویا! اسی میرے گویا میں زندگی کی کوئی قیمت نہ تھی۔ اور پچھ ہمارے لیے جس کی لمبی بادلوں تک پہنچنے سے

مشہور ہے کہ دہلی نے عقل سے اٹھ کر طعنے یا گھوڑے پر بیٹھائے جانے پر ذرا بھی مزاحمت نہ کی اور وہ سب چاہ کرکائی کے اشاروں پر حرکت کرتی رہی۔

ایک بیان یہ بھی ہے کہ یسوکائی نے اپنے پلپ لوری کوٹ کے ساتھ کچھ عرصہ قبل کمریت قبیلہ کا دورہ کیا تھا۔ اس وقت اس نے اون کو دیکھا تھا اور شاید اوروں میں اس کی وجہ سے متاثر ہو گئی تھی۔ لیکن یہ ان دونوں میں کچھ گفت و گو بھی ہوئی ہو کیونکہ قبائلی میں لڑکوں اور لڑکیوں کا سن جول بالکل عجیب خیال دیکھا جاتا تھا۔

یسوکائی نے گھوڑے پر بیٹھ کے اگلیں جو اٹھائی ہیں تو چھ کھٹے مسلسل گھوڑا اٹھانے کے بعد مرتھ پٹنڈا بھونکے لیے پی لیا اور پھر اسی تیزی سے اپنے غیر مشرک ملت گھوڑا اٹھانے لگا۔ اس کے ایک ہزار سو ارسی کے پیچھے گھوڑے نے اڑتے آرہے تھے۔

قبیلہ کمریت کا خان اس غیر معمولی واقعے سے ششدر رہ گیا۔ اس نے چاہا کہ اپنے سواریوں کو ساتھ لے کر یسوکائی کا تعاقب کرے مگر دوسرے قبائل کے سرداروں نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے اس کا جواب یہ پیش کیا کہ اوروں کو بے سامنے والا کوئی آدمی نہیں بلکہ قبیلہ بابا کا سردار یسوکائی ہے جس کی عمر گاہ میں ۴۰ ہزار غیر کاڑیاں گھری رہتی ہیں۔

اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرے رواج وادما یسوکائی کا اپنے دور میں اس قدر عرصہ اور بدیہ تھا کہ صرف نادرین اور ماہر بائبر کا جنگل کے تمام کردار اس کو تعجب میں نہ دیتے تھے۔ ہر گز نہ سمجھ کر یسوکائی کا تعاقب سے روک دیا تھا۔

روایت ہے کہ شہزادی اولوں بہت خوبصورت تھیں۔ جب وہ یسوکائی کا خیبر گاہ میں پہنچی تو اسے تمام خواتین نے بے پردہ کیا۔

ان خواتین میں اولوں کی سرکینیں بھی تھیں جس سے یسوکائی نے پہلے شادیاں کر رکھی تھیں مگر جب ان کو گول کو مسلوم پر آکر سردار یسوکائی شہزادی اولوں کو تکار کے زور پر شمال علاقے سے اٹھا کر لایا ہے تو انہوں نے اولوں کی مخالفت کی یہاں سے اس کی دلداری شروع کر دی۔

۱۔ اسی تعجب کو یورپیت کہتے تھے۔

۲۔ سرداروں کی بیٹیاں اور بیٹے شادیاں اور شہزادوں سے نکلا تے تھے۔

کے اور شہزادے بڑے سرداروں سے بھی اتنی امداد یسوکائی کے علاوہ بعض دوسرے سردار بھی اس تقریب میں دے دیتے۔

یسوکائی باور بھی اس تقریب میں بڑی شان سے شریک ہوا تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک ہزار تیر زینت ار گھڑ سواری کا دستہ لایا تھا۔

ایک بڑا سردار ہونے کی وجہ سے یسوکائی کو شادی کے بڑے غصے میں نہایا بلکہ دنگا تھی مغلوں میں علم اور تعجب و قدس سے دور ہونے کے باوجود یہ لوگ شادی یاہ کے طریقوں میں بڑے متقی پسند تھے۔ لڑکا جس لڑکی کو پسند کرتا تھا یہ دھوکا اس کا ہونے لگتا اور لڑکی کا باپ رکھے کو پسند نہ کرتا تو وہ ہونے والے داماد کو شادی سے پہلے کچھ دنوں کے لیے دہلی کے گھر چھوڑ دیتا تاکہ وہ اپنی جانے والی دہلی اور سرسرا والوں سے اپنی طرحت واقف ہو سکے۔

اسلام میں بھی اگرچہ یہ شریک ہے کہ شادی کے لیے لڑکی اور لڑکے کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے لیکن انہیں شادی سے قبل ایک دور سے سے شاد اور گھونٹنے پرنے کی تعمی یافتہ ہے۔ لیکن محلے گولی اور منڈرا کے ان خوشی قبائلی میں اس طرح کی کوئی پابندی نہ تھی اور شاید اسی ترقی پسندی نے اس واقعہ کو ختم دیا جو میں بیان کرنے جا رہی ہوں۔

جب کو دستور دہلی کو بڑے غصے میں لا کر دہلی کے ساتھ بٹھا گیا۔ یسوکائی جو اس وقت بالکل جوان تھا اسے دہلی کے بالکل ساتھ رکھا گیا۔

دہلی کے آنے کے بعد لوگ ابھی اپنی بے بسی کے ہی غم میں نہ پائے تھے اور شامان نے شادی کی رسومات شروع بھی کر دی تھیں کہ جوان طرے یسوکائی نے گھر سے پورا کپڑا ہوا میں بندھا۔ اس کے ساتھ ہی یسوکائی کے ایک ہزار مسلح فوجی گارڈ ہوتے ہوئے ایک دو شاہی بھیجیں داخل ہو گئے۔

کمریت سردار کے علاوہ غصے میں اور بڑے بڑے سردار بھی موجود تھے لیکن کسی کی بھیجیں نہ آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

سب اسی الجھن میں گرفتار تھے کہ یسوکائی نے اس عقل مند دہلی کو دہلی کا جیک کے ہاتھ پر لیا اور اسے کہتا ہوئے دھلی کے باہر لے گیا۔ اس کا گھوڑا تھکا تھا۔ یسوکائی نے اوروں کو گھوڑے پر اگے کی طرحت بٹھایا۔ پھر جت کر کے خود گھوڑے پر بیٹھا۔

روایت ہے کہ شہزادی بلبلوں میں قدر بھرتی تھی اسی قدر عقلمند بھی تھی۔ اس نے دکھاوے کے طور پر ہلکا سا دایلا کیا مگر یہ کو کافی مسکراتا جو اس کے سامنے آتا تو اس نے بھی مسکرا کے اس کا استقبال کیا۔ پھر قید کے تمام معززین جمع ہوئے اور شافان نے دروں کی شادی کر دی۔

شادی کے بعد دونوں میں اس قدر محبت ہوئی کہ کتا آدھی سیڑیاں اولوں کے تحت پر گئیں۔

ابھی آپ جانتے ہیں کہ کیا ہوا؟

میرزا عالمگیر کی گم ہے۔ میرزا غلام شاہ بابر کی بیٹی اور شہنشاہ ہانیوں کی بہن ہوں۔ آئیے میں آپ کو بتاتی ہوں کہ پھر کیا ہوا؟

جو ایک کہ مکی مراد میوکا کی کا تھا جو اولوں نے جسے وہ قید گھڑی کی بھری عقل سے اس وقت اٹھا لایا تھا جب وہ اپنے ہونے والے شوہر کے ساتھ شادی کی تیاری کر رہی تھی۔ ایک ایسے بچے کو ہم دیا کہ جس کا نام رستم دینا ملک تاریخ کے صفحات میں اور انسانی زبانوں پر برقرار ہے گا۔

اس بچے کا نام تھا تو جن پہ بیکرستان!

یہ شہزادہ میرزا محمد اپنی سفالی اور بربریت کی وجہ سے قابلِ نفرت و طاقت سمجھا جاتا ہے لیکن انسانی سروں کے بننا دینے والے اور بے کس و مجبور بچوں اور عموں اور عورتوں کو اپنی خونخوار کشتیوں کا نشانہ بنانے والے میرے برابر ایسا ہی بیکرستان میں کچھ عموں کی جی تھیں جن کو ذکر میں کسی اور وقت پر کروں گی۔ اس وقت میں اس مشہور غارت کی پیداوار کے بارے میں ان روایتوں کا ذکر کروں گی جو اس کے مستقبل پر اثر انداز ہوئیں۔

ان روایتوں میں بڑا اختلاف ہے۔

میں ابھی بیان کر چکی ہوں کہ اس دور میں اصل طاقت ہونے چاندی یا جوہرات کے دھروں میں نہیں تھی بلکہ طاقتور وہ تھا جس کا جسم کی نیوگاہ میں بیرون کی تعداد سب سے زیادہ ہو۔

میں یہ بھی کہہ چکی ہوں کہ جس وقت چنگیز کے باب میوکا نے قید گھڑی کی شادی کی عقل سے اولوں کو زبردستی اٹھایا تھا اس وقت میوکا کی عمر گاہ ۱۰۰ ہزار عموں پر مشتمل تھی۔ اس سے اس کی طاقت کا لازمی اندازہ ہو سکتا ہے۔

میں میرے کانوں تک ایک اور روایت پہنچی ہے جس میں کچھ اس طرح کہا گیا ہے:
 اس سال میں جنگیگری کی پیدائش کے سال میں غلوں میں بڑے ہونے تھے
 یہ لوگ کھلیں کھال کے شمال مشرق میں دریا تھے اور ان اور کیرولان کے درمیان
 کی چراگاہوں میں مقامی مردانوں میں سے کسی نہ کسی مردان کی سرگردانی میں
 رہتے تھے۔

لیکن حکومت دینی ششماہیت کے بعد ہی غلوں کو اس طرح متحرک
 رکھتے تھے اور ایک قبیلہ یعنی نادر قبیلہ کو جو قبیلہ بوداریہ پر لگا ہوا تھا
 رہتا تھا اس کا نام کے لیے تیار دیتے تھے کہ وہ ان غلوں شہزادوں پر مسل
 حملے کرتے رہیں تاکہ وہ مملکت کی تاریخ ذکر کر سکیں۔

تاہم برون کے اس ناکام حملوں نے غلو شہزادوں کو اس حال میں پہنچا
 دیا تھا کہ وہ نادر قبیلہ سے بالوجہ کے ہتھیاروں کی فراہمی کے لیے بھی جیسی
 سوداگروں کے دست نگر رہتے تھے۔

اس قسم کے ایک بہت قبیلہ میں اس سال غلوں میں ترکوئی کے نام
 سے مشہور کیا جاتا ہے، ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی صفی میں سے ہونے
 کا ایک کوغز تھا۔

دنیا میں یہ بچہ آیا تو زندہ بچنے کی طاقت اور جہت کے سوا اپنے ساتھ
 اور کچھ نہ لایا۔

یہ روایت بھی ہے کہ:

چینگیز کا قبیلہ جو کاکت برادری سے خارج کر دیا گیا تھا۔

جب چینگیز اپنے شہزادوں کو لڑکھوڑا کا دھکیل سکے تو اس کی ماں نے اسے سمجھایا:
 نادر قبیلہ کو کے سوا اس سے پاس اور کوئی چیز رہی نہیں جو ہمارا ساتھ دے
 سکے کوئی ہمارا دوست نہیں۔ مگر شوے کے دیکھ کے سوا ہمارے پاس
 کوئی شے نہیں۔

اس سے چینگیز غلوں کے قبیلہ کی نفرت کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ اس روایت
 میں لگے لگا گیا ہے کہ:

”جس وقت یہ بچہ پیدا ہوا تو اس کے باپ نے اس کا نام تو جین رکھا۔ اس
 نے بچہ کو آٹ پالش کے دیکھا پھر اسے جو چیز سب سے پہلے نظر آئی اس پر
 لڑکے کا نام رکھ دیا یہ چیز لوہے کا ٹکڑا تھا یا پھر لوہار جو لوہے کی کوئی چیز
 بنا رہا تھا۔ پھر کئی سال بعد شہزادہ شول نے اسے چینگیز، کینا شہزادہ کی
 چینگیز غلوں کی پیدائش کے مسئلے میں جو دہری روایت میں نے سنی وہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے
 اس روایت میں کہا گیا ہے کہ:

”جس وقت یہ بچہ پیدا ہوا اس کا باپ یسوکائی ایک غنیمت پر جلد
 کرنے لگا ہوا تھا۔ اس شخص کا نام تو جین تھا۔ یسوکائی نے تو جین کو شکست
 دے کر گرفتار کیا پھر اس نے دالہن کا اپنے بیٹے کا نام اپنے دشمن کے نام پر
 تو جین رکھا (جبکہ لی روایت میں اس کا نام تو جین کہا جاتا ہے اسی طرح
 چینگیز کے قبیلہ کا نام تھا)۔ نادر قبیلہ۔“

اس کے علاوہ چینگیز کو جو چیز دوتے میں ملی وہ اس کی قوت برداشت تھی اور
 اسی قوت برداشت نے اسے دنیا کا اتنا بڑا فاتح بنا دیا تھا۔



چینگیز غلوں کا گھر سو رکنا پھر تھامس کا ڈھانچا انہوں کا بنا دیا تھا۔ اس میں اوپر کی طرف دوڑوں
 نکلنے کے لیے ذرا حصہ کھلا ہوا تھا سو رکے اوپر چڑھنے کی سہولت پھی ہوئی تھی۔ آرائش کے لیے
 اندر کی طرف مختلف تصویریں بنی تھیں۔

یہ ایک عجیب قسم کا بچہ رکھتا تھا اس گھر کو ”دوت“ کا نام دیا گیا تھا۔ اس کا گننا اور ہی حصہ ہوا کے
 قبیلہ دوت سے کیا تھا۔ یہ سیر کا لڑکا پر لگایا جاتا تھا جسے ایک درجن سے زیادہ بیل کھینچتے اور میدانوں میں ایک
 سے دھری بگ لے کر پھرتے تھے۔ پھر جہاں قیام تھا وہاں یہ گھر گاڑی سے فروت کے وقت اتار دیا جاتا
 تھا۔

یسوکائی اپنے قبیلہ کا سردار تھا چونکہ اس کے تحت اور بھی بت سے قبیلہ تھے اس لیے سردار کی
 ویلا اپنے بچوں کے ساتھ لایا۔ اسی آسامی پورٹ میں ہی جیسی رہتی تھی۔ لڑکیوں کا یہ کام تھا کہ دوتے کے

مہر کرنے کے لیے تیار ہوا۔

سو تیلے جیانی نے تب دیکھا کہ اسے گیر گیا لیکن وہ ان کے سامنے دوڑا تو پھر میٹر گیا اس کے بعد
تو جیسے اسے تیار کر کے کر دیا۔ جس سے دیکھا کہ شہنشاہ کا انتہام لینے کو مرضی تھی تھے۔
رات کو تو میں کو گریہ کرتی تھی اگل کے پاس میٹر کے گوتوں سے گیت سننا۔ یہ گوتے جو ایک جیسے
سے دھرے تھے انہیں گھومتے تھے، اپنے انہیں سے پرستہ جیانی جیانی آواز میں بزرگوں اور بچوں کے
گیت سناتے تھے۔



تو میں کو اپنی جانت اور مرداری کا پورا احساس تھا اس لیے کہ وہ لیو کافی کا سب سے بڑا بیٹا تھا اور
خاموش کرنا تھا کہ باب کے بعد مرداری ہی کا تھا ہے۔
گوئیوں کے گیتوں سے تو میں کو معلوم ہوا کہ وہ بڑے اعلیٰ منصب قبیلہ کا فرد ہے اور بوجی گون والوں کی
اور اس سے میں کی انہیں سمجھتی ہوئی تھیں۔
انہی گیتوں سے اسے اپنے ایک بہتر اور قبیلہ خاندان کے بارے میں معلوم ہوا جس نے خاندان کے شہنشاہ کی دھڑی
نوچ لی تھی۔ ذیل خان کو اس حرکت و اجازت پر زبردستی کو مار دیا گیا تھا۔
اس طرح تو میں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ گوتوں کے خاندان بدخون کا سردار طفل خان اس کے باب لیو کافی کا بڑا
نمرا دوست ہے۔ اتنا کہ دوست کہ ایک عمل میں اس نے لیو کافی کا مرزا بلا جیانی نے قہر میں کافی قہر طفل خان
کا قبیلہ تیار تھا اور وہ گوتوں کے خاندان بدخون کا سب سے طاقتور سردار تھا لیکن تو میں جیگر میں اس وقت
اپنے قبیلے میں تھا اسے گوتے کی طرح نہ سمجھتا تھا۔

بابا قبیلے کے فرد کو لیتے ہوئے تھا تو میں جیگر میں ہی لیو کافی کے بعد ان کا مردار بنے گا چنانچہ
لیو کافی کا عمل موجود گوتوں قبیلے کے خاندان بدخون تو میں کو گوتے اور اسے ملنے کی باتیں بتاتے۔

ایک دن ایک دانشور نے تو میں کو جھکا دیا:

”ہم لوگ چیرن کی سلطنت کے مونس حصے سے ایک میں لیکن یہ ہماری جرات ہے کہ تم آگے دن میں پر

۱۔ ان دونوں میں کونسا کا کہا جاتا تھا

درمیان اور کھلے ہوئے حصے کے نیچے ہر دم اٹھانے کیس اور خیر کا ہاتھ کا کام کرے۔

اسی ایک نیچے میں کھسے کے مالک کی تیار دولت ہوئی تھی۔ وٹ ملا میں آئے ہوئے تھیں اور بھگوانوں
سے خریدے ہوئے چاندی کے زیورات، نیچے کی دیواروں میں لٹکے ہوئے تیرکان، نیچے اور دھالیں
تو میں کو جس پگھلوانوں کو نہیں ہی سے بہت سے کام کرنے پڑے تھے۔ جب مغلیہ قبیلے جاڑوں کے
دنوں میں اپنا مسکن بدلے اور ان کا گاڑیوں پر لدا ہوا شکر گریوں کی پر لگا ہوا کارج تھا تو تو میں کو دوسرے
بچوں کے ساتھ راستے میں کئے والے دریاؤں سے پھیلان پر پڑا ہوا تھا۔

گھوڑوں کی دیکھ بھال بھی ملتی تھی کہ یہ بڑھتی تھی۔ اگر کوئی گھوڑا کم ہو جاتا تو اس کی تلاش میں
انہیں درد و رنج بھگوان دوڑنا پڑتا تھا۔
نئی چراگا ہوں کافی میں انہی بچوں کے ذمے ہوتی۔

جرت کرنے والے قبیلے جرت کے دوران بہت ہو جاتے تھے جہاں تو میں کو یہ مرض تھا کہ دن اور
رات کے وقت شمال کی طرف نظر نہیں ہٹا کر ان پر کوئی دشمن قبیلہ حملہ نہ کرے۔ یہ حال کتر اذیت
جرت کے دوران ہی ہوتے تھے۔ انہیں کوئی بھی نہیں گھوڑوں کی زین پر چڑھنا پڑتا تھا۔ اس دوران انہیں
کھانا بھی نہ ملتا اور کوئی غذا دن ناقول میں گزار جاتے۔
جس میں گھوڑے اور کوئی کاشت افراط سے ملتا تو بچے اور جوان سب یہ خاندان کے دنوں کی کمر لگاتے
اور اس قدر کھاتے کہ جرت ہوتی تھی۔

نیچے کھیل کے طور پر شیشیں ڈھٹے جس میں اکثر ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ ابھوہ میں میں سہل کی
گھر ڈور میں سمجھتے تھے تاکہ ان پر لیکن علیہ نہ پاسکے امداد مسلسل گھوڑے کی پیٹھ پر سواری کے ساتھ
ہو سکیں۔

جیگر خان کا ہمیشہ مضبوط تھا اور وہ نئی نئی کیسیں سوچنے کا ماہر تھا۔ وہ جیگر کشتی رٹنے والوں
کا مردار کی حالت کو دیکھ دیکھ کر وہ زیادہ تو مند نہ تھا۔

تو میں بڑا اچھا تیر انداز تھا لیکن وہ کام اپنے بھائی خسار کے برابر نہ کھیٹ سکتا تھا خسار کو کا نڈار کہا
جاتا تھا لیکن وہ تو میں سے بہت ڈرتا تھا۔

تو میں اور خسار نے اپنے ریتے جیانی کے مختلف محاذوں پر لڑا تھا۔ اس محاذ پر ان کا پہلا واقعہ اس وقت
پیش آیا جب تو میں نے اپنے ایک ریتے جیانی کو قتل کر دیا۔ اس کے ریتے جیانی نے اسی ایک جھلی چوٹی تھی
جہاں تو میں اور خسار نے پور جیانی کو ایک نیچے میں گھیر لیا۔ یہ ایک کہ سامنے سے اور دوسرا پشت سے اس پر

تو میں چنگیز خان کے ہمارے باپ بیوکائی نے خدا کے حکمت خانیکی بچی اولوں سے مشق کیا تھا جس کے نتیجہ میں دو مہری عقل سے اپنی جو بہ کو ذرا مرقی گھوڑے پر بٹھا کر لے آیا تھا۔
میں اولوں خاتون، چنگیز خان کی ماں تھی اور قبیلہ میں سب سے عزم اور قبیلہ سردار کی محبت تر میں پوری ہوئے ۱۷ اعزاز رکھتی تھی۔
اس طرح چنگیز خان سے بھی مشق کیا تھا!

یہ کتنا غلط ہے کہ چنگیز خان مشق و جمع کے بذات سے عاری تھا اور سوائے سنا کی اور برہنہ کے اسے اور کئی بات سے سروکار نہ تھا۔ میرے کاؤن کے چنگیز خان کے مشق کی داستان بھی پہنچی، اگرچہ اس کا انداز بچہ وار ہے لیکن مشق تو بہت مشق ہے اور وہی انداز سے ہی ہو سکتا ہے!



روایت ہے کہ یہ دونوں باپ بیوکائی بیوکائی کے ہمارے اور تو میں چنگیز خان ایک دفعہ ایک پہنچ گھوڑے کے نیچے میں مہمان تھے۔ نیچے ان لوگوں کے گھر ہوا کہ تھے جہاں چھوٹے بڑے اور مرد و زن سب مہمانت اپنی بگیر رہتے تھے۔
بیوکائی اور زبان سردار میں گفتگو ہو رہی تھی۔ دوران تو میں نے نظریہ لای کی پڑی جو کسی کام سے تو میں کے پاس سے گھا باؤگز رہی تھی۔
تو میں کو اس لڑکی میں باذیت محسوس ہوئی کہ لوں کتنا چاہیے کہ اسے اپنا دل لاس لای کی طرف کھینچتا ہوا عروس ہو۔

اسی اس میں کو بڑی آسانی سے مشق بیک نظر آگیا کہ آدھا جاسکتا ہے اور لطف یہ تھا کہ اس مشق میں کھڑے جلتے باجری گفتگو برداشت کرنے کے بجائے تو مجھ سے فوراً اپنے مشق کا اظہار بر ملا کر دیا اور اس پر تکلف جوابات کے توان مانجے کہ اس نے اپنے باپ سے بیساختہ کہا،
"باا جان! کیا میں سے ایسی بچی بنا سکتا ہوں؟"
یہ استغماہم اور غماہم بڑا اثر لطف تھا کہ اس کے باپ بیوکائی کو یہ بات ناگوار نہ لگی۔ اس نے لڑکی سے نظر ہٹا کر تو میں کو گھورا اور تندرستی میں جواب دیا،
"وہ اچھی چھوڑ ہے۔"

چلے گئے۔ یہ تھے میں اور ان کا لالہ ہونے بہتے ہیں۔

اس کی وجہ صرف ہماری ہمدردی نہیں بلکہ اصل میں یہ ہے کہ ہمارا سامان رسد ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر چیں کا لشکر ہمارے ساتھ پہلے پہلے تو ہم سمرکانی پٹائیوں میں کم ہو جاتے ہیں اور چینی لشکر ہمارے تعاقب سے قاصر رہتا ہے۔ میری جنگ بھی اپنی طرف سے لڑتے ہیں۔
اگر ہم بھی چینیوں کی طرح گھرنے لگیں، شہر آباد کر دیں اور چینی عاقبتیں بدل ڈالیں تو ہم پہلے چل نہیں سکیں گے۔

میرے یہاں پہلے چند خدا اور عبادت گاہوں میں انسان نرم دل ہو ملتا ہے جبکہ لوگ پر حکومت کریں تو اے کہ جنگ اور خوفناک ہو جاتا ہے۔
خانا تو چینی چنگیز خان نے اس دستور کے بات گرو میں باندھ لی تھی کیونکہ اس نے اپنا آئندہ پوری دنیا کی اسی اصول کے تحت چلا رہی تھی۔

تو میں چنگیز خان اب تک قبیلے کے دوسرے بچوں کے ساتھ جانوروں کی نگہبانی کرتا تھا۔ باپ کے سامنے اسے گھوڑے پر بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔
پھر سب اسی کا نگہبانی کا دور گزر گیا اور اسے بیوکائی کے ساتھ گھوڑا سوار کرنے کی اجازت ملی تو اس کے باپ نے عسوی کیا کہ اس کا بیٹا ادب سے بڑا ایشیا اور ایک دیر ہوا کی عورت میں ڈوب جاتا ہے۔

تو میں کے ہاتھ پاؤں مڑول اور ہم تعاقب تھا۔ قدرت نے اسے بڑی طاقت دی تھی، اگرچہ اس کے نقش و نگار کچھ خاص تھے جسے اس نے خوب یاد کیا تھا۔

چنگیز خان کا طویل حجبے بتایا گیا تھا وہ کچھ اس طرح ہے:
"دراز قامت۔ شانے ہموار۔ جلد گندہ گندہ سفیدی والی۔ ذہل ہونی پٹائی کے نیچے اس کی آنکھیں ایک دوسرے سے دور تھیں مگر تو چھ تھیں۔ آنکھوں کے کبیرے پائیلے جوڑے تھے جن کا مسامیرہ سیاہ تھا۔

اس کے پیٹھ پر ناشی جوڑے بال چوڑے ہیں گندھے اس کی پیٹھ پر پڑے بہتے تھے۔
بالوں کی ایک نمایاں ہوتی تھی۔
چنگیز خان کو تھا اور جو بات کہتا ہے اسے برقرار رکھتا ہے یہ شک ہے کہ اسے اپنے فیہے پر کاہنہ تھا اور اسے مغرب انقباض کا ہاتھ تھا کہ اسے صدمت بنانے میں کمرہ حاصل تھا۔

یہ لڑائی کے لیے جس ناگہری کے بجائے اسراف تھا۔

تو چونے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا:

”یہ وہ بڑی ہوجائے گی تو بہت اچھی نکلے گی۔“

اس کی طرف سے یہ پسندیدہ لکچر پورا اٹھا تھا۔

یہ لڑائی لڑ کر سچے کے انداز میں دیکھا۔ لڑائی نو سال سے زیادہ عسکری زخمی تھیں وہ تھی بہت خوبصورت!

اس کا نام؟ یہ لڑائی نے لڑائی کے باپ کو نکال دیا۔

”اس کا نام لڑائی ہے۔ وہ اپنے خوش ہو کر جواب دیا۔“

”اچھی لڑائی کا اچھا نام ہے۔ یہ لڑائی نے تعریف کی۔“

”یہ نام میرے لیے ہے۔ یہ اللہ کے نام پر رکھا ہے۔“

لڑائی کے اپنے دعا مست کی:

”ان کی ہمتیں بھوری بھوری تھیں۔“

”اس کی ہمتیں بھی تو بھوری ہیں۔ تو چونے نے ایک دم غور دیا۔“

لڑائی کا باپ اور خوش ہوا:

”اچھی چیز ہے یہ۔ اس نے مسکین سے کہا۔“

اسے اس بات کے لیے صاف خوشی کہ باپ بیٹے دونوں نے لڑائی کو پسند کیا تھا۔ یہ لڑائی اس وقت بڑا

اور شہور خان تھا۔

مجھ دیر تک سب خاموش رہے۔ لڑائی کا باپ گہرا کہیں بات ختم نہ ہوجائے۔ اس نے خود ہی

بات آگے بڑھائی:

”لڑائی اچھی چھوٹی ہے۔ میری تم چاہو تو اسے دیکھو بھال لو۔“

یہ لڑائی نے بیٹے کا لڑن دیکھا۔

اسی وقت لڑائی کے اپنے نے تو جی کا قصیدہ پڑھا:

”تیرے بیٹے کا چھو صاف ہے اور انھیں چکڑا رہیں۔“

یہ پسندیدہ کی انتہا تھی۔

دوسرے دن رشتہ طے ہو گیا۔ یہ لڑائی واپس جانے کے لیے تیار ہوا۔ اس نے لڑائی کے باپ کو

منابع کے کہا:

”میں جا رہا ہوں۔ تو میں میں دیکھا کہ ایک لڑائی کا ہے۔“

”نیک ہے۔ اس نے بے لکھ انداز میں جواب دیا۔“

مغل خان یہ لڑائی واپس چلا گیا۔ اس نے تو جی پیگنر خان کو وہیں چھوڑ دیا۔ ان کا دستور تھا کہ شادی

طے ہونے کے بعد ہونے والا شہر لڑائی کے خیمے میں قیام کرے تاکہ وہ ضرور اپنی بیوی والی دہلی کی طبیعت سے

اچھی طرح واقف ہوجائے۔

اس کی تہذیب میں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ان پڑھ اور دشمنی شاید اس معاملہ میں غرض دل

اور کافی تسلط پسند تھے۔

خانہ بدوش شہر قبائل میں پڑے ہوئے کسی شے کا تصور ہی نہ تھا۔ وہ خیمے اسی لیے بناتے تھے کہ مردی اور ہوا

کے قبیلوں سے غرض دل تھیں۔ ان کا خیال ہی ان کی لگائی گانٹ تھا۔ لڑائی کے خیمے کو وہیں اور سب کے

سب ایک ساتھ رہتے تھے۔ چنانچہ کہ اگر کوئی مسلمان آجائے تو اس کا قیام بھی اسی خیمے میں ہوتا اور خیمے کے واحد الفاظ

کے گرد وہ دوروں کے ساتھ بڑھتا تھا۔

یہ دور تھا کہ لڑائی میں اس طرح رہتے تھے جیسے تو جی اسی قبیلہ اور اسی گھر کا

کوئی فرد ہو۔

تو جی کی جو لڑائی گھر سے لڑائی کو اپنے سہیل کے کاموں سے چھٹی لگائی تھی۔ وہ کام دن اور رات کا

بیشمار حصہ تو جی کے ساتھ ہی گزارا کرتی تھی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی دن میں لڑائی اور تو جی کے مزاہوں میں ایسی کم آگئی پیدا ہو گئی جیسے

دو ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہوتے ہیں۔

پھر ایک دن تو چونے نے لڑائی سے کہا:

”تم راکھ بنالو۔ میں تمہیں اپنے پورے پورے پلوں؟“

لڑائی کس تھا۔ لڑائی نے شرمکے کر کہا:

”میں تو جی! اگر تم اجانت ہو تو میں کچھ دن اور اپنے بھائی بہنوں میں رہ لوں۔ ان اگر یہ تمہارا

حکم ہے تو میں تیار ہوں؟“

تو جی نے ایک دیانتہ تو لگایا اور بات آئی گئی ہو گئی۔

مفلح تو ہم میں یہ خاصیت تھی کہ وہ حق سے ہٹ لگاتے تھے۔ وہ بات پر ہنستے اور ان کا ہنسا ہی

واقعہ لگانا ہوتا تھا۔ تو جی نے بھی ایک روایتی عقیدہ رکھا تھا۔ پھر وہ پہلے ہی کی طرح کورنائی کے شے میں

ہستے لگا۔ اس بات کو دو چار ہی دھڑکدے تھے کہ ایک تیز رفتار گھوڑا دوڑتا ہوا بوزنائی کے نیچے پر

پہنچا۔ وہ گھوڑے سے اترا اور دھبائے میں داخل ہوا۔ اس وقت تو جی نے بھی کدھر سے دو گون کے ساتھ میں اس کی گھیرتے ہوئے رہائی بھی تھی، سیٹھا

ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ ہوا میں سوار کی جیسے اندر آتا تو جی نے پلگیز غماں کی جھن صیدار ہو گئی۔ وہ فوراً اٹھ کے

کھڑا ہو گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس پر مصیبت کا پھار ٹوٹ پڑا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک تو جی کا یہ

عصن ایک خیال تھا۔

مگر آنے والے سوار نے اس کی تصدیق کر دی۔

شہزادے تو جی نے سوار نے اسے گھرائی ہوئی آواز میں غماں لکھا۔

”میں سن رہا ہوں سوار۔“

تو جی نے بڑے غل سے کہا،

”یہاں کو کسی مصیبت کی خبر لائے ہو۔“

تو جی کے لیے میں اس قدر اطمینان تھا جیسے اسے صرف مصیبت کا پہلے سے علم ہو گیا ہو مگر اس نے

خود کو اس مصیبت کے برداشت کرنے کے لیے تیار ہی کر لیا ہو۔

خدا کی جیلے شہزادے۔

سوار کی آواز کا نپ رہی تھی:

”آپ کے بابا خان گھڑی دو گھنٹے کے مہمان ہیں۔“

یہ وہ سال تو جی نے پلگیز غماں بے انتہا قوت برداشت کا مانگ تھا۔ وہ سوار کے اجاں لکھنے سے کھٹکا ضرور

تھا لیکن اس نے سمجھ لیا تھا اس سے غماں ہوتا تھا کہ وہ بڑی سے بڑی اور غماں سے

لیکن جب سوار نے رڑتے لیجیوں کہا:
 ”بابا خان گھڑی دو گھنٹے کے مہمان ہیں۔“
 تو تو جی کے پردہ دل سے جیسے زمین پر گرا کر اسے اپنی گڑوں میں بھونچا ہوا محسوس ہوا۔ پھر
 وہ بالکل بے حس ہو گیا اور اس پر کھڑے طاری ہو گیا۔



اور جل ہوتا ہوا تھا۔

تو چون نے اس سے پہلے اس قدر تر گھوس لی تھی کہ اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔
پسینا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔

”تمہارے بابا خاں ہیں دشمنوں میں بھروسہ کر چکے تھے۔ اس کی ادا دلوں نے اسے خبر دی اور اسے سینے سے لگا لیا۔“

تو چون بے فکر خدایا اب یہی خاموش تھا۔ اس کی آنکھیں خشک تھیں۔ وہ دیر تک اس کے سینے سے لگا رہا۔ پھر اچانک وہ بے فکر ہو گیا۔

مال کے سینے سے ہٹ کر اس نے چاروں طرف نظروں دوڑائیں:

”ہاں اب یہ لوگ کہاں بچے گئے۔ جیسے اتنے کہ یوں ہو گئے؟“

ادولوں کی آنکھوں سے دھڑکی اٹھ کر اس کے رخسار پر اگلے اگلے گئے۔

”تو چون بیٹے!“

ادولوں نے ایک سسکی کے ساتھ کہا:

”تمہارے ماما در باب کے ساتھ ان بڑوں کے خیمے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ گئے۔“

”تم نے ہمیں دیکھا نہیں؟“ تو چون کے لیے اس کی بڑی سسکی تھی۔

”وہ کاٹھنڈی۔ بہت دیر کا تھا۔ میں دیر تک ان کی گاڑیوں کے پیچھے جا رہی تھی۔“

ادولوں نے بڑے کرب سے جواب دیا:

”مگر بہت کم دُکوں نے میری بات پر توجہ دی۔“

”مگر انہوں نے ایسا کہوں کیا؟“

تو چون کی ذہانت اس کا ساتھ نہ دے رہی تھی:

”بابا خاں تو سب کا خیال رکھتے تھے۔ وہ چارہ بنادیں تھے۔“

”تمہاری سوچ چھل ہے تو چون!“

ادولوں نے مزید اہواز اختیار کیا:

”میں بھروسہ کر جانے والے تمہارے بابا خاں کی چاندیں نہ تھے بلکہ تمہارے بابا خاں کی عظیم طاقت کی بجز

ان کمزوریوں کے تھاؤں اور احسان خواہوں کے سر پر مایہ کی ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کی موت سے یہ بھڑکی ٹوٹ گئی تھی

اور یہ بے نظریہ کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی اور چھوڑنے کی تلاش میں نکل گئے ہیں۔“

تو چون کو خاموشی دیکھ کر پورے تانی کے باپ نے رخسار سے پوچھا:

”خاں بابا کو کیا ہوا۔ انہیں کس قسم کی بیماری تھی؟“

”خاں بابا کو کوئی بیماری نہ تھی۔“

سوار نے گلا صاف کر کے آواز سمجھاتے ہوئے کہا:

”انہیں ایک قبیلہ ہمارے اپنے خیموں میں وجہت پر بلایا تھا۔ سب نے انہیں منع کیا کہ وہ دشمن قبیلے پر

وہاں جانا مناسب نہیں مگر انہوں نے کسی کی بات نہ مانی اور پیسے لے کر۔“

”شاید وہاں رات کھانے میں انہیں زہر دیدر لگایا۔ ان کی حالت بدستاب تھی۔ خاں انہیں کہا کہ بھادو

نیلا آسمان ہی تم کو ستودہ شاید زہر دیا ہو۔“

اس وقت تو چون کے بدن میں جیسے جان لگ گئی۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اتنا اس کی نگاہ نورس

ہو رہی تھی کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

”بھوتانی آسمان! انہوں نے تو چون کو دیکھ رہی تھی۔“

دوسرے ہی لمحے تو چون بھگلی کی ہتھیری سے بچے سے نکلا۔ گھوڑے کے پاس پہنچا اور بہت لگا کر اس پر

سوار ہو گیا۔

ناراض سوار ابھی خیمے سے نکل ہی رہا تھا کہ تو چون کے گھوڑے نے حرکت کی اور وہ ہوائے دوش پر اڑنے لگا۔

پورے تانی اور اس کے خیمے کے تمام لوگ تو چون کے تیز رفتار گھوڑے کو دیکھ رہے تھے جو طرب و لحوان کی نظروں سے

اور کہتے:

گر باہی بیگم
کوئی پھر ٹوٹ گیا۔

ہیں مگر دوسے کیا کام؟

اولیٰ بڑی عقل مند اور بارہ عورت تھیں۔ سوکانے مرے پر جب چھوئے قابل اسے چھوڑ کے جا رہے تھے تو وہ دوڑ دوڑ کر کے چنگر لڑھکے ہوئے کو داپس لے گئے کیا اب بھی اسی جوش اور ہی جوش سا لگا تو ہیں پلنگر بند کے ساتھ؟ موجود تھا۔

تو چون پلنگر بند کے داپس لے کر پاولو نے پاک (پہاڑی ہیں) کی نو فوٹوں والا پرچم لہرایا اور تو چون کو گھوڑے کی سیٹھ کھال پر "ایکا" منڈوں کا خان بنا کر چٹاویا۔ یہی ان کے قبیلے کا نام تھا۔ قیرہ سال تو ہیں کھوڑے کی سیٹھ کھال پر قبیلہ سردار یعنی خاں بن کر بیٹھ گیا مگر اس کے اندر در قبیلہ کا مرنے ایک بچا کچھ بڑا کر گیا تھا اور اس کا ذہن نہ غایہ سوچنے پر مجبور تھا کہ "ایکا" قبیلے کے تمام لڑنے والے بھائیوں کی موت سے فائدہ اٹھا کر اس کے بیٹے سے اپنے بدلے چکا نہیں گئے۔

ہیں وہ وقت تھا جب کہ تو چون زندگی کے شدید مصائب سے دوچار تھا۔



میرانا گلبدن بیگم ہے میں باہر بادشاہ کی بیٹی اور مغل شہزادہ اکبر کی بیوی ہیں۔

میں بیٹے یا لڑکی کوں کہ ہمارے کوئی اور اس کے جہاں بیکل مغل کے نام میں یا کا قبیلے کے مغل قابل کوئی میں سردار تسلیم کیے جاتے تھے اور میں کیا لے کر مہر میں بخیریا کی چارویں سرحد تک جتنی بھی اچھی چراگاہیں تھیں ان میں پانچوں نے قبضہ کرنا تھا۔

ان کی شان کا یہ عالم تھا کہ ان کے خیمہ گاؤں میں ہم سب زریہ گھر باجہ گاؤں تھیں جو بہت بڑی طاقت کا نظریہ تھیں۔

ہر چراگاہیں بڑی پسندیدہ اور صاحب نظر طبقہ تھیں ان کے گرد کے تباہی میں ان کو چھائی نظر دے دیکھتے تھے کہ کوئی گھوڑا اور اونان ندیوں کی زرخیز وادوں میں واقع تھیں۔

میں شکار انہوں سے ملتا تھا اور پانی کی کمی نہ تھی اس لیے کہ بہت دیر سے پہاڑیاں پرچ اور غنہ پر

گھومنا یہ کہہ سکتے والے لوگ تو اپنی شناخت بھی کھو دی گئے:

تو چون کا ذہن ماؤن پر جا جا رہا تھا:

انہیں اس انتشار سے کیا حاصل ہوگا؟

"انہیں کیا حاصل ہوگا؟ اس کا جواب سننا چاہیے ہو؟

کیوں نہیں؟ ان اچھے حالات سے آگاہ کرنا تھا اور ان سے ہے اور مجھے امید ہے کہ زندگی اس گنگا گھر اور میری رات میں تم میری رہنا ہی ہوگی۔

ٹھیک ہے تو چون نے مجھے ہاں سمجھ کر تین تین قدم پر ٹوٹو گئی۔ سمجھاؤں۔ سیدھی اور فتح مند راہ دکھاؤں گی؟

اور نو نے بڑے استقلال سے کہا:

"منو میں نہیں بتاؤں کہ جب تمہارے باپا جان کے مرنے کی خبر پہلی اور مجھے والد نے دوسری میں اور سو کے گرد ہیں میں خبر کا پتہ نہیں پڑتا اور مجھے تو میں حال جاکر ان کے پاس گئی تھیں تو بڑے جس نے کہ انہوں نے جواب دینا تو انک را اپنا کمر میری طرف دیکھا بھی گوار کیا۔ بعض نے پلٹ کر دیکھی کہ دروگر ہر صدمہ گھبرا کر اپنے بچوں کے آگے بڑھا دیے۔

بعض ایسے نکلے جن میں شاید میری بے بسی پر دم آگیا مگر انہوں نے بڑے بے رحمانہ انداز میں جھپک کر ایک ایسی حقیقت کا انکار کرنا کہ میں واقف نہ تھی۔ انہوں نے کہا:

اور ان کے ہنسنے کھو۔ یہ کہہ کر باہی بیگم کو ٹپکڑ ٹپکڑ گئے۔

ایک عورت اور اس کے بچوں سے یہ کیا کرنا کر؟

یہ قابل زندگی کے روٹی کی ایک ایسی حقیقت تھی کہ یہ خاندان پریش قابل چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ کر نئی چراگاہوں کی تلاش میں اور دھڑکتے ہوئے تھے۔ بڑے اور مضبوط قبائل ان پر حملہ کر کے ان سے جائزوں اور سامان جیسے لینے۔ مردوں کو غلام بنایا جاتا اور عورتوں کو زبردستی قبیلہ مرنے کے غم میں بیٹھا دیا جاتا۔

انہیں مصائب سے بچنے کے لیے ہرچیز لکھ کر مٹے گروہ کی اطاعت قبول کر لیتے اور اس کی رہائی سمجھتے۔ اس طرح وہ بڑے قبیلے کا ایک حصہ بن جاتے اور بڑے خاں کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہوتے تھے۔

ان کا یہ اتنا صرف اس وقت تک کہ راز راز سبب تک بڑے خاں میں امن نہ تھا دیکھنے کی طاقت رہتی وہ اگر مر جاتا، مارا جاتا یا کسی دوسرے قبیلے سے شکست کھا کر گروہ ہو جاتا تو یہ گروہ خود اس کا ساتھ چھوڑ جاتے

کے دشمنوں سے بھری پڑ گئیں۔

تھا چاکا ہوں پر قبیلوں کی نظریں تھیں لیکن بعد میں کوئی کہ وہ دعوتِ مانت تھے بلکہ اس سے ڈرتے
ہوئے تھے۔ تاہم اب صورت حال تبدیل ہو چکی تھی۔

یہ لوگ ان کے مرتبے ہی مانتے تھے لیکن یہ لوگ ان کے مالِ قبیلہ کی سرداری سے مزید بڑھتا تھا۔ اب قبیلہ سردار
نیز وصال تو بن چکے، خانِ خاندان کی خبر کو گاؤں میں ۴۰ ہزار کے بجائے بہت کم۔ نہ خیرے نہ گئے تھے اور وہ توچن سے
بچھل کر دشمنوں کا بدلہ لینے اور ان کا آرمہ چاکا ہوں کی صف میں تیار کر رہے تھے۔

ان چاکا ہوں کی حکمتِ خادہ بد دشمنوں کے لیے ہوا اسی لیے زیادہ جہت دیکھتی تھی کہ جاں چاکا ہوں کی سردی
کچھ زیادہ، گاندھ نے ہوتی تھی پھر ان کے پریشانیوں کے لیے بدلہ چاکا ہوں کی مدد تھی جس کے باوجود نہ انداز
ہوتا تھا اور نہ ہی باندھے کی رسائی تھی جانتی تھیں۔ ان کا یہ نہیں ہے تیروں کی دشمنی بناتے اور چھڑے سے گھوڑوں
کا زین کو گھس کر قبیلہ اور در زمانہ تیار ہوتا تھا۔

کس توچن اور اس کی جملہ ویدیاں اور ان حالات پر غور کرتے تو انہیں ہر طرف بھیر لکھائی دینا۔ کوئی اپنا
ہمدرد اور غم نہ کر سکتا تھا۔ ان کا قبیلہ کچھ قبیلے باغی ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ انوں نے جانوروں کا خراج دینا بند کر
دیا تھا جو وہ سب کو کافی زندگی میں ہر گھڑی دینے پر آمادہ رہتے تھے۔

یہ قبائل جو بددعویٰ رنگ پاؤں پر پھیلے ہوئے تھے انہیں توچن کا کوئی ڈرنہ تھا بلکہ البتہ ان بیٹوں کا
خوف ہی رہتا جو جانوروں کے گلوں پر چلے گئے تھے۔ ان سے بچاؤ کے لیے یہ لوگ اپنے تیرا زادوں کے دستے حذر کر
سکتے تھے کہ وہ تیرا زادانہ توچن کے قبیلہ کو چھڑ کر دوسرے طاقتور خاندانوں کی راہ میں چلے گئے تھے۔

توچن بے چارہ کیا کر سکتا تھا؟ وہ طاقت قبائل کے سریشوں کو کیسے بچاؤ؟ اسے تو اپنے چاکا ہوں کی گھیرے
ہوئے تھیں۔

حکمِ باران پر چاکا ہوں کے لیے ایک نئی معیت لے کے آتا تھا۔ اس ڈیم پر شمال کی طرف سے چھڑے ہوئے
کٹھن چلے جاتے تھے جہاں یہ لوگ ان کے سوار پیدا کرتے تھے کس میں مال ایسا کوئی انتہا نہ تھا۔ انوں کو چھڑے قبیلوں
کو خود اپنی حفاظت کرنا تھا۔ اس لیے وہ توچن کو نظر انداز کر کے دوسری پناہ دینے والی طاقتوں سے رابطہ پیدا
کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ہوش مند اور ان کو توچن کو حوصلہ دیتی دیکھتا یہ توچن میں چھپ کر صرف مل جاتا لیکن انوں نے اسے
فرار نہ ہونے دیا۔

توچن نے ان کی باتوں پر کان دھرا اور خبر سے بھاگنے کا خیال ترک کر دیا مگر یہ فرد ہر توچن کی زندگی

اپنے غیصے میں بند کیے رہتا تھا۔ اور اس طرح شاید کشتوں کا بوجھ اس کے سر سے اتار گیا پھر وہ
ایک سے دوسرے کے ساتھ کر چھلکے کے کھرا ہوا اور دین میں کھنکھانے لگا گیا۔

توچن کا ایک سوتیلہ بھائی بھی تھا جس نے توچن کے ساتھ تھا بلکہ چاکا ہوں کے بھائی کو بعض اس وجہ سے
قتل کر دیا تھا کہ اس نے توچن کی ایک بیٹی چرائی تھی۔

توچن کا یہ سوتیلہ بھائی ان توچن سے بے انتہا محبت کرتا تھا اور توچن کو بھی اس سے دالانہ محبت تھی۔
اس کے غیصے میں چون اور سوتیلے بھائی کے علاوہ اس کی مکمل اور دل توچن ہی تھی توچن کو یہی حوصلہ دے کر کھڑا کر
دیا تھا۔

اور ان کا دل اندر سے ڈر رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ توچن کے باپ کے دشمن سب پر توچن سے بدلہ
فردو لیں گے۔

اسے معلوم تھا کہ توچن پر مصیبت آنا لازمی ہے کیونکہ تھل کی کوئی کی سرداری کا ایک اور دعوے دار پیدا
ہو گیا تھا۔

اس دعوے دار کا نام ترمانا تھا اور وہ بھی بھوری اکھنڈ والے بڑی گون کی نسل سے تھا۔ ترمانا کافی
تعلق ان کی نسل سے تھا اور یہ "و لا" قبیلہ کا نسل دشمن تھا۔

ترمانا نے توچن کا ساتھ چھوڑنے والے قبیلوں میں سے بیشتر قبائل کو اپنے ساتھ لایا تھا اور
اب وہ اس کھنکھانے کا ایک کمن بیٹہ، خان کو پیش کر کے اپنے اپنے راستے سے ہٹا دے۔ بالکل اس طرح
جیسے باہر فرمائیے دشمنی پر یہ کہنے کو بھی اس قبیلے سے ماروا تھا کہ یہ کہنا سب سے بچہ بڑا جو کہ اس کا مقابلہ
کرسے، اس توچن کے بارے میں ترمانا کی بھی ایسی ہی خیالات تھے۔

توچن کی ماں اور ان کا غور حقیقت کا روپ دھار گیا اور ترمانا کی کے سوار کردہ دو گروہ توچن کے ارادوں
انہوں کے گاؤں میں داخل ہوئے۔

انوں نے مشورے میں توچن کو کیا کیا راہیں دکھائیے ساتھ لے گئے۔ ان دشمنوں کی تضحیک مزاحمت نہ بھٹی پھر
ترمانا کی خود سواروں کے اس غیصے کا اثر بڑھ چکا تھا۔ اس کی ان توچنوں والا پرچم لہرا رہا تھا۔

ترمانا کی کا کہ سردار کے خیمے کے پس منظر میں اس نے نہ روکا کیونکہ یہ توچن کے ارادوں نے توچن کو

تو میں نے اسی سے فائدہ اٹھایا جب دورانِ عمر اس کو تو میں نے موقوفہ پاکر گلگ کا کو نہ محافظ پر دے مارا اور وہ
 بے ہوش ہو گیا۔

الحاج محمد باقر

پھر توجہ نہ لگے میں جکڑ گیا۔

اسی ملاحظہ پر اجرت نکلتا تھا۔

شاید اس نے کسی کے اس قول پر بھی کیا تھا کہ:

”تم خطبے کے جس قدر قریب ہو گے اسی قدر غمخوار ہو گے۔“

اسی قول پر عمل کرتے ہوئے توہین ان کے پیچھے آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کی تیر گاہ ملک پہنچ گیا۔ پھر جسے وہ گھوڑے چھین کے اپنے اپنے گھوڑوں میں چلے گئے تو وہ رینگتے ہوئے اس سوار کے پوٹ میں داخل ہو گیا جس نے اسے پل میں رکھا مگر گرفتار کرنے کے لیے نہ گیا تھا۔

یہ ایک دل سوز ایک اجنبی تھا اور اس قبیل کے جنگجوؤں کے ساتھ ماضی طور پر پیش کیا تھا۔ جب توہین لنگس میں بکڑا اور پانی میں مست اور اس سوار کے سامنے ایک نودار ہوا تو وہ توہین کو دیکھ کر صراحتاً ہی نہیں، خوفزدہ بھی ہوا۔ توہین نے بھی زیادہ خوفزدہ۔

اسے خوفزدہ تو ہو نہ پایا تھا۔ اگر یہ راز معلوم جاتا کہ تاجبخت قبیلہ کا وہ دشمن ہے وہ دھونڈ ہے تو ان کے سامان کے پیچھے بھیجا ہوا ہے تو توہین کا جو ستر ہوا وہ آگاہ بات ہے خود اس سامان کی بھی تلاوی ہو جاتی۔ شاید اس لیے سامان اچھی نے بھی مناسب تھا کہ اس مخلوق اپنے کو جس قدر ملے ہوئے کے دامن سے کسی طرف روادار کر دیا ہلے نہ تار خطرونہ ہے۔

اجنبی نے سب سے پہلے توہین کو لنگس میں چھوڑی سے آزادی اور لنگ کے کھڑے کے اوڑھیں ڈال دیے۔ پھر توہین کو ان کی کاٹھون میں بھیجا دیا۔

توہین کے لیے یہ جگہ بھی تیر زیادہ مناسب تھی۔ اس لیے کہ ایک تو اسے ہر کار و فتنے سے ایک دم گرم و نکل کاٹھون میں دبا گیا تھا؛ دوسرے یہ کہ اسے تلاش کرنے والے تاجبخت اس قدر متنبہ تھے یا پھر انہیں اس طرح اپنے طمان پر خشک ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ تیر گاہ میں پہنچنے کے قہوری ہی پر بعدہ ہوا اپنے زمانے کے نیچے کی تلاش میں پہنچ گئے۔

تاجبخت سواروں نے اس غریبی بڑی سخت تلاشی کی ممان کو یہ خبر اٹھی کا وہاں ہوا تھا۔ پھر بھی انھوں نے اس کی ایک ایک پیر کو اٹھا کر اس طرح دیکھا جسے وہ قہور میں قہور قہور کر رہے ہوں۔

اود کا وہ دھڑکس میں توہین چھپا ہوا تھا؛ ان کا دیکھا جاتا تھا کیونکہ انھوں نے پھر بھی اس میں نیزہ دلی نہیں لہو کھسکے دیکھا۔ اور اس طرح ایک نیزے کی نوک نے توہین کا نیزہ زخمی کر دیا۔ اگر نیزہ اس کے سینے میں چھو جاتا تو اس کا لٹکا کچھ اور بھی ہوتا تھا۔

تلاشی کے جانے کے بعد رجول ممان نے توہین کو ان میں سے نکالا اور غصہ سے کہا:

توہین باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ چاند نکل رہا ہے اور چاندنی چیر چیر کے آ رہی ہے جس جگہ پڑا تھا وہاں ایک جنگلی تھا۔ توہین جنگلی میں گھس کے اس ندی کی طرف چلا ہے اس نے کچھ دن پہلے ایک مسئلے میں پار کیا تھا۔

اس وقت تک حافظہ کو پرورش آگیا اور وہ دھڑکے لگوں کے ساتھ شور مچا اور دل چاہا ہوا ادھر ہی کو آ رہا تھا توہین فوراً ندی میں اتر گیا اور خود کو ندی میں ڈبو دیا۔ صرف اس کا سر باہر تھا۔

تاجبخت سوار سے دھونڈتے ہوئے گھوڑوں پر سوار کھارے کھارے آ رہے تھے۔ ایک سوار کھارے کے اپنے قدر قریب تھا کہ توہین کا دیکھ لیا جانا اور کڑا جانا لازمی تھا۔ چنانچہ توہین ایسا ہی ہوا۔

وہ سوار بالکل توہین کے سر پر پہنچ گیا۔ اسے دیکھ کر خشک جھس، مگر پھر اس نے فوراً گھوڑا اگلے بڑھا دیا۔ معلوم اس نے کس جذبے کے تحت توہین کو گرفتار کرنے کے لیے نہ کیا۔

اس طرح توہین وہ بارہ پکڑا تو نہ لیا کیونکہ اس کی حالت اور بے بسی میں کئی فرق نہ پڑا۔ حساب تک لنگ کے جنگلی میں پکڑا ہوا تھا۔

چند لمحوں میں چھپا رہا پھر اس نے ایک ایسا فیصلہ کیا جس کی توقع کسی انتہائی عقائد اور باوجود انسان ہی سے کی جاسکتی تھی۔

توہین پانی سے نکلا اور ان سواروں کے پیچھے پیچھے چلا مشرورہ کو دیا ہوا اسے گرفتار کرنے کے لیے تلامش کر رہے تھے۔



تو جین کا سفر ایک ہر در قبیلہ کا رن جاری تھا۔
اس کے پاس ایک تھوڑے سے تھے، دو دو کے بجائے یہ الگ پہلے بزرگڑہ کرتے اور گھروں کا شمار کر رہے تھے۔
اس مشکل وقت نے اسے کئی سبق دیے اور اس کے تجربے میں بے پناہ اضافہ ہوا۔
تو جین نے سیکھا کہ کس طرح قاتل قاتل کرنے والے دیکھ سے بچا جاسکتا ہے اور پھر کس طرح اس کے تلب کو پھیر کر نکال دیا
جس کے تلب میں جین پھر آ کر چلا گیا پیدا ہوئی جی تھی۔
ان کا سفر تکلیف دہ تھا مگر وہ اسے جاری کر کے رہے۔
تو جین چاہتا تو اپنے آباؤ اجداد کی طرح کامیاب ہو کر کسی امن کی جگہ جاسکتا تھا مگر اسے اپنے وطن میں طے دھتے اور اپنے
نہروں والے گھلے سے ابھر کر نکال کر دیا گیا تھا، یہی وجہ تھی۔
سفر کرتے ہوئے وہ اپنے قبیلہ کے کچھ سے ملے اور وہیں میں پہنچا تو جین نے ان سے بطور خراج صرف چار جانور
اگلے جن میں:

ایک اونٹ

ایک گھوڑا

ایک بیل

اور ایک بھیر شامل تھی۔

پچھلے تو جین جانور اس کی ضرورت تھے اور بھیر اس نے ان کا سامان کے لیے لی تھی۔

تو جین نے دو باتوں سے سختی سے پرہیز کیا بلکہ ان سے بھی اس نے مزید پرہیز کیا۔

ایک تو بڑائی کا خیال۔ یہ یہو کی آنکھوں والی ابھی اس کا نشانہ کر رہی تھی۔ تو جین اس امر کی جگہ کے عالم میں
بڑائی کے خیمے سے بھلا تھا کہ وہ اس سے جس قدر گفتگو بھی کر کر سکتا تھا۔

اسے یہی قسمت یہ خیال ضرور سنا کہ کاش وہ نہ ملتا بڑائی کو قتل کر کے پڑا اٹھاؤ گا تو پھر یہ دنیا جس کے سامنے
یہ بڑائی کی گھر میں کاش تھی۔

تو جین وہاں جاسکتا تھا۔ بڑائی کی فکس کی ہوئے والی بڑی تھی، یہ پرستش اس نے خود پسند کیا تھا اور اس کے اوڑ
دھان کے پسند اس کی تصدیق کی تھی۔ بڑائی کا پاپ ایک حق تو قبیلہ کا مرد تھا۔ اس کے پاس نہ بڑو بڑو اردن کا

اور تو بڑا جاتا تو سر سے گھر کی آگ بھڑکتا اور دھواں پھینک کر اپنے خیمہ میں جاتا۔
رجل جھانکے تو جین سے غصہ ہو کر تھوکیا لیکن ذرا اس کا دل پیر نہ ہو سکیا۔ اس نے تو جین کو کھانا بھی دیا
اور وہ دھو بھی بلایا۔

جب تو جین کھانے چکا اس نے تو جین کو ایک مکان اور دو تیردے کہا:

اب تو جین ماں اور بھائی کو نسل کے پاس چلا جاؤ

تو جین پریشان تھا کہ اس نے رن کے باوجود وہ پیدل چل کر کیسے پار کرے گا اور اپنے دور دراز گاؤں میں کس طرح
پہنچے گا۔

رجل جھانکے اس کی یہ پریشانی بھی جانتا تھا اور اسے ایک گھوڑا بھی پیش کیا اور کہا:

اب اس دور پر گرو۔

اس طرح کسی تو جین تیرکان سے بھالے گھوڑے پر سوار ہو اور دشمن کی نگاہوں سے بچتا چلا آ گاؤں بعد
اپنے عزیز گھوڑوں میں بیٹھا مگر جب اس نے اپنے گھوڑے پر سے گاؤں کی حالت زار پر نگاہ کی تو اسے رجل جھانک کی بیان
کا بھلا غریب افسانہ یاد آ گیا کہ:

اگر تو بڑا جاتا تو سر سے گھر کی آگ بھڑکتا اور دھواں پھینک کر اپنے خیمہ میں جاتا۔

رجل جھانک کا گھر تو بڑائی کی ایک تو جین کا گھر ایک آگ کی بیٹھ بن گیا جس جگہ اس نے سینکڑوں خیمے جوڑے
تھے وہاں اب جگہ جگہ خاک کے ڈھیروں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کے دشمن نے خیموں اور ان کی چیزوں کو بھلا کھاتے
کر دیا تھا۔

تو جین نے خیمہ گاؤں پر ایک نظر ڈالا اور سڑکھا گیا۔ اس سے اس کے سر اور نکل کا اندازہ چلتا ہے۔ اس نے
اپنی ماں اور بہن بھائیوں کی تلاش شروع کر لی۔ تو بڑائی کے بعد اسے سب مل گئے۔

اس کی اہل جو خیموں پر دانت کرنے میں اپنی مثال نہ رکھتی تھی۔

اس کا بھائی شہر جو ایک کوشل جوان تھا۔

اس کی بیویں اور سوتیلی بھائی لکھنوی جو اس پر جان دیتا تھا۔

۱۔ یہ جلد یا غریب افسانہ منسل سے وقت لے رہے تھے جب کبھی متاع کا گھر کی افسانہ تاجی اور بر باد کا سفر
کھینچتا متعود ہوتا تھا۔

۲۔ تو جین جی جگہ جگہ کو بھی تو جین کا سوتیلی بھائی کھاتا ہے۔

آخر تیسرے دن تو چن کو راستے کے کنارے سے اس کا ایک ہم عمر جوان بیٹھا دکھائی دیا وہ گھوڑی کا دودھ دہہ رہا تھا۔

یہ کوئی عجیب کی بات نہ تھی۔ مثل گھوڑی کا دودھ بطور غذا کے استعمال کرتے تھے اور خصوصاً سفید گھوڑی کے دودھ کی شرب سب سے زیادہ تیز اور ذائقہ دار بھی مانتی تھی۔

”جوان!“

تو چن نے گھوڑی روک کر اسے مخاطب کیا:

”تمہ نے کسی کو آٹھ گھوڑے سے جیگا کر تو لے جاتے ہوئے نہیں دیکھا؟“

”ہاں۔“ پچھلے پہر کچھ لوگ آٹھ ناٹو گھوڑوں کو لے کر میرے پاس لے کر گئے تھے۔

جوان گھوڑی کو چوڑا کر کھڑا ہو گیا:

”میں تمہیں وہ راستہ دکھا دوں گا جہاں وہ لوگ گئے ہیں۔“

تو چن سوچنے لگا کہ یقیناً یہی لٹیرے اس آدمی کے آٹھ گھوڑے تھے۔

”تم نکلے ہوئے اور نہ کوئی دھمکاؤ تو ہوتے ہو۔“

جوان نے اسے غور سے دیکھ کر کہا پھر پشیمانی کی:

”میں تمہارے ساتھ ان کے قافلے میں چلیں گا۔“

اس غیر متوقع جہدوری سے تو چن بہت خوش ہوا۔

”تمہارا نام کیا ہے جوان؟“ اس نے پوچھا۔

”مجھے انجوری کہتے ہیں۔“

جوان نے جواب دیا: ”تم میرا ساتھ کر سکتے ہو۔“

تو چن اس پر پہلے ہی اعتماد کر چکا تھا۔ اس کی پیشکش اس قدر عکاسانہ تھی کہ تو چن اسے دوستی کی نظر سے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

تو چن نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا خوشی نے ظاہر کر دیا۔ اسے اپنے نئے دوست کی پیشکش قبول ہے۔

پنجوی نے ان گھوڑوں میں سے جنہیں وہ چارنا تھا، ایک سفید گھوڑے پر تین ڈال اور اسے تو چن کے حوالے کر دیا۔ تو چن کا ٹھکانا پورے پورے گھوڑی کو رہیں جو مرد ہو گیا۔

اب وہ دونوں ہی تیسری سے گھوڑے چرانے والوں کے قافلے میں گھولے جھگڑاتے تھے۔ آگے جانو سے

گھوڑوں کے قافلے میں انہیں ہر لمحہ ان کے قریب بے جا رہتے تھے۔

دوسرے دن لیگ کو چن کی لڑکھنویک وہ جیگا کا نظر لگا جہاں اس کے آٹھ گھوڑے آنا دار چڑ رہے تھے۔

ان دونوں نے آپس میں کھات لگائے اور گھوڑوں کو دھکیلے جانے کے بلے میں آہستہ آہستہ کوئی مضمہ بربالیا پھر

واپس بائیں سے اپنے گھوڑوں کے قریب پہنچے اور انہیں گھیر کر بائیں دھکیلا مضمہ روک دیا۔

تو چن اور پنجوی نے یہ کام اس قدر مہر سے کیا کہ تا جوت والوں کو اس دقت خبر ہوئی جب یہ دونوں ان گھوڑوں کا خبر کر گئے کہ یہ گھوڑوں کا لاشے تھے۔ چنانچہ ان کی جوت والوں نے ان دونوں کا فوری طور پر تعاقب شروع کر دیا۔

اب ایک زبردست گھوڑوں کا متعلق نظر آتا۔

قافلوں کے لڑائی میں ایک گھوڑا، جس کے آٹھ میں کندھ تھی اور وہ بھی ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا اپنے ساتھیوں سے ہٹ کر نکل آیا تھا۔ اس کا گھوڑا اس قدر تیز رفتار تھا کہ وہ چند ہی ثانیوں میں تو چن اور

پنجوی کے سر پر پہنچ گیا۔ اب یہ دونوں اس کی کندھ زدیں تھے۔

”تو چن!“

پنجوی نے چیخ کر کہا:

”کان مجھے دیدو۔ میں ذرا ظہر کرنا کا راستہ نہ دوں گا۔ تم اس دوران گھوڑوں کو ان کی پہنچ سے دور دھکیلے جاؤ۔“

تو چن نے پنجوی کی اس دھوری پیشکش کو جو پہلے سے کہیں نہ تھی، بے جا سے روک دیا۔

”نہیں پنجوی!“

اس نے جواباً جھٹک کر کہا:

”رکے کی غلطی میں نہ کرنا۔ گھٹا اٹھکاتے رہو۔“

”تو چن!“

پنجوی نے فوراً جواب دیا:

”تمہارے لیے گھوڑے دابھیں لے جانا سب سے اہم بات ہے۔ یہ گھوڑا لا سوار اس قدر قریب آ گیا ہے

کہ وہ کندہ بن گیا کہ میں گھوڑے سے کھینچ نکلتا ہے۔
”جو بھی بڑھو بیٹا“

”خوجن نے حاتم انکار کر دیا اور کہا:

”اگر تم میرے دوست ہو تو میرا خسروہ انزا در گھوڑے کو اند تیر چکاڑو“
”جیسے تمہاری ہمدردی پر فریختے تو ہیں“

اور بخوجی کا گھوڑا پسٹلے سے بھی تیز ہو گیا۔ جب تھکا کر نہ والے باطلی قریب پہنچتے گئے تو خوجن نے اپنے دوست سے کہا:

”ہوشیار بنو رچی۔ اب یہ دل نہیں نہ خا کر سکتے ہیں میں کھینچتا ہوں“

اس کے ساتھ ہی توہین نے غول کو گھوڑے پر چڑھا۔ تو کوش سے تیر نکال کے کان میں: جوٹا۔ پھر چلے چڑھا اور سفید گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آگے آنے والے تاج محل کو گھوڑے کے نشانہ کے تیر چھوڑ دیا۔
”خوجن کا نشانہ بھی مٹھان نہ جاتا تھا۔

اس کا تیز رفت کا پتیا ابن کر تائی جون جنگجو کی طرف پلکا اور میدان اس کے سینے میں انزگیا اور وہ زمین سے ٹک گیا۔

اس کے ساتھ جب فرج پڑے اور انہوں نے اپنے ہمار جوان کو جو ان سب سے زیادہ ہمسوا اور جرات جنگو تھا ”اس طرح زمین سے ٹکے جنگجو ان کے صوبے جواب دہے انہوں نے قابلہ کے چلتے اس میں خیر جان کر اپنے ساتھ لاکھ شہنشاہ کے در واپس چلے جائیں۔

خوجن اور بخوجی نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر وہ دونوں رات بسر کرنے کے بعد بخوجی کے باپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

”اما خان“

بخوجی نے اپنے باپ کو بتایا:

”جب میں نے خوجن کو تھکا لاندہ اور پریشان دیکھا تو میں نے اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر ہم دونوں مل کر تاج محل سے جنگوں سے خوجن کے آٹھ گھوڑے واپس لے آئے۔“

اس کے ساتھ ہی بخوجی نے دودھ سے بھرا برتن ہڈیاں باپ کو پیش کیا تاکہ اس کا منہ ٹھنڈا رہے۔ بخوجی کے باپ نے ناراض ہونے کے بجائے قہر اور دلچسپی سے بیٹے کا کاشیں نہیں۔

”کون توہین کے تباہ و برباد ہوئے تھے کہ توہین کے بچپن کے کارنامے ایک خبر ایسی سے دہری غیر ہستی

اور ایک سے دوسرے قبیلہ تک پھیل چکے تھے۔

پھر اس نے سہرا چاک کر کہا:

”خوجن کی بہت اور مسئلہ تھا اب تو یہ ہے:

اب اس نے بخوجی کی طرف دیکھا اور بولا:

”بخوجی! تم دونوں جوان جو میں چاہتا ہوں تم دونوں دوست بن جاؤ کیونکہ ایک سے دوسرے حال بچے ہوتے ہیں۔

”ٹھیک ہے اما خان“

بخوجی نے جواب میں سادہ مندی سے کہا:

”خوجن کی ہمدردی کا میں خود غافل ہو چکا ہوں۔ میں تو خوجن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں اور اسے اپنا استاد مانا ہوں۔“

بخوجی کا باپ بیٹے کی بات سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے خوجن کو کھانا کھلا یا۔ اسے دودھ سے بھرا ہوا ایک قندیل پیش کیا اور دعوت سے رخصت کر دیا۔

بخوجی جو توہین سے لگ کر اس کا چکا دوست بن گیا تھا اسے رخصت کرنے کے لیے قہوڑی دودھ تک اس کے ساتھ لگا۔

”استاد توہین چنگیز خان“

بخوجی نے اسے رخصت کرتے ہوئے کہا:

”بہت جلد میں تمہارے پاس پہنچوں گا۔“

توہین نے اسے بڑا بھری نظروں سے دیکھا اور اپنے رستے پر چل پڑا۔

بخوجی نے اپنا کام ادا کر دکھایا۔ وہ چند ہی دنوں بعد اپنے باپ کو بھڑکے توہین جنگجوئی کے پاس پہنچا۔

توہین نے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے دریاہنست کیا:

”تو بڑی جلدی آگیا بخوجی“

بخوجی میں سے بولا:

”میں اپنے دوست اور رفیق سے زیادہ دن کے دور رہ سکتا تھا؟“

”تو تھک ہے۔ لیکن تمہیں میرے ساتھ دو آرام نہ مل سکے گا تو تمہیں اپنی خیمہ گاہ میں اپنے

تو چین کیس نہیں تھا اور نہ اس کے جوان ساتھی۔ وہ اسان غلاموں ہی نہیں تھا۔ اگر کوئی اس کے ساتھ کوئی بھلائی کرتا یا اس کا ساتھ دیتا تو وہ ہمیشہ اسے یاد رکھتا۔
تو چین چیکنگز خان میں دو درجہ جاسٹس کے عہدہ پر فائز ہو چکے تھے اور ساتھی بھی اس کے دوست کم اور دشمن زیادہ تھے۔
اس نے یہ لگ سیکر کیا تھا کہ جلال کے ذریعے طاقت کو زیر کیا جا سکتا ہے۔ مگر وہ اس کے لیے بکا رہا تھا۔
وہ طاقتور جوانوں سے محبت کرتا تھا۔ وہ اپنے وعدے کا بڑا بکا تھا۔ اگر کسی سے کوئی وعدہ کر لیتا تو اسے ضرور پورا کرتا تھا۔



باپ کے پاس حاصل تھا۔
"رفاقت، آرام اور تکلیف کو نہیں دیکھتی؟"
"بھوری نے جیدگی سے کہا:
"میرے لیے بہت ہے کہ تم جیسا جوان میرا دوست ہو۔"
"بھوری انھوں نے لیے سیاہ سویر لیا تھا وہ اس نے تو چین کے حوالے کر دیا اور کہا:
"یہ ایک جوشیلا شخص ہے۔"
"مجھے نہیں سمجھتا تھا کہ میں ہوتے بھوری۔"
تو چین نے سکرا کر کہا:
"آں کی قدر دل میں پوچھ رہا۔"
پھر اس نے بھوری سے کہا:
"مجھے معلوم ہے بھوری، اگر تم اس دن میرے ساتھ تاجکوت والوں کی خبر گاہ میں نہ ملتے تو میں اپنے گھوڑے واپس نہ لاسکتا تھا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں بھوری۔ یہ بات مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔"
"مساؤ تو چین۔"
"بھوری نے بات مٹا دیا ہی:
"یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔"
"اگر تو چھوٹی باتیں ہی یاد رکھنے کے قابل ہو تو میں بھوری؟"
اس کے بعد تو چین نے اسے ایک اور بات سنائی:
"یہ آٹھ گھنٹے مجھے تمہارا وعدہ سے حاصل ہوئے ہیں بھوری۔"
"تو پھر؟"
"بھوری نے اسے سرائی کر لی۔
"اس لیے ان میں جا رہے تھا کہ تمہارے انیس تہ لے لو۔"
"نہیں استاد۔"
"بھوری نے صاف انکار کر دیا:
"اگر میں تم سے تمہاری کوئی چیز لے لوں تو پھر میں تمہارا دوست کیسے ہوا؟"
تو چین لاجواب ہو گیا۔

کھواران لھاوان کے درمیان کی سرسبز و شاداب چراگاہوں پر ایک طرح سے اسی کا نقشہ تھا اور نشان یہ
تہ ان چراگاہوں سے بے دخل کرنے کے لیے اکثر بڑے بڑے علی کیا کرتے تھے لیکن وہ تو جی کو ان چراگاہوں سے
ازم کر کے۔

صرف یہ ہوا کہ تو جی ان کے حملوں کے دوران کچھ حصے کے لیے موبیسی طرف چلا جاتا اور ان کی دایہی کے بغیر
ان چراگاہوں پر نقشہ چلا لیتا۔

شجاعت
جہا نى طاقت
اور کچھ رتھ

ان تینوں اصناف نے اسے آہستہ آہستہ ایک لیڈر کی صورت میں تبدیل کر دیا اور محل اسے اپنی امیدوں کا مرکز
سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔

پھر لوگوں کی زبان پر یہ کلمہ چل گیا:

"تو جی اور اس کے پیروں کی طاقت بڑھتی جا رہی ہے۔"

تو جی کے پانچ سالہ اسی جو وہ جس کو کر گئے پیچھ وہ وقت کی بھٹی سے نکلا تو کندن میں چکا تھا۔ اب
وہ اسے اور اس کے قبیلہ والوں کو طرح طرح کی سازشوں سے یاد کرتے تھے مثلاً وہ کہتے:

شمال کے دشمنی ترکان دالے لوں

اور پنجہ سید پانڈوں کے رہنے والے لوں

ہننے بولنے دانتے گانے دالے لوں

لیے دونوں کی

لیے دونوں کے لوگ انہیں اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ ان علاقوں میں خود ساختہ ڈراموں جیسا کہ وہ اور چھاء
کی رات ہوتی تھی۔ وہ ان کے مالک کو سچا کرتا اور اچھے مال سورج ظہر آتا تھا کیس اس کے باوجود وہاں
ان دنوں ہر طرف رشوت پھیلی ہوئی تھی اور ان کے لوگ اپنے عمل کا ناکام کرتے رہتے تھے۔

ان کی زندگی کے لیے ایک سنگین سخت تھی۔ ایک مسئلہ جدوجہد اور ایسے لوگوں کو سر دنت ذرا سی
الطمان حاصل ہوتا وہ خوب بننے اور قہرے کھاتے تھے۔ ان کے رشتہ بھی ان کی طرح سناٹا بنے۔ ان کے علم
ہوتے تھے۔

اسی طرح ان کا تفریبات اور مضامین بھی نہایت خندہ بودی تھیں۔ عام طور پر ان کی زندگیوں میں دلیسے

تو جی آہستہ آہستہ طاقت پر فہرما تھا۔

اس کے قبیلہ "بالا" کے لوگ اس کے باپ کی سو کافی کی موت کے بعد اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے مگر اب
وہ چہرے دھیرے دھیرے آ رہے تھے۔ اور اس کی خبر گاہ کی گاڑیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا تھا۔

تو جی جانتا تھا کہ اسے قبیلہ کی برہاری کافی تھیں اس وقت تک حاصل ہے جب تک وہ اپنے اور اپنے قبیلے
والوں کے مابین کو خود غلوں کی دوست برد سے محفوظ رکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

قبیلہ کے قانون کے مطابق اگر قبیلہ کے مخالفوں کے گھاروں کے پتہ چلا دیں تو جی کا کوئی حق نہیں
بلکہ وہ ہر قبیلہ کی ملکیت تھی۔

اس نے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ اس کے قبیلہ "بالا" کا ساتھ دینے والے اس وقت تک تو جی کو اپنا سوا
تسلیم کریں جب تک تو جی انہیں پناہ دے سکے۔ درہ اس کی برہاری کو ختم کر کے کسی دوسرے کو سردار
بنایا جا سکتا ہے۔

ہوشیاری اور سہارا کی ہی تو جی کو زندہ رکھے ہوئے تھی۔ مگر کے ساتھ ساتھ اس کی فراغت اور عقلندی میں بھی
اضافہ ہوتا تھا۔

اس کے دل میں کمر پورے تھیں نہ صرف ایک ہی کار زوار اور امید شعلہ زن تھی کہ:

"کسی طرح وہ جلد سے میرا ہی سرانٹ گا کہ میرا جلتے و

یہ آرزو اور امید اب چنگاری سے شعلہ بنی جا رہی تھی!

مواتے آتے تھے جن پر بخون کے جیستر قابلِ مبعوث ہوتے تھے۔ اور یہ مواتے تھے:

۱۔ شادی

۲۔ موت

ان دونوں مواقع پر غریبوں کی زیادہ کھانے کا منظر ہوا کرتا تھا۔ منی خوب کھاتے اور خوب پیتے تھے۔ چٹا
مٹا ہوا کچرہ بیکر کے ہاتھ سے پڑھتا تھا۔

ایسی ہی تقریروں میں نہر خورانی کی داد دینا ہوتا تھا۔ یہی ایک فیصلہ کن چیز
کا شمار ہو کر رہا تھا۔

تو جی جیستہ سال کا ہوا تو اس نے منی کا حق حاصل کر لی کہ وہ مراٹھا چل سکتا۔ اسے بخون میں ایک مرکز
حیثیت حاصل ہو چکی تھی اور اس کے گرد بہت سے چوٹے خالص پتا واصل کئے ہوئے تھے۔

حاکم کے اس حوصلے کے بعد گوند نے تو جی کو چیکر خان کو متاثر کر دیا۔ یہ دراصل اس کی مسلسل جدوجہد
موجودہ حالت کا پل تھا۔

اس وقت سرمایہ چیکر کے دل میں دہنے نہ تھا اور نہ ہی تھا۔

ہولناختی تو یہ تھا کہ وہ اب اس قابل ہو گیا کہ قبیلہ خرات کے پورے خلیفہ سے بحیثیت ایک طرف
کے مظان کو لے کر اس کے باب کو کالعدم کر دیا۔

دوسرا خیال تو چیکر خان کے داغ میں بدل ہوا اور پیدا ہوئے ہی بڑا شدید ہو گیا۔ وہ تھا اس کی سگیتر
بورتانی کا جسے نورمال کی عمر میں چھوڑ کر اسے بھانپا پڑا تھا۔



میرزا امجد علی بھگت۔

میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔

میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔

میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔ میرزا امجد علی بھگت۔

اس واقعہ کو اب پارسی مارکر چکے تھے۔ نورمال کی بورتانی بے بیوہ سال کی عمر پر دو غریبوں کی جانے والے
توبہ کے قصور سے ان پر مجرم اٹھاتی تھی۔

بیس سال چیکر خان کا تھا۔ اسے نورمال کا خیال کا تو میں آتا ہی چلا گیا۔ آٹھ سال سے فیصلہ کیا تھا ابھی وہ کن کا نام نہ
درست لو کہ اس کے اپنے تئیں میں نے لگا۔

منی تقریباً تین گھنٹہ کا قصور کا کاڑھ تھے۔ اس کا نہنگ مسلسل جگ و جل سے عبارت تھی اس لیے جب میں کوئی
تقریب منعقد ہوتی تو اس سے اس کی ایک نئے ٹکڑے کی شکل میں اس کا سامنا تھا۔

شادی کے علاوہ موت کی تقریبات بھی تھیں جس میں بکائے روئے پینے کے الگ الگ دوسرے سے خوش آمد
لئے اپنے اپنے لئے اور میر کو کھاتے پیتے تھے۔

پس!

جب چیکر خان نے ہونے والی دوسرے باب کو اطلاع بھائی نہ،

میں اپنی دوسرے باب کو اطلاع بھائی نہ،

تو نورمال کے قبیلے والے خوش ہوئے۔ کیونکہ چیکر خان تو جی کے ایک دم منظر سے ناہ ہو جانے اور
پانچ سال تک کوئی تقریر نہ لینے کے سبب انہوں نے کچھ دیا تھا کہ تو جی اپنی منی کو لینے میں آئے گا۔ اس لیے اب

اس کی طرف سے یہ فکر نہ پڑا کہ میں تو جی کی ایک دم خوشی اور انہوں نے پورے نذر خور سے بات کے استقبال
کی تیاریاں شروع کر دیں۔

تو جی نے اپنے نئے ایک باقیات چیکر خان کو لے کر لیا تھا اور وہ شری شری سے نورمال کی فریاد میں بیٹھا۔
اس نے اپنے آئے کے دن کی پہلی ہی شکر دہائی اس لیے وہ منی کے قبیلہ والوں نے ہاتھ پیروں کے جوڑوں نے بڑے ہی

پرجوش انداز میں اس کا استقبال کیا۔

چیکر خان کے ساتھ کئی منی جمع ہوئے تھے چاہے ٹھوس کھاتے نورمال کی کو بیات آئے تھے۔ نورمال کے قبیلے کے
جوان بھی خوب سچ دھجے کے قریب میں آئے تھے۔ ان کی شان بھی قابل دید تھی۔

اس قبیلے کے جوانوں کے پاس کچھ اس طرح تھے،

بیرا کی کھانے کا نام ہے

دماغت کیے ہوئے کے شلے

سینہ پر بھیا نقش نگار سے آکر تیری سفید پوش

گھوڑوں کی دھجیوں پر بانی کی کسی ہونٹیں

آخر ضحیٰ کا وقت آگیا۔ پورے تالی گاؤں اور بسوں کا اٹالہ باہر اچھٹے اٹھ اور بے تماشہ باہر کی طرف بھاگ نکلی۔ اس کے پیچھے اس کی خادیاں اور بیٹیں سجدہ کے نیچے کے دروازے تک پہنچ گئیں اور جگر کھڑی ہو گئیں۔

اب دل بھگینے خان کی بارہی سے باہر نکل کر ضیوں بھاگ کر اپنی دامن کو کمر باندھا۔ دوسری طرف دامن کی حفاظت پر مامور خادموں اور بسوں کو اس کا راستہ روکنا تھا۔ ان کو دامن کو دھکے کا ڈر تھا۔ یہی مایاکی اعلیٰ تھی۔

چنگیز خان ایک کے خیمے کے دروازے پر پہنچا تو اس نے دامن کی زوردار اپنی ساریں کو سدھارہ پایا۔ سب نے اسے گھیر لیا۔

”کہاں جا رہے ہو شہزادہ؟“ ایک شہنشاہی چشم مالی اٹھا کے بولا۔

”تم جانتی ہو میں کہاں جا رہا ہوں؟“ چنگیز خان کی سناک تیربولوں پر اچھٹ ایک خوش گوار تیرہلی اٹھ گئی۔

”میں۔“

اس نے اسی لیے میں کہا:

”جانتی تو تم سے نہیں پوچھتی؟“

پھر جب کب کھٹکھٹا کے ہنس پڑیں، جیسے گلستان کی لہاں گی۔ باہر میں ٹوٹ پڑیں۔

مٹھانے سے مٹ پاؤں نہ... چنگیز کے چہرے پر ہنسنے کی شگبیں ابھریں۔

”اے اہل ان کا غور خوار۔“

یہ ایک اور دیدہ ویر مائی کی آواز تھی جو اس کے سامنے لی کھڑی ہو گئی تھی:

”تمہیں کو کشتن کر دوں یہ پتہ چانکھو کے ہاں میں نہ؟“

مٹ پاؤں نہ... تمہیں غصہ اٹھانے کا۔

چنگیز خان اپنے لیے یہ سختی پیدا کر کے نکلا کہ ان کشتن کر دیا تھا مگر وہ کو کبھی ہتھیار نہ دیکھا تھا۔ اس کی زبان پر ہرے لگا رہی تھیں۔

”تمہیں نہیں لگے... تمہیں نہیں لگے۔“

وہ ڈیڑھ تیرہ لگتی:

”اگر تم نے ہاتھ کے آگے بڑھنا چاہا تو میں تمہارے گلے میں کلک گاؤں گا۔“

وہ ایک خوش فہمی کے عالم میں کڑی کڑی کڑواہی بکھیر رہی تھی۔ اس کی خادیاں اور دوسری بیٹیں سکران کی بیٹیں

کاہنوں پر بڑے

ان جو ان کے چہروں کی زبان کا طہر نکلی ہوئی تھیں۔ سخت سردی اور ہوا کے تغیراتوں سے بچنے کے لیے چہروں پر چھری کی تہیں تھیں۔ اداس چہروں پر خاکہ گر دھجی ہوئی تھی۔

چنگیز خان ان جو ان سے بڑی خوشدلی سے ملا اور وہ جوان، چنگیز خان کے منسوب بدلت اور غیر حملہ چہرے کے خطوط سے بہت تماشہ ہوئے۔

پورے تالی کے باہر سے دھکے لگا:

خیمہ میں سے سنا کہ تم بہت بڑے بڑے دشمنوں میں گھر گئے ہو تو مجھے یہ امید نہ رہی کہ میں تمہیں زندہ و سلامت دیکھ سکوں گا۔

اور پھر خیموں کے رواجی قیود قیود اور بے تماشہ منہی مذاق شروع ہو گئے۔ ملازم اچھے اور بھاگ دوڑ رہے تھے کہ سنا کہ تازے دھنوں اور میٹروں کو گڑا کر گریں۔ گوشت کے نیچے بنا میں اور باران کے لیے کھانے کا انتظام کریں۔

مغلوں کا دستور تھا کہ جب دو کھانے کے خیمے کے اندر داخل ہوتے تو اپنا اسلو آنا دیکر باہر ہی رکھ دیتے۔ پھر زور جاکر زوروں کے دائیں جانب بیٹھنے کے لیے بیٹھنے اور تالیاں بٹانے لگتے۔

تو کمر باندھنے کے لیے شراب لاتے تو بیٹھنے کے بارے میں چاروں میں پادریوں کی خوشنودی کے لیے ذرا ڈراما شروع ہو کر دیتے۔ پھر وہ شروع ہوتا اور اگلیاں سے چھینا لگتے۔

آج پورے تالی کی امید رہی تھی۔ یہ چار سال سے اس دن کا انتظار کر رہی تھی۔ ان چار سالوں میں چنگیز خان نے نہ معلوم کتنے آگ کے دیباچے کیے تھے۔ کتنی راجوت کے جھنڈا تھا۔ کتنی گورہ صاحب میں تانتہ تار تھا اور اس کے استعمال، پھر ان اور چار لاکھ سال سے ہر مشکل میں سدا رہا۔ اب وہ اس مقام پر پہنچ چکا تھا کہ بے خوف و خطر اپنی دامن کر

بیاد کے لیے لگاتے۔

پورے تالی کے باپ نے دو تین دن بات کی خوب غلطیوں کا کچھ ترسہ سے دن بڑھائی کو اس کا خیمہ میں لایا گیا تھا۔ دو دن قبلوں کے لوگ بیٹھے۔

پورے تالی کی صاحبہ ہر جگہ کھڑی تھی۔ اس کے جسم پر سفید سوز کا لباس تھا جو ٹوٹوں میں چاندی کے ککے اور منحنی منحنیوں پر لگی تھیں۔ ہر منحنیوں کی کان کا ٹوڑی لگا رہی تھی جس پر شہنشاہی ہاتھ تھا۔

پورے تالی اس وقت تک خاموش تھی۔ کبھی کبھی خیمہ میں آگیا مگر کبھی اس کا گھبراہٹ سے خیمہ میں آگیا مگر کبھی ہر جگہ

مکھڑا نہیں کھڑی تھیں۔ ایک سال سے ایک سوڑا رہے تھے۔

بلکہ دور سے نہیں پڑیں۔

”بڑے جاودانی انسان کی قسم.....“ اور وہ جلدی سے چلیز کے سامنے سے بٹ گئی۔

چلیز خان نے راستہ سامان دیکھا تو انہیں ہنستا فیتھے لگا باجھو ڈر تیزی سے ان کے دربان سے ٹکلا اور سامنے کے شے کی طرف دوڑ پڑا۔

شما کا سایاں اور خادائیں بھی اس کے تعاقب میں دوڑیں۔ چلیز خان نے بھی عیس داخل ہو کر ادھر ادھر نظر پڑا دوڑائیں کر رہا بالکل خالی تھا۔

وہ نا کاہا ہر گزے لگا تو ایک اور سالے سے ٹکرایا مگر ایسی زوردار تھی کہ وہ دو شیراز چلا کر زمین پر گر گئے۔ گلی۔

مجھو را چلیز خان کا سہا پچھے اٹھوں پر ہنگام پڑا۔

”خدا دے یہ کیا غضب کر رہے ہو۔“

ایک ہوان علی خادمہ فوراً اٹھ کر گیا۔

”یہ برونائی کی کن ہے۔ اسے کیوں لڑو میں لے لیا؟“

چلیز خان ان ملازمین بری حال پر غور کیا۔ اس نے فوراً اپنے ہاتھ کوٹھل دیے من پر وہ صائی کو اٹھائے ہوئے تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی وہم سے زمین پر آ رہی۔

پھر ایک فتنہ اور مسلسل فتنے لہر بہنے لگے۔

چلیز خان غل غل جاہو کہ دوسرے شے کی طرف دوڑا جس کا پورا اسناد اسی کے تعاقب میں مسسین ملن ہوا کہ تھا۔

چلیز خان دوسرے بھی عیس داخل ہوا وہ بھی غل غل تھا۔ پھر تیسرا چوتھا۔ پانچواں خیر۔ اس نے دس شے دیکھیں ڈالے مگر اسی کا کہ ہر راہروں۔ تیزی سے اور لڑائیاں اس کے ساتھ تھیں۔

”تو ساتھی تمہیں نہیں ملے تھی نہ اوسے“ ایک بول۔

”ہماری خوشامد کرو۔ یہ دوری یاد آ رہی تھی۔“

چلیز کی توبوں پر دل نہ لگے۔

”ہم نے خوشامد کرنا نہیں سیکھا۔“

ایک سالہ سالے کے شو کے اس کا چہرہ کی سبز پوش لڑکھا۔

”یہ میدان جنگ نہیں ہے غمناک ہے۔ جیتنا نہیں نہ دکھانے۔“

چلیز کو راز اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کے دل نے بھی غصہ کیا۔ یہ تو ہمیشہ ذاتی کا موقع تھا جس وقت

غصہ کیوں آ رہا ہے؟

”ساحات کا غلط ہو گئی۔“

وہ فوراً ہی نرم پڑ گیا۔

”میں بھول گیا تھا کہ یہ شادی کی انوڈن ہے۔“

پچھلے سال کی سکرانی۔

”پھر اب کیا راز ہے؟“

”انعام دینے کو تیار ہوں۔“

”کیا درگے انعام ہیں؟“

”دوستید گھوڑیاں۔“

”یہ انعام کیا دے دقار سے کرتے۔“

”اچھا۔ ہم اپنے ہاتھ گھوڑیاں اور گھوڑیاں تمہیں دے دیں گے۔“

”پھر تم کیسے جاؤ گے؟“

اسی وقت ایک خادمہ نے ایک شے کی طرف اشارہ کیا اور چلیز خان اس غول پرستانی کو وہیں چھوڑ کر

انچیز کی طرف لے جانے لگا۔

”اگر کوئلے ایک دوسرے کا نہ دیکھا پھر سب کسب بھاگ کر آگے پڑیں اور چلیز خان کے سامنے ہاتھ کھڑی ہو گئیں۔“

ایک سالہ لڑکے کو،

”تمہیں کس نے تباہ کر دیا تو اس کی خچہ میں بھی ہوئے؟“

”ہواؤں نے۔“

چلیز خان سکرار کا تھا۔

”مجھے برونائی کی خبر ہو تو دل نے دی ہے۔“

سالہ لڑکے کا تازہ سے بول،

”ہوا میں کبھی باتیں کرتی ہیں؟“

”کیوں نہیں.....“ وہ زور سے کہہ بولا۔

”یہ ہوا میں کبھی ہوا سے پاس جاودانی آسمان کے ٹکڑے کے آتی ہیں۔ اب مجھے مت روکو۔ میں

جاتا ہوں میری بورتائی اسی چیز سے ہے۔

”اچھا“

مائی نے مجبور ہو کر کہا:

”یہ اتنا اکلندہ کر دو۔ پھر جانے دیجئے۔“

لوگوں نے چنگیز خان کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا کہ جیسے بڑے بڑے پر کاہہ ہوں۔ اس نے میری محسوس کر لیا کہ کبھی پہلی انگلیوں سے نہیں نکلے گا:

”مجھے جانے دو ورنہ.....“

چنگیز خان نے انہیں تینہ کی توہمی مائی بولی:

”ورنہ کیا؟“

”ورنہ میں زبردستی تمہارے درمیان سے نکل جاؤں گا۔“

”ہم بھی مثل زاد ہاں ہیں۔ نکل کے کھاؤ۔“

لوگ کیاں بھڑائی پر کاہہ ہو گئیں۔

چنگیز خان نے قدم بڑھایا۔ پانچ لوگیاں فراموش کر گئیں۔ پانچ باغی لوگیاں اس کے لمحوں میں چمٹ گئیں۔ کبھی خادماں اس کے پیروں کے گرد ہاتھ ڈال کر بیٹھ گئیں۔

چنگیز خان کدھر دست طاقت اور تہذیبی چین جسے تہذیبی اب تو وہ تہذیبی سال کا جوان تھا اور بھی ایسا کہ اگر تہذیبی نہیں ہاتھ ڈال دے تو تہذیبی ہے کہ اس کے بچے بھی تہذیبی ہوں گے۔

اس نے سیدھے ان کو آکر دھڑکا اور بائیں ہاتھ سے بٹنی بڑھائی اور بائیں گھٹن اور اپنے ہاتھ سے ملانے لگیں۔

اسی طرح چنگیز نے اپنا دھڑکا اور پھر پھر چنگیز کو لوگوں اور خادماؤں کو دو پیٹیکا اور پھر پھر بڑھا، اس طرح اس کے لیے کبھی بٹنی بڑھائی لوگیاں اس کے ساتھ گھٹن رہا تھیں۔

آخوند ان لوگوں کی سمیت خیمے میں داخل ہوا۔

بورتائی جیسے نوک بارش ہو رہی تھی۔ دھڑکا پڑھتی تھی۔ چنگیز خان کو داخل ہوتے دیکھ کر وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

دو زون کی نظر میں

بورتائی نے دو ہزار سال تک ان کی نظریں نہ چلی گئیں۔

خیمے کے اندر داخل ہوتے ہی بارتائیوں اور خادماؤں نے چنگیز خان کو چھوڑ دیا اور ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ رانہیں سنا آتی ہی اجازت تھی۔ ان کا آہستہ ہو چکا تھا۔

چنگیز نے بارتائیوں کی نظروں سے اپنی دامن کو دیکھا:

”میرے ساتھ بچوں کی بورتائی؟“

”ملی پھول.....“

بورتائی نے داغ آواز میں جواب دیا:

”تم تو میرے ادا تھے ہو۔“

چنگیز اور بورتائی کی چار سال بعد پہلی ملاقات اور گھٹن تھی۔ بورتائی کی رمانداری حاصل کرتے ہی چنگیز نے خادموں سے کہا:

”بھاگ کے جاؤ۔ دو زون کے گھوڑے یہاں بیچ دو۔“

خادموں باہر ہو گئے۔

چنگیز خان نے اسے روک کر دوسرا کہا:

”ہمارے سگ بھائیوں سے کہنا کہ تیار رہیں۔ ہم ابھی واپس جا رہے ہیں۔“

چنگیز خان کو نے کھانے کے لیے ایک جھانپا ٹھونسے ساتھ لیا تھا۔ بورتائی کو اس پر سوار کیا گیا پھر چنگیز خان نے گھوڑے پر سوار ہوا۔

دلہا دامن تو فرماؤں اور خادماؤں کے جلو میں سر داکے بڑے خیمے میں پہنچے جہاں تمام باقی جیسے تھے۔ بورتائی ٹھونسے آرائی۔

ہاں! اب اور میں بھاؤں سے ملے کہ وہ دوبارہ سوار ہوئی۔ قبیلے والوں نے بادشاہی نیلے تاج کو دیکھ کر اپنی دھاؤں کے ساتھ سے دھنک لیا۔ سلطان دھما دھما اور چنگیز خان کے ساتھ آئے والے سلاخوڑوں کو جاتے ہوئے دھڑک دھڑک دھڑک دھڑک۔

بورتائی کا ٹھونسے چنگیز خان کا گھوڑا ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بورتائی کا ٹھونسے ٹھک چل رہا تھا۔ اس کے سینے اور کمر پر بیٹھ کر بندھے ہوئے تھے۔

چنگیز خان نے بورتائی کی نظروں میں سے مرآت اس کی نظر کو ساتھ لیا تھا جس نے اسے اشارے سے بتایا تھا کہ بورتائی

۱۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ چنگیز خان بورتائی کو اپنے اگلے گھوڑے پر بٹھا کر لے گیا تھا۔

ہو جاتے تھے۔

منزل جب اپنے گھوڑوں کا بچوں پھرنی کا بدلہ میں ہیرا مال کس سفر کرتے تو ان کا نظریہ ہمارا رافق کا جائزہ لیتا۔ اسی لیے کہ رافق بیان کے دشمن رہتے تھے جو اکثر بکوش کر کے ان کے گون کا اٹھا کر لے جاتے تھے۔ ان تمام محنت کش بندگان کے باوجود زنگی سے محبت کرتے اور بھرت خود کو نذر دھکے کا ٹکڑا مانتے تھے۔

جنگیز خان کے تہذیبیالک کے لوگ مرد پران کے منتظر تھے۔ انوں نے دہلا اور دہن کو خوش آمدید کہا اور ان کو جوں کی شکل میں جنگیز کے غور پر لے گئے۔

اب بورما ٹی خان کی بیوی تھی۔

چنگیز خان کی بیوی !

ضمومت پڑنے پر بورڈ مانی سریشیں کا دودھ بھی دیا دیتی تھی۔ میرا دل کلمہ م موجودگی میں وہ جانوروں کے
 روبرو دل کا گلہ بانی بھی کرتی تھی۔

خجور کے لیے جفتا تیار کرنا، اریشیوں کی تانت سے کپڑا بنانا، مردوں کے لیے عود سے اور چل تیار کرنا بھی اسی کے فرائض میں شامل تھا۔

ہے شک ہر سال کا مرتبہ دوسری تمام صورتوں سے ملندھا۔ اسے ہر تالیف و تصنیف کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ وہ عربی یا کلاسیلے میں ہر عزت سے نسخہ و کتبہ کی جانتی جگہ تک پکیزہ نفاذ کے ساتھ کچھ نئے چھوٹے حلیف قبائل بھی اس کا سچے دل سے احقر کرتے تھے۔

مخلو کے یہ قبیلے جو ہزاروں کی تعداد میں دور دور تک منتشر تھے، اپنے رہی میں، کچھ رکھاڑ اور کاشت
اطوار میں تمدن دنیا سے بالکل مختلف تھے۔

مغلوں کے اوپر کے دھڑلا بنے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے پیرگنوں کی کارکابوں میں پڑے پڑے خمیدہ

۱۔ رشید

”سفر ختم ہونے کے بعد جب خیمے کا ٹارپون سے آوار کے نصب کیے جاتے ہیں تو

جو تھا قاعد اگر وہ کسی موقع پر اس سے مدد طلب کرنا تو طفل انکار نہ کر سکتا تھا۔

لگ بھگ خان کی فطرت عجیب تھی۔ اس کے باپ بھوکائی کے سرنے کے بعد شلالہ کی تانی جوت جگمگوں نے اس کے تبدیل پر حکمران کے لئے تسخیر کر ڈالا تھا اور چلیگز خان اس کا ایک بیٹا بن سکیا جس کے بعد در بدر ہو گئے تھے۔ بیٹن سن بٹہ ہوئے تھے۔ ملازم بھی چلیگز خان سے اپنے دست و پاڑے پھر سرکار مارا اور اس نے کسی سے بھی مدد لینے کا خیال اپنے زہم سے جھٹک دیا۔

اس خان کا بڑا بڑا اور بدردی کے زمانے میں اس چلیگز خان کو خود بھارت کا تو اسے اپنے درجنوں سے عہدے کی کئی ان میں سے ایک تو بتائی کہ باپ قتلہ اس وقت چلیگز خان کو برتاؤ کی گفتگو کی تھی جو چلیگز خان کے لئے اس کا مال تھا۔

بھارت کا باپ کوئی معمولی آدمی نہ تھا کہ ایک بڑا مصلحت پرور تھا کیونکہ چلیگز خان اس وقت تک اس کے پاس نہ گیا جب تک اس نے اپنا سردار کی حیثیت بحال نہ کر لی۔

دوسرا حلیف اس کے باپ کا دوست اور سردار لڑا تھا جس نے لڑنے قبلہ کا سردار اور شجاع طفل خان تھا جو ایک حوالے سے چلیگز خان کو مدد دینے پر اعلان کی طور پر پابند تھا۔ لگ بھگ چلیگز خان نے اس کا ٹوٹا بھجوا کر لڑا تھا اور ایک ہی اپنی صیحت چھڑا کر۔

ایک روایت ہے کہ شلالہ کے روز میں جب چلیگز خان اور دوسرے حلیف تھے پھر اس کا تھا اس کے ایک ساتھی نے کہا: "خان! تم سب سے قبلہ کے سردار طفل سے مدد کیوں حاصل نہیں کرتے۔ وہ قلعہ باپ کا منہ بولا حلیف ہے اور اندرون سے نہ تم سے کسی کا تھا؟"

اس شخص کا چلیگز خان نے جواب دیا:

"خان! تو کبھی نہ ملوں گی طرح طفل خان کے پاس بننے سے اس کی نفرت حاصل ہوگی نہیں۔ انڈیا میں کسی فخر پر اور حق پر ہوا جان کا گڑھ گڑھ۔"

آج وہ خوشی خوشی طفل خان سے ملے ملا تھا۔ اس لیے کہ اس کے حالات درست تھے۔ سامنے اس کے بڑے سردار کی کچھ سیس تک حال میں تھی۔ بھارت کے ساتھ سردار کی حالت بھی اسی تھی۔ وہ طفل خان کو کچھ کا بارہ بھی دے سکتا تھا۔

طفل خان ایک مبلغ بڑا دماغ صاحب کھڑا سردار تھا۔ وہ خود بھارتی تھا۔ اس کے قبیلے والے کا طور پر غلطی سمجھائی تھی۔ طفل خان کا خیرات میدان روپائی زمینوں کا ایک تھا۔ قباں پاب دہ کا کاشتر آگہ۔ وہ بھارت کے پسند

اور دہال باندھی تھی۔

دو لمبے یہ بھی بیان کیا ہے کہ

"ہاں بھارت کو خریدنا پڑتا ہے۔ اگر کسی صورت کو نہ خرید جائے تو وہ نا املر ہوئی۔ بھگت نہ ہے۔"

دراہد کے اس باب سے اختلاف کی گنجائش نہ ہے۔ لیکن یہ کہ کسی ایسے تبدیل پر ہوتا جو اس کی خرید اور بیچ جان پر اور نہ عام طور سے مشا جان کرتے تھے بلکہ چلیگز خان کی شادی کی تعمیل سے خارج ہے۔

مغلوں میں یہ بھی رواج تھا کہ ایک کے مرنے کے بعد بیٹے کو درختوں کے اٹھک سلاہ مرنے والے کی تمام چیز اس میں مل جاتی تھیں۔ بیٹا سوائے اپنے باپ کے کسی اور کو ملنے کے ساتھ مستند اور جادو جو شکتی تھا۔

اگر کوئی بڑا ہوتا تو اس کے بیٹے پر ایک نشان لگا دیتا کہ کوئی بیٹا کے پاس نہ ملے۔ راجہ کی بیوی کی صورت میں لگ بھگ گھر سے دیر متفرک کر دیتے تھے کہ کوئی بیٹا کے پاس نہ ملے۔

ان کا اعتقاد تھا کہ انہیں اس کے ساتھ گندی ملائی اور برتن ہوا۔ ہمارے پاس ملنا ہی نہیں ہے اس کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ جادو گردوں اور بڑوں کو کھا کر پرہیز جاری رکھتے تھے جنہیں نشان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔



میرزا اکبر الہ آبادی کہتا ہے کہ میرزا شاہ کی بیٹی اور شجاع خان کی بیٹی ہوں۔

میں لڑائی اور تو میں چلیگز خان کی شادی کے سلسلے میں بہت جان بھر رکھی جو کہ بڑائی کے باپ نے بیٹی کو خشنی کے وقت سزا کا ایک بار چلیگز خان کی دالہ کے لیے بھجوا دیا تھا۔ اسے ایک لڑکا اور اس نے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔

سور کا یہ بار دہلی اہمیت کا حامل تھا۔ اس لیے جب چلیگز خان نے خیریت تبدیل کر لے کر سردار طفل خان کے پاس ملنے کا ارادہ کیا تو وہ ان کے لیے بھجوا دے گئے تھے۔ اس کے بعد اس کے لیے قادیان گیا تاکہ اسے طفل خان کی خدمت میں پیش کرے۔

میرزا خان کا ذکر ایک سے زیادہ بار کی جاتا ہے۔ بہر حال اس نے قادیان چلیگز خان کے باپ بھوکائی کا گھرا درست قادیان دونوں نے سردار بھارت کے لیے کھانہ لکھنا پڑا۔ اس وقت سے چلیگز خان بڑے سردار کا بھتیجا

”جیسا کہ تمہاری محنت اور مشاقت کی یاد رہتا ہوں تو چونکہ جیگر خان؟
سردار فضل خان، جو مولانا ترک خان نے جیگر خان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا،
مجھے قہر ہے کہ تم نے سولہ سو سال کی عمر میں دشمن کا خاندان سرخ کیا ہو گا۔ مگر مال جیگر خان! ایک بات
کا ضرور خیال رکھنا کہ اب اگر تم کو محبت ہو کر گشتا، جو تم نے مجھے ضرور اعلان بھیجا تو نہ میں جو تم سے آپ کی مانند
ہوں، تم سے خفا ہو جاؤں گا۔“

”سردار فضل خان؟“

جیگر خان نے فرط حسد سے اپنے سر پر رکھا ہوا اس کا ہاتھ کھینچ کر اس کے گلوں سے لگا کر کہا:

”آپ! اچھا، انہیں دیکھیے۔ میں آپ کو اپنا آپ بیٹھا ہوں، کھتا ہوں اور آج سے آپ کی نظر خان کے بجائے ”بابا خان“ کہنا
کروں گا جو میں اپنے آپ کو کھاتا تھا۔“

جیگر خان کھتا رہا، سردار فضل خان اس کا منہ مارا اور اس نے میاں سے اپنے لیے ایک طرح عزت و درستی سے مہینا کر رکھا
پھر جب جیگر خان اپنے جانے لگا تو اس نے اس کے ساتھ کچھ توتلی توتلی کر دی۔

جیگر خان میں شین سے نظر خان کے باپ کا خاندانی منان سے دلچسپی لیا۔ اس نے بڑے خانے کے قہر کی سردی
الٹا دیا، اس نے منان کا تار لکھا۔

کرنا تھا اس لیے ہر بار میں وضعت کا دلا وہ بھی تھا۔

نظر خان نے منہ سے کہے ہوئے جیگر خان کی لگی لگی جیگر خان نے اسے صبر کے بارے کا غصہ پیش کیا۔
نظر خان کو وہ بار بار سے چاہتا تھا۔ اس نے شکر یہ ادا کیا اور کہا:

”تو چونکہ آج سال بیکار ہے، چھوٹے سے تھے۔ اب تم ایک سال بھر جو ان پر۔ میں تمہاری ترقی کے لیے دعا گو ہوں
گا اور خوش ہوں گا۔“

”میں مرماری شفق تار اور چرخوں، باتوں کے لیے شکر گزار ہوں۔ جیگر خان نے بھی بڑے غلام سے سردار
نظر خان کا شکر یہ ادا کیا۔“

سردار نے اسے تو چونکہ ناکے غائب کیا تھا، علاوہ اب وہ جیگر خان کے ناکے پر بارہا تھا، چنانچہ اس نے
اس کا بھی وضاحت کر دی۔

”سردار عزیز! تم مجھے تو چونکہ ناکے غائب کیا تھا، اب میں بھی اپنا بیس، آگیا، میرا اصل نام تو چونکہ ہی ہے لیکن اب لوگوں
نے مجھے جیگر خان کا ناکہ ادا کیا۔“

”اچھا اچھا۔۔۔۔۔“

نظر خان کچھ سوچتے ہوئے بولا:

”اب معلوم ہوا کہ جیگر خان ہی میرے بارے کی کوئی بات ہے۔ تمہاری مبارک کے تو میں نے بت چرچے سے ہیں۔
پھر ذرا کہ اس سے مراد کیا؟“

”یہ تو تباہ کن تم پر کچھ سببیں پڑیں، مگر تم نے مجھے با کیوں نہیں کیا؟ یا میں تم سے آپ کا دوست نہیں بنا سچا
تم نہیں ملنے کو میں نے تم سے آپ کی مدد کے لیے قسم کھائی تھی۔“

”مجھے رات کا علم ہے بڑے خان۔“

جیگر خان نے جواب دیا:

”میں نے تم کا میاں کی کیفیت نہیں دیکھی کہ ان مشکلات پر میں خود تار لگا سکتا تھا۔ میں نے سوچا کہ ان مولیٰ باتوں
کے لیے آپ کو بوجھ نہ دے دوں، میں ان کو لیتی رہتا تھا کہ ان میں آپ کو اور آپ کے تعلق کو اپنا دے کے لیے مسدود آواز
دوں گا۔“

جس نے ملاؤ کی طرح بن کر اس نے پہلی قسمی بکدوں پر یہ کڑو سوکھا کھانا تھا جنہیں برفا نکھتا دھر سہن
میں رہنے پر مجبور تھے۔

چنانچہ کمرت قبیلہ نے چنگیز خان کے قبیلہ بایا کا ہر ذرہ رست اور شکی ہزاروں کی تعداد میں بکرت سوار
معلق ہوئی شمشیر پھیلے ہوئے چنگیز خان کے اردو میں داخل ہوئے اور انہوں نے تباہی مچا دی۔

یہ حملہ اس وقت ہوا کہ چنگیز خان کچھ ہی روز کا میل ہوان شہر کے لئے تھے میں صحت پر مدد پرے
مور پر تھے کہ یہ تہذیب کا حکمران کے قصور میں تھے تھا تب ہزاروں نے اسے ہر طرف غفلت پرئی چکا اور انہیں
بھی اس یوزر کا اس وقت علم ہوا کہ جب حملہ آور غیور گناہ میں داخل ہو چکے ہوں گے اس لیے اس امر کو ہی میں کوئی
بھی کچھ نہ کر سکا۔

چنگیز خان یقیناً بارہا تھا مگر باری تو اس وقت دکھائی دلتی ہے جب اس کا قہر طے ہوئی ہزار غلام بھگتوں
کا ایک صف تھا جو بارہویں غلاموں سے کسی طرح کم تھے مگر انتہائی جذبے نے انہیں اور زیادہ پر غور بنادیا تھا۔ اور وہ
دشمنی جو تے بارہ تھے۔

چنگیز خان اور غلاموں کی یہ صلیت تھی کہ اگر وہ ایک گھیرے میں آجائے تو اس وقت وہ اپنی اور ہر اپنی صان
بچانے کی فکر کرتے۔

چنگیز خان نے بھی اس غفلت کا سہارا لیا۔

وہ غلاموں کو خیر لکھیں اس کی سخت کرنے والیاں اولوں پر۔

نئی نئی زمین کو تار تے۔

اس کے جوئے تھا ان اور زمینیں ہیں۔

سب کو حمل کے لئے موت پر ہذا کہ کسی طرح کے فدا اس قیامت سے نکلا جائے جو اس نے اپنی قیامت

تو ان کا لپٹا پکڑ کر پھانسی دے دیا اور ہر ہونے میں اس کی دی۔

شہر وادوں پر چلے چنگیز خان نے تو کسی اور کام کا سنبھالا۔ اچکے کے گوشے پر سوار ہوا اور اب اس کے اٹھ

میں کامان تھے جس میں تیزی سے تیرے ہوئے اور نکلتے تھے۔

اس طرح وہ تیرے پھیلنے لگے کے زبے نکلا۔ بایا کا چنگیز اور اپنی جان بچاتے ہوئے جیتے ہوئے جیوں سے

بنت و در لگا لگا۔

کمرت قبیلے کے مقتدر ترین انتہا دنیا کیس کا قہر قبیلے کا کتا رہا تھا اس انہوں نے اپنا یہ کام انہوں کا

خاتمہ خیرے جلا دیے۔ جو تھا بے پاریا مار ڈالا صرحت ہو چنگیز خان کا طرح اس پر کیا نہ نکل سکتے تھے اور ہی ان کے

اس دنیا کی ہر چیز غیر اختیار ہے موت و زندگی اچھے برے دن ہر شے دوپ بھان کی طرح ہے
چنگیز خان نے پورنا فکے باب اور قرات کے خان غزل پر نہایت کویا کہ وہ بغیر کسی مدد کے اپنا کار نامہ لکھ
سکتا ہے مگر اس میں اس قدر بھی کر سکتا ہے۔

نیکہ۔

حالات پر کسی کا قانون نہیں ہوتا اور نہ حالات بدلتے دیر لگتے ہیں۔ چنانچہ چنگیز خان کے حالات نے بھی

ایک باغیر مانا کیا اور اس کے قند و صورت کی بڑی حالت لگئی۔

میرانا آگاہی دیکھ کر اور اس پر بار بار دوا دیا کہ جی ہوں۔

میں پہلے بایا کا رہی ہوں یہ چنگیز خان کا باب لہو کا شادی ایک اور دور سے میں اس وقت دہلی کو اٹھا لایا

تھا جب وہ اپنے دور ملک کے ساتھ صحت جوئے والی تھی۔

یہ زمین اور وہ تھی جو اب چنگیز خان کی ملی تھی۔

اور ان کا تعلق قبیلہ کمرت سے تھا جو خان کے چار سے تھے شہر میں رہتا تھا اور اس کے بایوں کو برف

مزمین کی نسبت سے "سیدنا کہنہ" کہتے تھے۔

کمرت کھوئے تھے تھے۔ شہر کے قلم باشندہوں کی نسل سے تھے اور وہ وہاں کے بارہو داس

زخم کو زہل کے تھے جو بایوں کا تھے انہیں دیا تھا۔

پس۔ محلے کوئی کہ رت دہلی کے ملاؤں کے چھائے ایک باغیر لکھتے ہوئے۔ شہر کے اس علاقہ میں

اتھ سے پکے پائے۔

یا قبیلے کے تمام اور توں کو حملہ آور سوار کے ملنے میں کیا گیا۔

سردار نے پوچھا:

"بالا کے سردار کی پوری کون ہے؟"

تو کہو تیں کا خوش گوی رہی۔ ان میں اولوں اور پوتائی میں تھیں حملہ آور سردار پھر بولا:

"اگر بالا سردار کی بیوی ملے نہ آتی تو تمہارا اور توں کو قتل کر دیا جاتے گا۔"

اس وقت بھائی نے سیکھتا ہوا جیسی ہوتی مشنوں کی روشنی میں اور ان کا طرف دیکھا جو اس کے بالکل سامنے ہی کھڑی تھی۔

وہوں نے نظروں میں نظروں میں کچھ ایسا نہیں دیکھا جو سردار نے اپنی قربانی پیش کی اس نے اپنی جگہ سے دو قدم ہٹ کر بڑھ کے کہا:

"میں قبیلہ سردار کی پگیز نہ کی بیوی پوتائی کا تھوڑے دنوں میں تمہیں قتل کر دوں گا یا تمہارا اور توں کو چھوڑ دوں۔"

"پوتائی...."

حملہ آور سردار نے کئی بار یہ نام گویا پھر بولا:

"مگر او نہیں پوتائی۔ ہم کسی صورت کو قتل نہیں کریں گے صرف تم جیسے ساتھ چلیں گے۔"

پھر سردار نے ایک دوسرے بھروسے کہا:

"میں پوتائی تمہارے جوا کے ساتھ ہوں۔ اسے سنبھالو۔"

کمیت سوار گھوڑا بڑھاکر بھائی کے پاس پہنچا اور بولا:

"چپ چاپ سوار جو جائے دور نہ...."

حملہ آور سوار چھوڑ کے اس نے اپنا بائیں ہاتھ پوتائی کا طرف بڑھا دیا۔

پوتائی نے تمہارا اور توں کی انگلیں آگے اور آنکھوں کو دیکھا۔ پھر سوار کے ہاتھ کے سامنے اس کے گھوڑے پر سوار چوٹی۔

"ہمارا اتفاق کیا ہو گا؟"

یہ آواز کمیت کے حملہ آور سوار کی تھی۔

اس کے ساتھ ہی اس نے گھوڑا موڑا اور تمہارا حملہ آور دم کے دم میں نظروں سے اوجھل ہو کر خالی میں ڈھب گئے۔ بالکے کا نانیچہ جل چکا تھے اور وہ تیں سوار کا کھڑی تھیں۔



مشو ہے کہ بہادری شگفتہ سے دل برداشتہ نہیں ہوئے بلکہ پپے سے زبان پر گڑبگڑ جاتے ہیں اور وہ صبر مند بن کر ابھرتے ہیں۔

میں کچھ خاندان کے ساتھ ہوا۔

خلوہ گل جاننے کے بعد وہ اپنی عاکسہ پر تھم رہا تھا۔ دو بچے کچھ جوں جوں اس کی طرف جان پکا کر اگلے گئے تھے، وہ سب بھی ایک ایک کر کے لوٹ آئے۔

"تو میں؟"

اولوں نے بڑے دکھ کے ساتھ کچھ خاندان کو بتایا،

"جاننے ہو یہ حملہ آور کون تھے؟"

"نہیں!..."

پگیز خاندان نے جواب دیا:

"میں نہیں جان سکتا۔"

"میں تیری تفصیل دالے تھے، اولوں نے انکشاف کیا۔"

"تفصیل دالے؟" جس نے اپنی نظروں سے غائب کر دیا۔

"اگر؟"

اولوں حاکم نے آہ بھر کر کہا،

"تو کمیت قبیلے کے منہ پر دنا والے تھے تو۔"

اس نے باوجود کے اوراق افشا کر رکھے:

"یہ سب میرے گوالے تھے۔ تو سال پہلے جب میری خادی جو رہی تھی اور میرا ہونے والا شوہر میرے لیے کر مائے والا تھا کہ میرا ایک بیرونی تھے میری عقل سے کچھ کے اپنے گھوڑے پر ڈال کر اپنے قبیلے میں لے آیا۔ پھر میں اس کی بیوی بن گئی اور کوئی بیدار ہوئے۔"

کمیت والے اس بات کو نہ سمجھے اور اتفاقاً اکی اکی ان کے دل میں لگتی رہی آج سترہ سال بعد انہوں نے

تمہاری بیوی کا خاکہ کر کے بلے کر لیا۔

”میں غیہ باتیں کہی کچھ سنا ہیں ماں“

چنگیز خان افسوس سے بولا:

”مگر یہ تباہ کیا تجھے بڑھائی کے اس طرح اٹھائے جانے کا افسوس نہیں ہوا؟“

”بنت افسوس ہوا تو جینا“

اولوں نے بڑے استعجال سے کہا،

”ایک تو اس بات کا افسوس ہو کہ وہ لوگ میری سوا دوسری بھری کا شکار نہ گئے۔ دوسرے اس بات کا اور زیادہ افسوس ہو کہ مسعود دیا والوں نے دن داڑھ نہیں لکھ کر ان کے اندر میری جھک کیا جبکہ قبیلہ والے بے خبر سو رہے تھے۔ یہ ان کی بددلی ہے کہ وہ نہ کہ تیرے باپ نے مجھے جب کے سامنے حمل سے اٹھا یا تھا اور میری حمل کی کسی میں ہوا کافی درد کے لیے محنت نہ بھرا ہوئی تھی۔“

”ماں تیری باتوں نے مجھے مت سارا دو رہے۔“

چنگیز خان نے خال کی طرف دیکھ کر کہا:

”میں مسعود دیا کے لوگوں کو شہید ہو جاؤں تم نے بدل لینے میں متروک حال نہ رہے اگر میں ایک ماں بھی پورا نہیں ہوتے دونوں کا اور اپنی بھاری بھرپور ہوائی کو شہر سے چنگل سے آنا دو کر لاؤں گا۔“



دو تین ہفتوں میں چنگیز خان نے خیمے اور گاؤں اور زبیر بڑا کر لیں اور اس کا خیمہ گاؤں ایک بار پھر سے آباد ہو گیا۔

اب ایک اور اس کے بہت قابل کیمہ جو ان کا سینہ خوش انتہا ہے جسے دیکھ کر ان کے کان چنگیز خان کے اس ملک کی منتقلی تھے:

”میں مسعود دینا کے لوگوں پر جو کدو“

چنگیز خان کو بہرہ دینے سے پہلے بت سی تیار بان کر انھیں اسکو جمع کرنا تھا۔ گھوڑے تیار کرنے تھے اور دوسرے قابل کیمہ حاصل کرنا تھے۔

انے انتظامات کرتے کرتے اسے کئی ماہ لگ گئے۔ ان انتظامات کے بعد وہ اپنے باپ کے دوست قزاق قبیلہ

”بابا خان“

چنگیز خان کو پھر سے بلوے کہ:

”مجھے تماری مدد کی ضرورت ہے۔“

”چنگیز خان!“

مغل خانان نے اسے کھینچ کر اپنے برابر بٹھایا:

”کیا تو یہ جانتے ہو کہ میں بڑے گولی، سنگوں یا توخیا اور خال برف ستار کے حالات سے بے خبر ہوں تیرے اوپر جو ظلم ہوا ہے میں اس سے واقف ہو چکا ہوں۔“

اور اس! میں نے اپنے گھوڑوں سے کہہ دیا ہے کہ اگر چنگیز خان خال کے کمریت قبیلہ کی طاقت سے بچ کر آئے تو اس سوگند کا تم جو میں نے تیرے باپ لیس کاٹی سے کہا تھا قحطی کو میں کمریت قبیلہ سے اپنے دوست کے بیٹے کا بدلہ لینے کیلئے ہی گاؤں گاؤں

”بابا خان! آپ کو اچھی قسم کا مس قدر خیال ہے!“

چنگیز خان جذباتی ہو گیا:

”میں آپ کیلئے بابا خان کہتے ہوئے فخر عوس کرنا ہوں مسعود دینا کے لوگوں نے میرے قبیلے پر حملہ کیا ہے میں آپ کی مدد سے ان سے پھر پورا انتقام لوں گا۔“

”شاہزادہ چنگیز خان!“

مغل خانان نے اسے شاہزادہ بنایا:

”دراصل ماہ دو روگ دی ہو تھی میں جو نکست سے بدل منے کے بجائے دشمن سے بدل لینے کا عزم رکھتے ہیں۔ تم اگلا یہ ملکہ ہو قزاق قبیلہ کے آجنگو کٹاری سردار ہیں میں اسے اپنا بیٹا پر شمار سے ساتھ ہوں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔“

چنگیز خان قزاق کے سردار مغل خان سے مدد کا وعدہ لے کر اپنے خیمہ گاؤں واپس گیا۔ اس نے اپنے سرداروں کو لیل کاٹنے سے لیس کیا کچھ جھک متروکہ تاریخ سے دور آتے ہیں اسے مغل خان کے جنگوؤں کو اپنے خیمہ گاؤں میں بلوا دیا۔

اس سے انگارے کی قزاق اور بابا قبیلہ کے جنگوؤں کو گھوڑوں سے گھوڑے ملائے خال کا مسعود دینا کے لوگوں سے انتقام لینے پہلے جا رہے تھے۔

خال کے برف سے منجمد اقوال میں کچھ میدان اور رگتی برف کے نیچے ان لوگوں کے نیچے ایسا تھہرتے

تھے۔ یہی چہرہ ہے کہ ہوتے تھے۔

ان چہروں کے علاوہ بعض دیگر بڑے گھور اور گھبراہٹ کے اندر بھی خیمے لگاتے تھے۔ اس طرح ان کے گھروں میں اور بچے اور دائمی بائیں، بڑے بڑے بڑے ہوتے تھے۔

شمال کے کمرے میں تھے جب چیکر خان پر پوشش کی فتح ہوئی تو وہ رات اندر بھی رہے تھے کیونکہ چیکر خان جب اپنے حلیہ قرابت و سواد کے ساتھ گھر پر حملہ آور ہوا تو وہ رات کا نصف تھا۔

مستعد دنیا کے لوگوں کے خیمے دور سے دکھائی دے رہے تھے۔ چیکر خان نے بھی انہیں غفلت میں جا رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ چیکر خان نے ان کی جہت پر حملہ کر دیا۔

حکمران کے دوران چیکر خان کی جہت کی کیفیت تھی۔ وہ درہم درہم چہروں کے درمیان تیزی سے گھوم رہا تھا پھر لوگوں پر آواز دے دیا کرتا:

"بورتائی! تم کہاں ہو؟"

بہترین اس کی آواز گونج رہی تھی اور اس کی گونج ہر خیمہ میں خواہ وہ سلامت ہو یا بیمار ہو گئی ہو برابر پہنچ رہی تھی۔

پھر اس کی گونج میں ایک بار ایک گونج بھی شامل ہو گئی:

"تم جہاں! ہماری بورتائی کہاں ہے؟"

اس کے آواز سے تو سب چیکر خان کے جسم میں جیسے بجلیاں بھڑکیں۔ وہ خیمے چلا گیا اور آواز کی طرف پہلا پھر کسی طرف سے بورتائی کو دروازہ دیا:

"تم جہاں! تم جہاں؟"

"بورتائی! بورتائی؟"

وہ دونوں آوازیں بجا کر گئیں۔

بورتائی نے تڑپ کر چلے گئے چیکر خان کے گھوڑے کی ٹانگہ لگا کر وہ گھوڑے سے کود پڑا۔ پھر اس نے بورتائی کو سینے سے لگا کر گھوڑے پر سوار کر لیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

اس نے اپنے جانداروں اور جنگجوؤں کو خاموش کیا:

"میں تمہارا قہر اور باکامی ہمارا ہوا! میرا انتہا بڑا ہوا اور میں جسے ڈھونڈ رہا تھا مجھے مل گیا! اس کے بعد اس نے اور اس کے ساتھیوں نے گھوڑے کو ٹانگیں جو اٹھائیں تو اپنے خیمہ کا ڈن میں جا کر چمکا دیا۔ ان کے پیچھے سینہ دھار لوگوں کے جہاں قائم تھا۔

پھر جب چیکر خان کا بیٹھنا شروع کیا تو وہ اپنے تپ کو لپٹیں دھونے میں لگا کر وہ (ملاوچی) اسی کا ہے۔

اس کے بعد چیکر خان اور بورتائی کے گھر اور بیٹے گھر اس نے بورتائی کے ان بیٹوں کے درمیان کوئی فرق نہ کیا اور یہ کہ وہ بورتائی سے بے انتہا محبت کرتا تھا اور بورتائی کو بھی اس سے بے حد محبت تھی۔



لوگ کہتے ہیں کہ بورتائی کی محبت میں بہت دانتا تھا کہ وہ اپنے دل کے خطرے کو فوراً جان جاتی تھی جیسے اسے کوئی پھینکے جا رہا تھا۔

کئی بار ایسا ہوا کہ دشمنوں نے سوتے میں چیکر خان کو قتل کرنے کی سازش کیا مگر بورتائی کو ہر مرتبہ خطرے کی بھائی لگتی۔ اس نے پہلے واروں کو ہونے پکڑ دیا اور چیکر خان صبح تک بے خبر جوتا رہا۔

صبح کو جب چیکر خان بیدار ہوا تو بورتائی نے ڈھائی آنکھوں سے دیکھ کر بھرائی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"اگر تیرے دشمن تیرے ہماروں کو جو دیوانہ طرح سر بلند ہیں، قتل کر ڈالیں تو تیرے چہرے مجھے بھرتے بچوں کا کیا ہو گا؟"

بورتائی نے علاوہ چیکر خان کی اور بیاں بھی تعین اور ان کے پیچھے ہونے کی کیا بھرتی کیا۔ ان کا ذکر وہاں سے ان کا نام آ کر ختم ہوتا تھا۔

صحرائی قبیلے کے وہ خانہ بدوش جو لڑا رہے ہیں اس میں ان گنت گھومتے تھے۔ ان کی خاندانیں جنگوں میں کوئی کمی نہ آتی۔ اس وقت چیکر خان کا قبیلہ بھی اس گروہ میں تھا۔ بورتائی اور وہ سب سے پیارا بورتائی تھی۔ مغرب کے خانہ بدوشوں کے خلاف تو سب تھک چکے تھے۔

مغرب کے نامی اور حقیقی کے علاوہ تھے جنہیں غمناک بین امید کی کثرت دیتا تھا کہ وہ شمال کے ان خانہ بدوشوں کو ایسا لڑاؤ میں لایا جسے وہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ وہ جنوب کا رخ کر گئے۔

تو سب کے سردار طویل خان کی درستی اور مدد سے اسے بڑا سہارا دیا اور اس پر دشمنوں کی لگنا روک دیں خاص کی اس کی مدد تھی۔

چیکر خان کی بے انتہا محبت اور بورتائی کی محنت و محنت اس کی جان بچانی چلی آ رہی تھی۔

لیا جاتا ہے وہ ایک ایسا معرکہ خاص میں مشغول تھا کہ زندگی اور پر لکھی اور اس کی فتح و شکست مشغول کی زندگی اور موت کا سبب بن گئی تھی۔

چنگیز خان کے قتل کی خبر کو سنا تو سزا کا سبب بن گیا تھی۔ یہی وقت تھا جب چنگیز خان اپنے بیٹے کے ساتھ موسم گرما کی چار لاکھ ہولے موسم گرما کی چار لاکھ ہولے کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں بغیر بردار تھا کہ ایک ہی وادی میں ٹھہرتے ہوئے دریاوں میں تھے۔ ان کی رفتار بے حد تھی۔ خود بخود ہی پانی کی طرح چلنے لگے ہوئے تھے۔

اس سست و سحر کے دوران ایک پہرہ دار کو گڑھا دکھایا تو چنگیز خان کے پاس پہنچا۔ چنگیز نے فرما اپنے گھوڑے کی لگا کر لے گئے تھے۔ وہ پہرہ دار کے اصرار کرنے سے بچتا ہو گیا تھا۔

مشغول کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کسی دور کے فرزند نہ ہوتے تو چنگیز کے چاروں طرف یعنی تمام معزوب اور مغرب معزوب پر تیر رہا مقرر کر دیتے تھے۔

یہ پہرہ دار اپنی اپنی سمت میں دور دور تک نظر دوڑاتے چلتے تھے تاکہ کسی طرف سے اچانک دشمن کا حملہ نہ ہو جائے۔

بڑے خان:

پہرے دار سے پریشان کی نماز میں کہا:

"میں بھی پریشان کا شکار بن رہا ہوں۔ وہ جی بڑی سے ہمارے کارن بڑھ رہا ہے۔"

"ان کی تعداد کا اندازہ؟" چنگیز خان نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہم سے تعداد میں دو گے مسلح ہوتے ہیں۔"

پہرہ دار تعین کرنے میں بہت اصرار ہوتے تھے۔ اس پہرہ دار نے نہیں سری نظر سے دیکھا تھا کہ اس کا اندازہ تو بڑا سنگ تھا۔

چنگیز خان نے اس کی خبریں بند کر کے ایک ٹکڑی کو بجا بجا کر کہیں بھیجا۔ اس وقت اسے ایک انڈیا نامہ نصیب کرنا تھا۔

اگر وہ جنگ کا فیصلہ کرتا ہے تو اس میں یہ منظر موجود ہے کہ دشمن تعداد میں زیادہ ہے۔ وہ غولوں کو گھیر کرے گا۔ وہی کی طرح کٹ ڈالے گا۔ اس قدر کٹا۔

1۔ شہر بردار چھوٹے

ایک مرتبہ دشمنوں نے لڑائی میں ایک تیر اس کے قتل کی خبر پر سوت ہو گیا۔ وہ دیکھا حالت میں برف پر گر پڑا۔ دشمن کے اکر بولنے سے خوفزدہ اور اس کے مرنے کا اعلان کر دیا۔

ان کے جانے کے بعد چنگیز خان کے دربار میں اسے دیکھا اور شہر کا مرنے والے کی حالت سے تیر نکالا اور وہ پہرے جیسا سندس رست اور شہر پر لگا۔

چنگیز خان کے رفیق راغی اس کے بچے بنی تھے جب وہ رخمی ہوا تو وہ اس کے زخموں سے غول چوستے اور برف چھلکا اس کے زخم دھوئے۔

ایک بار چنگیز خان ایک ہم کے دربار زیادہ ہی بیمار ہو گیا۔ اس کے رفیقوں نے اس کے بچے دشمن کے نہیں ہیں چور کی اور اسے غذا ایسا کی اور زنا کی ہوا تو اسے بچنے کے لیے اس پر چڑھے کے بارے کا مایہ کیے رہے اور وہ آرام سے سو رہا۔

ایک دفعہ چنگیز خان کا دست تھیلی کی موت میں لیا۔ غول کو حاکم کر دے غول کی موت میں لگا۔ نہ ہرے کے مارنے اور دوسرے جیلے ہاتھوں سے قتل کرنے کی واردا تہیوں پر ہی تھیں۔ خود چنگیز خان کے پاس کو ایک دست تھیلی میں نہ ہرے کے مارا گیا تھا۔ اس کے باوجود غول کی موت کر دے کرتے تھے۔

چنگیز خان موت میں لیا۔ بروت رجنے کے اندر تالین کا شیش بچھا تھا۔ چنگیز خان کے لیے غول کے ایک منہ کا زخم تھا۔

میزبان نے چنگیز کو سہارے دیئے۔ اس کا اشارہ کیا۔ اس وقت چنگیز خان کی کچھیں میں پھر کی اور اس کے آؤں میں غول کے کشیدہ ہونے لگیں۔

وہ منہ کی طرف بڑھتے کے ساتھ تیزی سے اپنا اور اپنا لگا لیا۔ اس کا گھوڑا باہر کھڑا تھا۔ وہ جیت گیا۔

سوار ہوا اور یہ جاری رہا۔

اسے ہمیں اطلاع ملی کہ سہارے کے پاس تالین کے بیچے ایک سری زندگی تھی جس میں لگانے کے زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔

ان کے بتاؤں اور عقل و اقلاق کا شہر اندری صلی ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ کا ماحول پر مشغول ہوتا تھا اور مشغول خاندان کی حکومت کو آزاد رکھتے ہیں۔

اس کا ماحول اور اس کی زندگی ہے۔ یہ بتاؤں کی کہ میں ہیں دور کے لوگ۔ ایک امکان یہ بھی ہے کہ انہی دنوں نے اپنے اپنے عرصہ اور آؤں کے کیا پرانے ہیں۔ بتاؤں کی کاغذ کو خود کیا ہو۔

چنگیز خان نے اسے میں چور تھا۔ یہاں ہوتے ہیں۔ اگرچہ اپنی جگہ ام میں کہیں اب جس دن تھا۔

تاجوت خنک کی پہلی دو قطاروں کے سواروں کے جسم میں آنی لگی اور ادا رکھانے والہ زربیں تھیں اور سروں پر بھی آنی پڑ گئی۔ ان کے انگوٹوں میں چوٹی چوٹی گول ڈھالیا تھیں اور نیزے سے تھے، نیزے کا انا کے پنجہ کھمبے کے باؤں کے گچھے تھے۔

• نہایت دستہ چلتے چلتے ایک دم کراچی کے ماحول پرانے کے درمیان ایک راستہ بن گیا۔ اس راستے سے
 بچے کے کلاس گزرتے تھے کہ ان کے آگے اور ان کے پیچھے کے دروازے بن گئے۔
 آئے والے ان سواروں کے ہم پر دباغت کیے جو بچے کے ساتھ تھے اور ان کے انھوں میں بچیاں
 اور کائناتیں۔

ان نے اپنے دواؤں سے بہت ہی جلیگر نمان لیا مگر چونکہ زیادہ تر بھیکیتے ہوئے مسکڑھنے لگے، جلیگر نہا کے کوارہی ترکان سے ملتا تھا۔ یہ انوں نے تیروں کا کھانا کھا کر تیروں سے دیا۔ یہ تیرا ہی حالت درکاراؤں سے نکلتے تھے۔ مہینہ لیکر ان کے ذریعے چھوٹا کاما تھا۔

مصری رزمیہ اڈائی کے بعد تاجت ترمذ اور مس راستے آئے تھے اس کا رستہ سے کچھ مضمون میں چلے گئے اور ان کے اگلے کے بعد ہوئے مضمون میں ٹھٹھوڑے دور کا پریش دہائی کی۔
اب چنگیز خان نے مجاہدین سے مل کر سونگہ آ کر ٹھٹھائی اس نے تاجت کی باج پانچ ماعت مضمون کے مقابلہ میں ہزار ہزار حور و دل کی تیرہ مضمون کا نام لگاتیں۔

چونکہ دونوں شکروں کا سامنا ایک دواہی میں ہوا تھا جہاں جگہ تنگ تھی اس لیے جنگیز خان کے لشکر کے لیے عزم کی وجہ سے تاجپوت سواروں کی پیش قدمی کارکنما سواران کے اگلا دستہ منتشر ہو گئے۔

تاجپوتوں کی جیت تدمک کے ہی پیگنیر خان نے اپنے مسلح دستوں کو دشمن کے ملے دالے کے دستوں کی طرف
 مڑا دیا۔ پیگنیر خان بکھرے ہوئے تاجپوتوں کے (تاجپوتوں کے) نیا کو (پہاڑی بل) کی مڑوں سے آراستہ ہوتے تھے۔ انہی جھنڈوں
 نے پیچھے مٹل سوار دستہ دشمن کی طرف دھنسا کر دے ہوئے۔

اب یہ سلیگر خان کے دستوں کے پیش قدمی کو اس کا اندازہ لگاتا تھا کہ منہل دے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ پہلے ہی ملے جاتے تو اور دل بیکر بھیگ گاتے تھے۔ اس کے ساتھ ان کی کانٹا سے تیز لکڑی سے جسے منہل کا رخ کبھی دشمن کے دستوں کے (دائیں جانب) یا بائیں (بائیں جانب)!

میدان جنگ گرم ہو چکا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں، تیردوں کی مسنابٹ اور خود سواروں کے شور سے کان پر دھڑکی

دوسری صورت حوالے وقوعوں پر کیا جاتی تھی کہ وہ تھی کہ ملکہ خاتون اپنی چلن چاکر کا ایک ہاتھ لے کر اس کا ہر مطلب تھا کہ اس نے تمام روشہ عورتیں اور تنبیہ کی تمام استہزاء شے کے حوالے پر چاہا کہ ان کی اور صحت کی تباہی پیش تھی۔

یہ دونوں محرماتیں اس کے پیشِ نظر تھیں۔ تب اس نے فوراً فیصلہ کیا:
”وٹمن ہے جنگ!“

یہ فیصلہ بدستور تھا۔ اگرچہ گیلگنر خان نے آنری گھڑی تک مقابلہ کا فیصلہ اس وقت سے کیا تھا کہ اس میں امید کی ایک کرن موجود تھی۔ ہم بدستور کے امور میں مکمل تباہی تھی۔ اس وقت پہلے سردار کو دوسرا ساتھی تیزی سے گھوڑا دوڑانا تھا۔

”بڑے خان!“

اس نے چھو لے ہوئے سانس کے ساتھ کہا:

دشمن کی تعداد ہمارے سواروں سے دو تین گنا زیادہ ہے۔ تاہم چونکہ خانِ ترقی کی لشکر کا سردار ہے۔
ترقی خانہ دہلی سدا حق ہے بلکیز خان کی باپ بلوکان کو نہ رہے جانے کی ضرورت بلکیز خان پر نہ رہیں
کی کہ اس وقت ۱۲۰۰۰ تھی حکم کردہ تھا۔ اور بلکیز خان کو کھانکے کی بڑی مشکل ہے۔ یہاں پکا کر بھی دیتی۔

ترغائی خان کہ یہ رموی بھی تھا کدو بھری آنکھوں والے بوجھ کو گن کی نسل ہے اور چنگیز خان کی چڑگا
پراس کا خند ہے۔

اپنے پرانے دشمن کا نام کمر چلیز خان نے ایک نئے عزم سے اپنا سر بلند کیا اور فوراً جنگی اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ صفیں باندھ لی جائیں۔

افسانہ سے کاریر فیکار تھا جھگڑو گھوڑیوں پر سوار ہو کر اپنے اپنے جھنڈوں تلے جمع ہو گئے میچگیر ننانے نوجی دستوں کی ایک صف اس طرح بنائی جس کی ایک پہلو ایک جھنگ کی وجہ سے محفوظ تھاتھا۔

اس سفر کے دوسرے پہلو پر چنگیز خان نے کعبت کے (پھوٹے) اکا ایک دائرہ سا بن کر کھڑا کر دیا یہ دائرہ (نذر سے خال تھا۔

۱ چنگیز خان نے اس خانی جگہ میں قبیلے کے تمام پیشروں کو بھرپور اور خالی جگہوں میں عورتوں اور بچوں کو بٹھایا۔ یہ بچے اچھو میدان جنگ میں نہ لڑ سکتے تھے کیونکہ ان کا زور کم ہوتا تھا۔ یہ بچے کو تیراں کر کے سنبھال کر دیا گیا۔

اب انگیز خان اپنے تیر ہزار جانا دلوں سے تیس ہزار تاجوت جھگڑوں کا تھکا ہوا گھر کے لیے تیار تھا۔
دارالعلوم کے چلے آ رہے تھے۔

اس مجرم کی جگہ پر نہانے والا خط مرتضیٰ بہ شریعت کی پیروی کے دوسرے قائل کو بھی دعوت دے گا اور اس کی دعوت پر بہت سے قائل شریعت کی پیروی کے متحمل ہونے والے رہا قائل اور اس کے چھوٹے بیٹے جو اب ان کی نگاہ پر نظر آ رہے ہیں، لیے مرنے والے کی مدد کو اٹھ اٹھ رہے۔

ترغمانی پرنس کے بعد جنگیز خان کا جن ملنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ کور اور جسے تیلیے اسی کے گرد جمع ہو جائیں اور اسی کے خیمہ گاڑیں کچھ اور اضافہ ہو جائے۔

اس بات کو اگر بولنا مانتے تھے کہ ایک طرف جیگز خانا کو اپنے غموں میں امانت کی ضرورت تھی تو دوسری طرف کمزور تباہ کو ایک ایسے طاقتور قبیلہ سردار کی ضرورت تھی جو انیسویں صدی کے قبائلی سے معفو و رکھ سکے۔

صحر اکاسف معرکہ شرماء ہو چکا تھا۔ دونوں لڑنے کے ہوا تیر بر ملتے اینڑے چلتے اینڑوں میں بندھے ہوئے کانٹوں سے مخالف سوار کو زمین پر کھینچتے اور کندیاں پکڑنے ایک دوسرے پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

ہر دستہ کا ایک الگ سوار تھا۔ یہاں سے دہلی تک پوری وادی میں جنگ ہو رہی تھی۔ حکم آور مخالف صفوں میں دو دو تک گھس جاتے، پھر تیز سی سے واپس آتے اور دوسری بار حمل کرتے تھے۔

یہ انسانوں کی نہیں سبھڑائیوں کی جنگ تھی۔ علمہ آد کبھی منتشر ہو کے لڑتے تو کبھی جمع ہو کے بڑھیکے اس جنگ میں ہر جرح سے محفوظ رہا۔

جنگ تمام بدن جاری رہی۔

پھر دن دھسنے کے ساتھ ہی چنگیزی رستوں کو غلبہ حاصل ہوتا گیا اور درختاں ماتی کے دتے سپا ہوتے گئے پھر جب دن کار دشمنی معدوم ہوئی تو ماتی بجھت نکلتی اسے غنیمت بنا اور امانہ میرے کانائندہ اٹھا کر میدان بھجھوڑ دیا۔

چلیں خان کو اس جنگ میں ایسی نبردست کامیابی حاصل ہوئی کہ اس کی دہشت اور جہر دت دور دنیایک کے تمام انسانی سیطرے پر لگی۔

اس خون ناک جنگ میں چلیز خاند کے سواروں کا بہت کم نقصان ہوا۔ جبکہ تاج پوت قبیلے کے چھ ہزار سوار میدان میں کھیت رہے۔

ان کے علاوہ بے شمار سوار زخمی ہوئے یا گرفتار کیے گئے۔ ان گرفتار شدگان میں تاج محل قبیلے کے بڑے بڑے ستر سردار شامل تھے۔ ان سرداروں نے چنگیز کی شکست کے ملنے سے ہشام الدین کو خود کو گرفتار دے کر بے یمن کیا تھا۔

ایسے لوگ جب سردار بابا شاہ کے سامنے پیش کیے جاتے تو دایا کروں میں تھوڑا سا رکش لٹکاتے تھے جو اس بات کا اظہار تھا کہ انھوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے اور درخشاں مخالف کی عظمت، برتری اور فتح کو قبول کیا۔

کرتے ہیں۔

بعض دانتوں کے مطابق ان مردوں کو بیگزینان کے گھاسوں میں ڈال کے زندہ الو اور اٹھا کیے غلہ کی

یہ کہانیاں درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ جیکبز خان کی مہمانی اپنی جگہ مسلم ہے لیکن وہ جوان اور طاقتور لڑکے کو قتل نہیں کرتا تھا بلکہ انہیں مختلف کاموں میں لگاتا تھا اور اس کے شکاری نعمت کا باعث بنتے تھے۔ لڑنا۔

ہونے والے تمام سردار مضبوطی و روش کے ایک تھے اور جیگر ایسے لوگوں کو خائف نہیں کرتا تھا۔
 تو کاشمی کو گنڈت دینا تو ہمیں جیگر خان کا ایک بظہر کرنا رہتا اور اس فتح کا اتنا ہی بظہر ایشان نبض

بھی سنایا گیا۔

جیسے بعض تواریخ میں کہہ رہی ہیں کہ اس کا ایک ایسا مشہور قبیلہ نہ تھا جس میں پہلے کوئی بڑا خان نہ ہو۔ پیگلر خان کا باپ میر کاہن کی بیوی کوئی مشہور مرد نہ تھا۔ اگر اس نے شادی کی ہو تو اس سے اولاد نہ ہو (پیگلر کا ماں) کوڑا تھا یا پھر اتنا خفاہ لوگ اسے چند دن بھی یاد نہ رکھتے۔

پھر اسے اس جرأت و مردانہ کی سب سے بڑی مثال اس کے دشمن نے اسے شادی کی مجلس میں بلا کے زہر سے دیا اور اس کا پر کھنا کھا دیا۔

یہ کہانی سے پہلے "بکا" قبیلہ کا اور کوئی قابل ذکر نام نظر نہیں آتا۔ ضرور ہے کہ پیگلر خان کا جدا جدا عہد اور یہی گون ان خانہ بدوش قبائل کی نسبت سے معلوم ہوا۔ اور پھر وہ سالہا تھا جس کی شہرت پر گردش زمانہ کی یہ چٹکانیں نہ پڑ سکیں۔ وہ ان کا ایک زندہ ہے اور پھر دنیا کا نام ہے کہ اگر علم پروری کوئی صورت پیگلر خان کی کا جدا جدا عہد تھا۔ بعض دوسرے قبائل میں اس کی مثل سے چھٹنے کے دھویدار تھے۔ مثلاً تاجوت قبیلہ کا سب سے سالہا۔ تیرہ خانوں سے کچھ ہی دنوں پہلے پیگلر خان نے شکست سے دو جا کر تھا۔

قرماتانی کا کہنا تھا کہ وہ بوری گون کا اصل باشندہ ہے اور میں بڑا گیا ہوں۔ پیگلر خان نے تہہ کر رکھا ہے وہ دراصل اس کے قبیلے کی کیفیت ہیں اور اس لیے اس نے تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ پیگلر خان پر حملہ کیا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ اس کے اصل میں پیگلر خان کا قبیلہ کا ایک طرح کا تاج ہو جائے گا کہ کچھ کچھ صورت اس کے اگر خیال کو قبول ہی ہو تب یہ جو علم ہے جو سکھ ہے۔ قرماتانی اپنے دشمن کو سناٹے میں خود ہی مبتلا کیا۔

پیگلر خان کے بڑا خان نے اپنے بڑا خان کی شہرت کے دروازہ کے کھانے کی میں میں کئی چیز کو بھلائے والے دراصل خدا بدی کو تاجر سے جو بڑے کے حالات سے اپنا سامان فروخت کر کے ان کو بخشی قبائل کے "میں گون" بنا دیا کرتے تھے۔

یہ عجیب بات تھی کہ ایک ایسی دھوکہ جو مردہ جن سے واقف نہ تھی اور قتل و غارت میں کامیاب نہ تھا وہ بتائی اپنے گلوں میں آئے والے تاجروں سے کہی تو عرض نہ کرتے۔

تاہم بعض باتیں ہیں کہ یہ دھوکہ بتا دینا اس وقت ممکن نہ تھا کہ ان کی مخالفت کے ذریعہ رہی تھی۔ اگر خدا سست نہ تھی، جو میر کوئی خط ہو یا اس کا سامان نہیں بچا یا تو اس میں صلہ میں یہ واقعہ ہیں کہ اس قبیلہ کا مردار اس نقصان کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے اس کی دھوکہ دہی کی ہر حرکت تھی۔

چنانچہ یہ تاجر جب تک ان کو مشیوں میں بچھوہا اپنے آپ کو متحد نہ دیکھ سکے تھے اس لیے یہ دھوکہ دہی تھی۔

اس جنگ کے نتیجے میں سب سے پہلے قبائل کو یہ معلوم ہوا کہ پیگلر خان نے اپنے دشمنی گناہوں پر تاجرت قبیلہ کو مار دیا ہے۔ تو ان کو زور تھا کہ ان کا نظر پیگلر خان کی طرف پڑا۔ لیکن اور یہ اس نے ان کو دشمن میں شکست کی صورت دکھائی اور پھر وہ جیتا۔

اسی طرح کے دوران پیگلر خان نے قبیلہ کے چھ ہزاروں کے لئے پراپی رات سے صبح جرب اپنے اٹھ میں بکڑا۔

جرب میں کھانا کھاتے ہیں جس سے زمین کی پانی کی حالت میں یہ رستہ تھا کہ کوئی مثل ہاتھ میں ہاتھ رات یا سبیل سے صبح جرب اس کے لیے پڑتا ہے۔ اس بات کا اعلان ہوا کہ وہ صبح اپنے قبیلہ مردار میں اس کی پناہ میں بہت سے قبیلے ہیں جو اس کا یہ سب سے سالہا ہے۔

میر ان کا گلدن گیم ہے۔ میں مشتاق ہوں کی میں اور تاجدار ہند اس کے علم کی پھر بھی ہوں۔ میں آپ کو اس شخص کا حال اس لیے سن رہا ہوں جو کہ آپ کو یہ معلوم ہے کہ میرت جہاں پیگلر خان کا اپنے بڑے خان کی طاقت سے گولہ کھونٹا ہے۔ بالکل درست تھا۔

یہ میں اس لیے کہ میرت جہاں کو اس زمانے میں خانہ بدوش قبائل کی بھیٹی چلی گئیں تو بہت ہی بڑی ترقی لگوانی چلوں گے نتیجہ میں کوئی قبیلوں کا سب سے سالہا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا تھا جس طرح پیگلر خان نے سبیلوں سے میرت جہاں کو اپنے سب سے سالہا یعنی خیرے خان ہونے کا اعلان کیا۔

پیگلر خان کے بڑا خان اس نے کئی مرتبہ میرت جہاں میں موجود قبائل میں ایک لشکر بھیجا۔ یا کہ تب

”تو چن جیگز خان، لیو کاٹی کا بیٹا ہے اور خود کو بوری گون کا جانشین بتا رہے!“

تو چون جنگیں خاتم کی سپہ سالار بننے اور سینگیوں سے مزین حربہ کپڑے کے بعد سے ہر وقت تیار رہ رہو۔
کہ اس کے نوکر دس میں اضافہ ہو اور اسی کے خیر کا دس میں نشے خیموں کا اضافہ ہو۔

آدمیوں کو بھی تاکہ وہ میری مدد کر سکیں۔

مہمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب اور بے نیاز ہے وہ ہر بات پر قادر ہے، چاہے ہماری دعا توں کرے یا نہ کرے، ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارے اہل و عیال کو صحت پرست ہونے کی نصیحت کرنا ان کی دعا و فرائض میں جاتی ہے۔ خاص کر جو چنگیز خان کو یہ نصیحتیں جو چکا تھا کہ اس باپا پر چڑھ کر اس نے جو دعا مانگی وہ قبول ہوئی!

پس اسی کے انزال آسمانی کو تاؤں نے اسی کا تعزل کی اداس کی غیر ہستی میں مدد و ناز نہیں بین افسانہ ہوتا چلا گیا یہ حزن یہ بکھرتے سے ایسے لوگ بھی ملے جو اس نے اپنے گروہ اعدا میں شامل کر لیے۔
اچھے! میں آپ کی ملاقات اعدا میں سے شامل ہونے والے جنگجو فوجرانوں سے کراؤں!



پھر اسرا میں جوتا:

”جو روحی گن کا جائیز تو تیرا جوت کا“ خان، تو تاننا ہے۔

”تو تاننا کی شکست دینے کے بعد ہی تو تو چوبیس چنگیز خان نے شامان ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔“

تفصیل بیان کہ نہ والا ملکات کرنا:

”اب تو وہ اپنے اٹھ میں سینگوں والی عرب کیڑے رہتا ہے۔“

اور میں!

چھوٹے اور کمزور قبیلے پر سنے ہیں بڑے خیر بردار چنگیز خان کی خیر ہستی کی طرف اٹکنا شروع کر دیتے۔ یوں چنگیز خان کی خیر ہستی میں نہ بننے والے اسرا رہتے۔

اب اسے ماؤ آؤ یوں کے علاوہ اپنے خاص گروہ اعدا کے لیے بھی جوانی رہے تھے مگر ان سب کے لیے چنگیز کو تنگ و دوک علاوہ اپنے آسمانی کوتاہیوں سے دعا بھی کرنی پڑتی تھی۔

چنگیز خان کی خیر ہستی کے تحت کے قریب ایک باپا کی ادب بھی چوٹی تھی۔ اس باپا پر سبزہ ناما کو نہ قہدیا ناما کہ اس پر شاد و راجہ ناما بھی نہ آتی تھیں۔

چنگیز خان کا اعتقاد تھا کہ اس بے آب گماہ بڈ کی چوٹی پر تنگی کا بستر ہے۔ وہ اس کھری چوٹی پر چڑھ جانا اور اپنی بیٹی کو اسے انکار کندھے پر ڈال دینا۔

(خولوں میں میں جین جین اس احترام اور اطاعت کی علامت تھیں:

۱۔ مکر کی بیٹی کھاندھے پر ڈالنا۔

۲۔ تلوار کو گلے میں ڈھکانا۔

۳۔ ترکش اور کمان کو گردن میں ڈال لینا۔

احترام کے اس افسانے کے بعد چنگیز خان، آسمانی روجوں سے بڑے عجز کے ساتھ دعا مانگا:

”مے لاشا ہی نیلے آسمان:

مجھ پر رحم کر۔ مجھ پر میری بانی کر۔

اوپر کی ہواؤں کی روجوں کو یہ ادوست بنا کر، سچ لیکن زمین پر میرے پاس

۱۔ مظلوم کے نصیب کے مطابق تلکری وہ آسمانی روجیں تھیں جو برق و باد اور دوسرے خوفناک آسمانی مظاہر کو حرکت میں لاتی تھیں۔

آؤی زائے پہلے اس پر شہناز جو پہنچے
اس طرح میرے ساتھ کاغذ بھر پر نازل ہوا
افسوس اچھے سوا کر گردش سے جبت ہے
کیسی میں جو رہیں۔

چروا کی رزائوت قحط کی چکریز خان نے اسٹون کاغذ میں کر اسے معاف کر دیا تاہم اسٹون کی چوری کا پتہ
قطع نہ مل سکا۔

چکریز خان کے یہ بلادر جان اپنے قبیلے میں تو گروہ اخلاک کے باوجود کلاتے ہیں جوئے کوئی کے اس علاقے
میریں یہ قیات یعنی اڈتے ہوئے دھماکے کے ناکے پکارے جاتے تھے۔
ان قیادوں میں سے دو قیات جو اسی پوری طرح جوان ہیں جن میں سے انولہ نے طول البکر کے نوے درجوں
میں بڑی تباہی مچائی اور برادری سے لڑائی مچائی۔ ان کے نام تھے:
۱۔ جی نوایان (تیرا انداز شہزادہ)

۲۔ سودانی ہمار

جی نوایان ایک دشمن قبیلہ کا جوان تھا جسے چکریز خان نے اس کے قیادت کا حکم دیا تو بہت سے افراد
کو گرفتار کر کے بن میں جی نوایان بن گئے۔ اس کے پاس گھوڑا تھا اور شاہراہی سے وہ گرفتار ہو گیا تھا ورنہ ہاتھ
نہ آتا۔

جب جی نوایان کو چکریز خان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کی مدد کشاں نظر ہوئی جی نوایان کے اندر
چھپا ہوا ایک ہلدار سامان دیکھا:

چکریز خان نے اس سے دریافت کیا:

"تیرے پاس کس چیز کا کیا ہے اور تو کیا چاہتا ہے؟"

"میرے پاس ایک اچھے گھوڑے کی کیا ہے۔"

جی نوایان نے لاپرواہی سے جواب دیا:

"فیب گھوڑا مل جائے گا تب تاؤں کا کر میں کیا چاہتا ہوں۔"

چکریز خان نے اس کی درخواست منظور کر لیا اور گھوڑا دیا:

"مے ایک تیز رفتار سفید رنگ والا گھوڑا دیا جائے گا۔"

جی نوایان کو گھوڑا مل گیا وہ اس پر سوار ہوا اور بولا:

بھورچی اور قمار کو آپ جانتے ہیں! یہ دونوں چکریز خان کے پہلے ساتھی ہیں۔ اس گروہ میں سننے
شامل ہر سہ والوں میں ایک کا نام ارغون ہے۔ یہ بہت اچھا ستارہ رکھتا ہے۔

جی نوایان اور قمار کو لے کر سننے شامل ہوئے والوں میں ہیں۔ یہ دونوں بے حد چالاک جنگجو ہیں اور ان
کے سر پر غاروں کے بے شمار نشانات ہیں۔

ایک اور بڑے سر کے کتا تیرا انداز ہے جس کا نام سیدرائی ہمار ہے اور یہ اپنے غن میں ارسا بے نظیر
ہے کہ کچھ نہ پوچھیے۔

ارغون اگرچہ صفتی نہیں مگر شرمیلی خوش مزاج ہے۔ ایک بار ارغون نے چکریز خان سے ایک لالائی رستار
عارف کا نام لگا کر اسے لے کر گیا۔

چکریز خان کو لالائی لگا۔ اس نے دودھوں کو لہوؤں کے قتل پر مامور کر دیا۔ ان دونوں نے دونوں کو
جاگیر لگا کر قتل کرنے کے عملے کے ساتھ اپنے گھرنے کے شراب ہلکار دے پڑا۔

جب صبح ہوئی تو وہ دونوں اسے لے کر چکریز خان کے خیمہ کے دروازے پر گئے اور آواز لگائی:

"اے خان! تیرے لشکر میں دو خیمے ہیں۔ دروازہ کھول اور اپنے ہم کام کر دکھا۔"
ارغون تراس کے فتر سے چوری طرح ہنرشیار ہو چکا تھا اس نے فوراً دیکھ کر ارغون کی اچھی لے
میں گانا شروع کر دیا:

خدا کا نام ہے ملک تاجک!

اب مجھے جو کہنے کا میں اس کا لفظ پر جان بگاڑتا

چیکر خان کے اٹھنے پر کئی شہسوارانے گھوڑوں پر سوار ہو کر جموں یاں کی طرف بڑھے۔ جی نو بان نے اپنے گھوڑے کا پر دے کر گلیاں کھینچی، گھوڑا چمکے پھیلے دو پیروں پر اٹھ ہو گیا۔ پھر جی نے لگامیں ڈرا دیلی کیں، گھوڑے نے لگے پیر زمین پر چائے اور پھر وہ جی نو بان کو لے کر ہما خیرا پہ تو چیکر خان اور اس کا شکوہ نہ دیکھتے تھے۔

گھوڑے پر بیٹھ کر جی نو بان بجلادہ میں گیا تھا وہ ایک شعلہ کی طرح پکارا پھرنے لگا، غصوں کے مانتے سے کاہ کا تپا ہوا آدمی کے تیز چھوٹے کی طرح زدن سے نکل گیا۔

اسے بگڑنے والے ہزاروں گھوڑوں پر بیٹھے تھے اسی طرح پیچھے گئے۔ انیسویں میں جی نو بان ہوسا کر دھار سکا: اور کہہ کر؟

جی نو بان کو کوئی نہ پڑا، بجلادہ کے کوئی نہ پڑا، مگر ذرا دیر بعد وہ خود ہی جا بیس آیا اور بولا:

”میں بالکل رشتہ میں تو چن چیکر کی پاری کی درخواست کرتا ہوں۔“

”ہم نے تجھے پسند کیا؟“

چیکر خان نے صرٹ ہو کر جی نو بان سے کہا،

”اور تجھے اپنے گروہ انعام میں شامل کیا؟“

جی نو بان نے گھوڑے سے اڑ کر چیکر خان کی کتاب کو بوسہ دیا۔

چیکر خان نے اس سے پوچھا:

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”جی نو بان؟“

اس نے بتایا۔ پھر کہا،

”میں نے سوچا تھا کہ جب مجھے طاقت حاصل ہو تو چن چیکر خان کی خبر دیتی جاؤں گا مگر یہ نہ معلوم تھا کہ شیعہ آسمان کی روحوں کے ہر درد نامیں اور کوئی طاقت ہے تو وہ بالکل کے بڑے چن چیکر خان کی جے جے صوف نہایت آسان ہو شکست دے سکتا ہے۔“

وہ آدمی گدھنے کا لہرا چن چیکر خان کے تنہا کا نامی میں دشمن دھکا تھا، وہ تو چن چیکر خان کے فضائل اس طرح بیان کرتا ہے:

”تو چن اپنے شکاریوں کو اجازت دیتا ہے کہ بڑے بڑے شکار میں بقا شکار کوئی شکایت کرے وہ خود اپنے پاس رہے۔“

جیسے کہ بعد ہر آدمی کوٹ کا وہ حصہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے جو قتل سے صاف کا ہو جائے۔

تو چن اکثر اپنے کاہ بڑے سے بڑے آدمی کے طور پر دے دیتا تھا اور اکثر ایسا ہی ہوا کہ وہ اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور گھوڑا کسی ضرورت مند کو دیدیا۔“

بعض لوگوں کو واردات تیز کرنے کا شوق ہوتا ہے اور وہ دلدادہ اس شوق میں ہونگے ہیں مگر تو چن کو ان کو درجائی اپنے ساتھ لانا کھنکھناتے شوقیہ تھا وہ اور تیز کرنے والے کے شوق سے کبھی ٹوٹ کر نکلتا۔ اس لیے نو بان کو کئی سو دن پہلے جس کے نیچے والے شوقیہ تھا وہ اور تیز ہوتے رہے۔ مگر وہ گھبراہٹ یا دوسری نہیں بلکہ سکینوں کی تعداد میں بقا کی آہٹ اور اس جھڑپ کے نیچے جیتے ہو جاتے۔

ابھی چن جی نو بان کا ذکر کر رہی تھی اس کے بارے میں یہ بات بتانا بھی ضرور ہے کہ یہ تیز مزاج نوجوان کسی کا احسان نہیں سمجھتا تھا۔

تو چن چیکر خان نے اسے قتل کرنے کے حکم سے اپنے اپنی اہلیت ثابت کرنے کا موقع دیا تھا اور اس کی درخواست پر اسے شہید کا والا گھوڑا بھی دیا تھا۔

چیکر خان نے اس احسان کا بدلہ اس نے اسے ملے جانے کی فوجی نوکری کے دوران جب تو چن چیکر خان کے حکم سے جی نو بان لیان خان کے ہاتھوں میں گشت لگایا ہوا فرائض کی کے شلوک قیدی کی پستی تھا اسے وہاں سفید رنگ والے گھوڑے دکھائی دیے۔

چنانچہ اس نے سفید رنگ والے گھوڑا کا ایک گتہ بنایا اور اسے خاص طور پر تو چن چیکر خان کی خدمت میں بخونکے طور پر بھیجا۔

خدا یا اس سے وہ اپنے آقا چیکر خان پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے احسان کو نہیں بھولا جو اس نے جی نو بان کی جان بخشی کہ اسے اور اسے سفید رنگ والا گھوڑا دے کر اس پر کیا تھا۔

جی نو بان اس کے ساتھ سے ایک سو دن سے یہ بات نکال کر چیکر خان سے اسے کوئی ماکھوٹا نہیں دیا تھا،

۱۔ واضح رہے کہ بالمشہد کھنکھاتے پر نو فورڈ کی کوٹ میں باندھی جاتی تھی وہ جھنڈا تھا جو جیل پرال سے اٹھا اور جنوب میں دریائے سندھ کے درمیان کے کوٹس کو لے کر آیا ہوا یورپ میں ہنگری تک پہنچا۔

بکرا اس نے لمحہ سہیدانک والا گھڑا را کیا۔
 چونکہ اس دور میں سفیدانک والے گھوڑے بعد نایاب و مہیا تھا اور بدستور ان کی صورت کیے علاقے سے اور
 ایسے گھوڑے سے سواری کرنے والے کو گزرتارن کے ہاتھوں میں لیا جاتا۔
 جیسے اس لمحہ میں تھاکر چنگیز خان نے بھی نوبان کو سفیدانک والا گھڑا را کر اس کو دراصل اس کا امتحان لیا جاتا
 اور یہ امتحان بھی دیا تو ان کو تھا:

ایک بادشاہ کی بیوی نے اپنے شوهر کو ایک ایسے شکر کی طرف مروتا خاص کے متعلق اسے خبر دی تھی کہ اسے شکست دینا ناممکن نہیں تو متعلق ضرور ہے۔

تو جن کا علم بڑا طوفانی اور اچلک بڑھاتا مگر وہ جملہ کرنے سے پہلے اس پر اچھی طرح سوچ بچار کرنا تھا پھر کوئی قدم اٹھانا تھا۔

جب چنگیز خان تاتاری لشکر سے تقریباً دو منزل دور رہ گیا تو اس نے اپنے تمام افراد کو جمع کیا۔

مہمان سے دو منزلہ اور ایک تہائی لشکر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے:

چنگیز خان نے اپنے مرداروں کو تباہ:

میں چاہتا ہوں کہ تاراویں پر پہلے کوئی ایسا باہر سردار حملہ کرے کہ ان کے حواس مٹ جائیں اور انہیں سننے کا موقع نہ ملے۔ تاؤ تفر میں سے کون تاراویں پر مسلح حملہ کرے گا۔

وہاں غلامی غلامی!

احیاءت سوداگاری بہادر نے ایک قدم اگے بڑھ کر انی خدمات پیش کیں:

مجھے تاناریوں پر پہلا حملہ کرنے کا اعزاز بخشا جائے۔

چنگیز خان نے چٹھے سو جا بھیر لولا،

نیکو ہے۔ یہ لکھ لکھ سو دانی کی ہے لکھ

پھر اس نے سوداگی کو احلت دی:

”تم اپنے ساتھ حفاظت کے لیے ایک سو فتنہ سوار لے جا سکتے ہو“

• خان اعظم: سودائی نے لاروائی سے جواب دیا:

مجھے اپنے لیے ایک محافظ کی بھی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا باؤں گا۔

اولیٰ یہ کہ جی نویدانِ واقعی بہتر ہی سوار ہے یا نہیں؟
دوسرے یہ کہ جی نویدانِ توہم پرکے اس انسان کا کیا بہرہ دیتا ہے؟
جی نویدانِ اس امتحان میں لڑا کرتا تھا۔

ایک توبہ کہ جسے نوبان سفید ناک والے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ نکلا اور اسے گرفتار کرنے والے سوار اس کی گردن کو پس منہ لٹکے۔

دوسرے یہ کہیں تو بیان ہی شہسودا غائب کرنے کے بعد پیکر پیکر خان کے پاس واپس آئے اور اس کے لشکر میں شامل ہو کر ابھی اسے پیکر خان کے اسامہ نام بدل کر ایسی سبک دے دئے کہ گھوڑوں کا پیچھے پیچ کر آکر دیا۔ تو پھر پیکر خان کے لشکر میں تیروں فیصل میں اس نے یہ بیان نہیں کر رہی کہ میں خود اس کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں اور اس کا ساتھ دانا میرا فرائض ہے۔

ایسی بات ہرگز نہیں ہے بلکہ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جب تک زمانہ حقوق خداوندی سے کم نہ تھا اور اس نے
سفاک اور غارت گردی کے خون غنائے چھوٹے اس کی کوئی درد سہی نہ تھا۔

تاہم ان ناکہ باتوں کے وجود میں یہ کہنا چاہیے ہیں کہ محوِ ریگیز خان صریحاً صلیبی طاقت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا اور صریحاً فرستادہ یہ قوم شناسی کی مثال ملنا کافی مشکل ہے۔

کرنا وہ بلا جیگر خاندانی اشیاء پر دل کے پیار صرف اپنی بہت دور بہت سے تعبیریں کے گھر اس نے
 طے طے حاصل کرنے اور چلنے کا تصور کیا تھا۔ بھرا پے گرا لیے ہمارے دل کو جی جان بھر حیف لگی یہ نہیں
 وہ غشوں میں سے اور پے نان جیگر خان کے ساتھ پے پرانے کے سہمہ میں کوٹنے سے بھی روخا کرتے تھے۔

موجود جس کے گروہ "انڈیا" میں ایک اور طبقہ جو بھی قابل ذکر ہے۔
اس کا نام سومبرائی تھا۔ اس کا تعلق شمالی آبپور کے وائے قبیلے الوسی اراچی سے تھا۔ اس کے مزاج میں بھی

جیگر خان ایک بادشاہ پروردگار تھا جس نے سوہرائی کو تنہا جانے کی اجازت دیدی۔ سوہرائی نے چند لمحے اس کے دکھنگن کپڑے پر سوار ہو کر تندی لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔

تاندی لشکر میں پہنچنے کے سوہرائی اس کے سپہ سالار سے ملا کر جس طے میں وہ سپہ سالار کے پاس گیا، وہ دیکھنے کے قابل تھا۔

اس کا پاس بیکھر کر سے تھا ہوا خفا کر کے ڈال لکھتے ہوئے اسے ادھیام کے اسے زبان نہ سے نکلی پٹنی تھی۔ سوہرائی کو کھڑا ہوا سپہ سالار کے پاس پہنچا اور شکر کھا کر گر پڑا۔

سپہ سالار کے حکم سے اسے فوج عیب تر فقات بلا کر ہوش میں لے آیا۔
"تو کون ہے؟"

تاندی سپہ سالار نے اسے مشکور انداز سے دیکھ کر دریافت کیا:
"اور تاجے پاس کیا لیتے آئے؟"
اسے تاندی لشکر کے علم سپہ سالار نے
سوہرائی نے غور و آفاق جواب دیا:

میرا اتفاق شمالی پہاڑوں والے قبیلہ اوس پر تھا جس نے کفر کا علم اور مذاک یا کا سردار توجہ جیگر خان سے ہم پر لشکر کے پورے قبیلے کو تھامس لیا اور تمام مردوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے آیا۔

اس نے تمام لوگوں کو مختلف کاموں پر لگا دیا اور مجھے اپنے پاس گھوڑے کی لیدر کھانے کا کام پر مامور کیا۔ ڈیڑھ سال تک میں یہ ذلیل کام کرتا رہا اور ایک دن موقع پا کر میں جیگر خان کے گھوڑے پر سوار ہوا جس کی میں لیدر اٹھا کر لے آیا تھا۔

یہ گھوڑا بہت تیز رفتار ہے، میں دن سے اس پر سوار رہا اپنی جان بچانے کے لیے جاگتا چلا رہا ہوں۔ یہاں سے کچھ دوا تک گامی سے محروم ہوا کہ تادم کام ایک ایک لشکر میدان تیر رہا ہے۔ اس میں نے گھوڑا اور دھڑوڑا ڈالا اور اپنے ہاتھ میں لے بیٹھ گیا۔

"تمہارے حالات سن کر میں بہت افسوس ہوا، تاندی سپہ سالار نے بٹے رکھ سے کہا: "اب جاؤ، ہم تمہارے لیے یار کر سکتے ہیں۔"

"سپہ سالار سپہ سالار میرا کام سوہرائی ہے۔"

اس نے بے پناہ اداکاری کرتے ہوئے کہا:

"میرے دل میں جیگر خان سے انتقام لینے کے لیے لاوا ابل رہا ہے۔ اگر آپ مجھے اپنے خدمت گاروں میں شامل کر لیں تو ممکن ہے کہ مجھے کبھی اس خالص سپہ سالار کے کام میں مل جائے۔"

سوہرائی نے اسے تردد سے دیکھ کر سپہ سالار کا دل چھو گیا اور اس نے اسے فوج میں بیکر دینے کا فوری فیصلہ کر لیا۔

"سوہرائی؟"

سپہ سالار نے دنگ لیے میں کہا:

"میں تمہیں نہ صرف اپنے لشکر میں ایک معقول حیثیت دیں گے بلکہ تمہیں یہ موقع بھی فراہم کریں گے کہ تم جیگر خان سے اپنا انتقام لے سکو۔"

سوہرائی بظاہر خوش ہو گیا۔

"سپہ سالار؟"

اس نے بے پناہ مغفویت سے کہا:

"تمہیں اب کا احسان زندگی میں نہیں ہو سکا اور اصل خوشی تو مجھے اس وقت حاصل ہوگی جب میں جیگر خان کے مقابلہ پر نکلوں گا۔"

سوہرائی نے کہا: "میرا دل میں یہ سوچا ہوا ہے کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

سپہ سالار نے اسے بتایا:

"میرے پاس سونے سے لہجہ لہجہ ہے کہ جیگر خان پر بہت جلد حملہ آور ہونے والا ہے کیونکہ اس کا لشکر ہم سے بہت قریب آچکا ہے۔"

"کیا کیا کہنے؟"

سوہرائی نے حیرت کا بے پایاں اظہار کیا:

"جیگر خان کا ایک ایک سپہ سالار آچکا ہے۔ تو بڑی عجیب خبر ہے۔"

"کیوں؟"

سپہ سالار نے دلچسپی سے پوچھا:

"یہ عجیب خبر کیوں ہے؟"

سپر سالار صاحب

سورڈا نے بڑی مصورت سے کہا:

"جنگیز خان کے لشکر کا کوئی بھی ایک خدمت گزار تھا۔ میں اس لشکر سے دوسروں سے مل گیا تھا جو میرے پاس جنگیز خان کا گھوڑا ہے اور میں جان بچا کر جا گیا ہوں۔ اور سپہ سالار کا کہنا ہے کہ اس لشکر کو آنا ہوں۔ اب میری کجھ میں نہیں رہا کہ جنگیز خان کا لشکر آپ کے قریب کیسے پہنچا؟"

سپر سالار غمگین ہو گیا:

میراث تو واقعی عجیب ہے۔

ڈراؤ پر بعد اس نے سوچتے ہوئے کہا:

"تم دس دن پہلے جنگیز کے لشکر سے ملے اور سیدھے کہے ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کر رہے ہو؟"

نے کسے اور کوئی فوج دیکھی تو ارادہ نہیں جنگیز کے لشکر کا شبہ ہوا ہو۔

سپر سالار شبہ میں پڑ گیا۔

سپر سالار کا خیال بالکل درست ہے:

سورڈا نے اس کے نزدیک سپہ سالار سے فوراً آواز اٹھا دی:

"معاذ میرے گھر کو دھوکا دیا ہے۔ اس پر اٹھ گیا کہ اگر جنگیز خان آپ پر حملہ کرے گا اور وہ کہے تو اسے یہیں تک پہنچنے کے لیے کہ از کم ایک ماہ کا ارادہ لگے گا۔ اس کے علاوہ میں نے نامہ پر حملہ کیا بات اس لشکر میں کسی کی زبان سے نہیں سنی۔"

اس طرح سورڈا نے سپہ سالار کو یہ یقین دلایا کہ جنگیز خان کا دھوکہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اور یہ کہ جاسوسی

کا کوئی ہوشیئر قطعی ہے۔

پس سپہ سالار نے اس اپنے لشکر کو یقین دلادیا کہ وہ اپنے لشکر میں جنگیز خان کا دھوکہ کرنے کا کوئی

ارادہ نہیں ہے۔ لشکر ملحق ہو گیا۔

تو اسے لشکر کیے گئے اور اعلان کیا کہ صرف ایک دن اور ایک رات گزری تھی کہ جنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پہنچ گیا اور تلواریں کوسنبھالے گا اور وہیں قریب لگا کر ان پر صحبت ٹوٹ پڑی اور وہ تیز تر ہو گئے۔



گروہ اندازاً "یا قیامت کے ان گنجو جوانوں میں عجیب عجیب طرح کے اوصاف اور افسانہ پس جو نامہ رہ کے ملے بعض اوقات افسانہ و قہات ہوتے ہیں گولان مادر میں زیادہ جوان افسانہ مند اور ذات قدم تھے ان میں اور پر سورڈا کی مادر جیسی تھے بڑے خان (جنگیز خان کے سامنے اعلان کیا:

"مے باک کے جوان خان! میں صدہا تلواریں کہیں کہیں تجھے دشمنوں سے اس طرح پھینکوں گا کہ اس طرح خدا جسم کو روکے جائے غفلت رکھتے۔"

شکلوں کی دوام تین کر دیں یاں یہ یقین:

۱۔ تیز رفتار گھوڑے

۲۔ حسین کردہ تین

گھوڑے انہیں اس لیے پسند تھے کہ یہ ان کی ضرورت تھی اور جہاں تک حسین موردوں کی خواہش کا تعین ہے تو یہ مردوں میں ازلی سے موجود ہے اور باہر تک باقی رہے گا۔ غفلت تو ضرورتوں کی نیلے جادوئی آسمان کا سب سے بڑا اعلیٰ سمجھتے تھے۔

جنگیز خان کے سو راہب اس کے لگے درج ہوئے تو قسم کھاتے:

"جس ہم اعلان درج کے گھوڑے اور حسین موردوں میں کسے تو سب کے سب تیرے پاس لائیں گے۔ اگر ہم تیرے حکم سے تلواریں یا تیرے نقصان پہنچانے کا قصد کریں تو ہمیں تجزیر دہاؤں میں ملک ہونے کے لیے تہہ چھوڑ دینا۔"

"آپ میرے سوا قافا"

جنگیز خان بھی انہیں عہد سے جواب دیتا:

"جس ہم میرے پاس نہیں تھے تو میری حالت ایک خواہمہ انسان کی تھی۔ تم نے مجھے چلکا دیا۔"

جنگیز کا کاخان اور اپنے ساتھ کے تمام قبیلوں کا بڑا خان تھا اور وہ سب اسے اپنا سردار خان اور سپہ سالار تسلیم کرتے تھے۔

جنگیز نے اپنے مادر جوانوں کو وہی اعزاز و تہہ پہنچا جو ان کے لائق تھا۔

غورچی اسے بہت ہی عزیز تھا۔ خان نے اسے بہت ہی محبت سے دیکھا اور اس کی مجلس ایسے ان کی زبان میں تو دلنا کہا مانتا تھا۔ غورچی اس کے سب سے زیادہ قریب رہتا تھا۔ اس کا اعزاز یہ تھا کہ وہ خان کے تیر اور ان کی بھی سنبھالتا اور انہیں اسے اپنے پاس رکھنے کی اجازت تھی۔

اس طرح خان نے اپنا سو راہبوں میں سے چند کو خدائی تقسیم کا دیا اور بنا باہور کچھ کو خیر بردار کچھ لوگوں کی

حفاظت پر ہو گیا۔

کئی سو ماہوشیوں کے گٹر پر لگے گئے چنگیز خان کا چھڑا جانی خوار صفا فی طور پر بے حد طاقتور تھا، اسے تیغ بردار خدمت دی گئی۔

چنگیز خان نے اپنے بیٹوں اور لشکر کے سرداروں کی خدمت پر ایسے لوگوں کو مقرر کیا جو نسلند صحت تھے اور ہمارے اس کا خیال تھا کہ ایسے لوگ وقت پر ضرور حملہ رامن نہیں چھوڑتے اور جب مناسب وقت آتا ہے تو کاری ضرب لگاتے ہیں۔

ان کا یہ غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان وحشی اور شیعہ مغلوں کے لڑاکا اور اصل جوہر ان کا صبر ہی تھا۔

شاہد یہی وجہ تھی کہ اس کے لشکر کے وہ لوگ بے وقوفی حد تک نہ مرنے، شہنشاہ بردار چنگیزوں کی لگائی اور حفاظت پر لگا یا تھا اور جو اس سے نہیں لگوں کی لگائی ہوئی تھی۔



چنگیز خان کے لڑاکے بعض لوگ انتہائی جرات منک ہیں۔ ایک مرتبہ اس کے ایک نائب نے پوچھا:

"خان عمر! آپ کا سودا کی کاروبار میں کیا خیال ہے؟"

"وہ بے عمل ہے کہ اور ہمارے"

چنگیز خان نے فوراً جواب دیا:

"اس کی اس قدر بے عملی کہ ہم جہاں پہنچتے ہیں۔ سودا ہائی تو کوئی خریدن کا بلکہ جو اسے دیکھنا اور پرکھنا تو میدان جنگ میں دیکھو۔"

"خان عمر!"

نائب نے فرما کر اذکار و مکر عرض کیا:

"ایسی خوبوں والے سودا کو آپسے اس بلکہ سردار کیوں نہیں بنایا۔ کیا آپ کو اس پر اطمینان نہیں؟"

چنگیز خان نے اسے ٹھوکر دیا:

"اگر وہ ناقابل اطمینان تھا تو اب تک مجھ میں بیچ چکا ہوتا۔ ہر بار سوال اسے اس بلکہ سردار کے عہدے پر

ترقی کیوں نہیں دی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ سودا ہائی جسے بے سفر سے نہ جانتا ہے وہ بے حیاں گئی ہے۔ ایک

ہاں پاسی کے لیے تو یہ ایک بڑی غریبہ لیکن سودا کے لیے یہ بہت بڑا عیب ہے۔

سودا کی ذات خدا کی ملی ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے انھوں کا ہی ذمے دار ہے نہ اپنے ہر شخص کی منت سے نکل جاتا ہے اور اسے جو کچھ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اگر سودا کی کو سردار بنا دیا جائے تو وہ اپنے انھوں سے ہی توقع رکھے گا کہ وہ جس کی طرح علیحدہ سامانوں سے نہیں نکلیں گے اور نہ ہی انھیں بھوک پیاس لگے۔

اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ یہی ان کا اس کا سخت اس سے بدلہ ہو جائیگا کہ اگر جس سودا کے ماتحت اس کے نکلان جو جانیں وہ سردار شکر کا نذرہ نہیں نقصان پہنچا دے۔

آپ نے دیکھا کہ بالکے خان کے دربار میں کتنے دلتے ہوا گرجاؤں ہمارے تو جوتے ہی تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان میں سرکشے خود سری اور دشمنانہ بھی ہوتے تھے اور چنگیز خان کو ان پر کیا بول سکتے تھے بے منتقل مزاجی اور منف مزاجی کا سہارا بنا کر لیا تھا۔ اور اس منتقل مزاجی میں بعض اوقات مسئلہ بھی شامل کیا جاتا تھا۔ اسی طرح اسے منتقل مزاجی میں تو لڑائی پیدا کرنا پڑتا تھا۔

فوجیان خان کی اس مسئلہ لڑ منتقل مزاجی اور منتقل مزاجی دیکھتے تو وقت میں اس وقت قلم ہے جب پورے کا پاپ اپنے سات بیٹوں اور کچھ ساتیوں کو چنگیز خان کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

چنگیز خان نے اس کے کہا کہ یہ کوئی زانیہ یا اور انہیں باجی ملوں میں خوشی خوشی شامل کر لیا جائے کہ ان کے دلوں کی رہے اس میں نہ عیب اختلاف پیدا ہو سکے گی اس قدر مگر اسے بعض عیب شامل ہو گیا۔

یہ اختلاف اور کئی اور اصل اس کے ایک بیٹے کی تھی کہ وہ بے پردہ جو خود کو شائن لکھا تھا۔ اسے یہ بھی دیکھنا تھا کہ جب پاسی کے ایک دروغ فقیہ سے آواز ہو کر عالم لودان میں پہنچے۔

اس کے ساتھ ساتھ کہ یہ دینی بھی تھا کہ اسے سبقتل حال جو معلوم ہو جاتا ہے اور یہ حال اسے آسمانی رو میں بتا دی۔

ان کا کہ خود مختار و مولد کے ادھر وہ اس میں سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ اسے اقتدار کی زبردست خواہش تھی۔ تب تک تو یہ معلوم تھا کہ اس وقت تمام اطراف میں سب سے زیادہ طاقتور ہستی یا کالا نوجوان سید سالار چنگیز خان ہے ہر جہر وہ خان کے دربار میں شامل ہوا تو اس کے انہیں یہ سودا گیا کہ وہ اپنے جانیوں کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے لوگوں کے درمے چنگیز خان کو اقتدار سے ہٹا کر خود شائن بن سکے۔

چنانچہ تب تک یہ اقتدار کی جنگ شروع ہو گئی مگر اس طرح کس کا تختہ الٹا کہ وہ اقتدار حاصل کرنا نہ جانتا تھا اس کی ضرورت دیر بعد ہوئی۔

تھوڑی دیر کے بعد تنگہ نے چنگز خان سے کہا،

”ایسا لاکے بڑے خان! مجھے جاوادیں دھولے تیا یہ کہ باکا کا خان چنگیز خان قبیلوں پر ماکم رہے گا مگر اس کی ملکیت قوتوڑے، دولے کے اندر فتح ہو جائے گی۔“
تب تنگیز اناکار کے کاغوش لکھا اور اس نے چنگیز خان کی طرف دیکھا۔ چنگیز شافروں پر افسانہ کن تھا۔ اس جادوگر ہلاکت کا زبا سے یہ غریب کیس وہ گھر لگایا۔
اس نے سب سے ہونے کیس میں دریافت کیا،
غیرے بعد قبیلوں پر کن حکمران کیسے کا معزز نشان؟“
جادوگر کا رکھاکو اسی سوال کی امید تھی۔ وہ دراصل بات کو طول دے رہا تھا۔ اس نے چنگیز خان کی بات کے جواب میں کہا

”اے بڑے خان! امیری رونے کے جادوئی آسمان کی دھو کو یہ کہتے ہوئے آسمان کی دھو میں سنا کہ قبیلوں پر حکومت کا کاغذ ملایا ہی کی کہی کہ لیکن چنگیز خان سپہ سالار نہیں رہے گا۔ اس کا بھرا بھلا بڑا نشان بھی سپہ سالار بن کر حکومت کرے گا۔“

”ایسا کیوں چوا حرم کشان؟“
چنگیز سب سے سنا کہ اور بد و بد منت کا لبر تھا ہی ملتجیانہ ہو گیا،
”کیا آسمان جادو دان مجھ پر رحم نہیں کر سکتا۔ کیا دھو کا کاغذ انہیں بے مکتا؟“
تب تنگیز نے دیکھا کہ شکار بھل گیا۔ پس رہا ہے۔
”بڑے خان! اس بات کا دل چاہتی ہے۔“

اس نے آخری تیر چلایا،
”مگر اس کے لیے طاقت اور مدد چاہیے۔ تیر جادوئی آسمان کا کاغذ مانا جائے تو شکار کو ذرا قتل کرادو۔ میری رونے کے آسمان پہلے لکھی دھولے سے ابھی ہی مدد ہے۔۔۔“

پھر قتل اس کے کہ چنگیز خان کوئی سوال نہ کیا تب تنگیز بھلاں سے چلا گیا۔
اس کے جانے کے بعد چنگیز سداخان اپنے خیمے سے نکلے اور بے چینی کے عالم میں اندر ہی نشاں ڈالنا سس دوران اس کی ماں اور یوں دور تیرنے اور اسے شکا دیکھ کر یہی سہ لڑ گئی۔
جب شافروں نے چنگیز خان نے اپنے چند بہترین سواریوں کو مارتا اور شکار کے خیمے کا طرف چلا۔ یہ خیال رہے کہ چنگیز خان کی غیر ہمتی کو سہل کرنے میں بھی پہلی پہلی تھی اور معمول سے معمولی سہل کے پاس میں دوش خیمے ضرور ہونے تھے۔ اور مرداروں اور بڑے خان ہمیں سپہ سالار کے تو بچاں پاس اور سو حوٹے ہوتے تھے۔

خیمے بورت یا بورت اور خیمہ بردار کا ٹیلا بیت یا بکوت کملاتی تھیں۔ یہ گاڑیاں اتنی بڑی ہوتی تھیں کہ ان کے پسوں کا دریا بننا حاصل کم از کم میں فٹ ہوتا تھا۔
خسار کا گھر (خیمہ) دولے سے کافی دور تھا اس لیے چنگیز خان اس کے ساتھی گھروں پر سوار ہو کے اس کے گھر کا طرف گئے تھے۔

چنگیز خان کے روزانہ ہوتے ہی اس کی ماں اور یوں خانوں اس کے غیر پرانی اور جب اس نے چنگیز خان کے ملازموں سے پوچھا تو طرز میں یہ بتا سکے کہ:
”بڑا خان خسار کے گھر گیا ہے“

اس نے یہ بھی بتایا کہ سچ کو محض تب تنگیز خانان بڑے خان کے پاس آیا تھا اور بڑا نشان اسی وقت سے پریشان ماسٹھا پھر تھا۔

اور یوں خانوں کو اس کی ساس ملازمہ سے بھی بتا دیا تھا کہ شافروں تب تنگیز بڑے خان کے خیمہ پر آیا تھا اور اس نے خسار کے علاقے بڑے خان کو کھینچا ہے۔

اور یوں خانوں کو شافروں پر سب سے ہی شبہ تھا۔ پھر جب شافروں تب تنگیز نے اپنے بیٹوں کی مدد سے خسار کو مارا تھا تو وہ اس جادوگر کے چاری کے بالکل ہی خلاف ہو گئی تھی۔
چنگیز خان کے خسار کے خیموں کی طرف جانے کی اطلاع ملنے ہی وہ تیزی سے اپنے خیموں کا طرف دایں تھی اور اس نے حکم دیا:

”ایک گاڑی میں تیز رفتار دھوڑوں کو جو تیر گاڑیوں اور اس کے ساتھی لائی جانے۔“
گاڑی تیار ہو گئی اور اس میں سوار ہوئے۔ اور گاڑی نے پوری رفتار سے چلنا شروع کر دیا۔ اور وہ جلد ہی خسار کے خیموں تک پہنچ گئی۔ خسار کے آٹھ سواریوں کو سواروں کا ہلکا سا ٹوٹا۔
اور یوں خانوں جلد ہی خسار کے خیمے میں پہنچے اور داخل ہو گئی تو یوں کے سپہ سالاروں کو اسے دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اور یوں خانوں نے دیکھا کہ خسار کے طرف اپنے دونوں زانوؤں پر چھوڑ کر دو میں بکھلا بیٹھا ہے۔ اس کی ٹوپی اور پٹی اس سے چھین لی گئی ہے اور چنگیز خان کا ایک ملازم دونوں پہنچ رہی ہے۔ ایک طرف اس کے پیچھے بند کیے کھڑا ہے۔

اور یوں خانوں حوصلہ کی کچی اور باروں کی مضبوط صورت تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر خسار کی زنجیریں کھولیں اور اسے آزاد کر دیا۔

چنگیز خان جو تبار کے بالکل سامنے کھڑا تھا اس اپنی ماں کو تبار کی رنجشوں کو کہتے ہوئے دیکھتا رہا لیکن اس نے چلن تک نہ کیا۔
 پھر اوہ لون سا تون نے تو جھکے ملازم سے تبار کی ٹوٹی اور پیٹی چین کو تبار کو کھڑا رکھ کر اور رشتہ پیر کر تو جھک کر طرف چلی۔
 اس نے تقریباً اٹھارہ تو جھک کر دیکھا تو تو جھک نے فوراً اپنی نظریں جھکا لیں۔ شاید اس میں ہی کا سامنا کرنے کی جہت نہیں تھی۔



ادولف خاتون نے دو زانو ہو کر اپنا سینہ کھول دیا۔
 ”بڑے خان تو جھک؟“

اس نے زور سے پوچھا:

”تو نے اور تبار کے ان بچا تو مجھے سے دوہہ چلی ہے۔ تو تبار سے بڑا ہے اور تجھے میرے شمار تو جیاں ہیں۔
 لیکن نیلے آسمان نے یہ غریبی خدا ہی کو دکھائی ہے کہ وہ پوری قوت اور کمال سے تیر جھکے اور اس کا ایک نشانہ بھی خطا نہ ہو۔ جب آدمیوں نے تجھ سے بغاوت کی تھی تو تبار نے انہیں اپنے تیروں سے مار چکا یا تھا۔
 تو جھک ان چنگیز خان چپ چاپ مال کی باتیں سن رہا اور اس وقت تک وہ کبھی ان چپ بیکس کی ماں کا منہ خدا انہیں ہو گیا۔ پھر وہ یہ کہتا ہوا جیسے نکل گیا:

”جب میں نے یہ حرکت کی تو میں خوفزدہ تھا اور اب میں خشن رہا ہوں؟“

تو جھک خانوں (دیباہاریوں) کا اس قدر کھل کر تباہ کیا کہ اس نے پھر بھی شان تباہی سے کوئی باز پرس نہیں کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ تباہی کا اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ تو جھک ان خانوں سے ملنے لگا ہے۔ اس سے وہ کھلم کھلا تو جھک کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے لگا۔ اور لوگوں میں غفلت پھیلنے لگا۔
 تب تباہی آدمیوں سے لگا۔

”میں آسانی دھون کھلا دار ہوں اس لیے تو جھک کی نظر میں کھٹکتا ہوں۔“

”آسانی دھون کھلے سے کہتے ہیں کہ میں لوگوں کو تو جھک سے ہوسٹیا کر دوں؟“

تو جن کے دروازے روکتے تھے وہاں اٹھتے ہوئے تب تلکی نے اپنے ہاتھوں ایک مانت تیار کر لی مگر اس کے برعکس تو جس نے مانت پر غور نہ کیا تھا۔
تب تلکی میں اقتدار کو محسوس ہر جگہ پھیل گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کا آج نہیں ٹوٹا کرے مانت کا اثر زائل کر دے گا۔

اب تب تلکی نے ایک دوری کر لی۔

تو جن پر زور کا پس ذیل سکا اور قدرت پوش پاد ہو گیا تھا اس لیے اس نے تلکی کے تیسرے جان تو جو کر ناکا اور اپنے جانوں کے بدلے کے پڑ کر اس بات پر مجبور کر دیا کہ اس کے سامنے دو زانو ہو۔

اس بات کی خبر جب چلیز خان کو ہوئی تو غصہ سے اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ اس نے سر کی بھی ایک مدد ہوئی ہے خدا تب تلکی کی جوت اس کے دل میں تھی اس پر اس نے نصرت بھی کی اور تو جو کو ہلا کر کہا،
”آج جب تب تلکی میرے جوت میں آئے گا تو اس کے ساتھ تو جو چاہے ہو کہ کر مانت ہے مگر کوئی جیسا استعمال نہ کرنا۔“

تو جن نے تو جو کو جیسا رکے استعمال سے اس لیے روکا تھا کہ مانتوں کی کم کے مطابق ان کے جگہ جگہ میں وہ جیسا استعمال نہ کر سکتے تھے اور اس میں ان کی سوں کی جگہ تھی پابندی کا کہتے تھے۔

اس کے اس جگہ میں تو جن کی کلمات بڑی نازک تھی، ایک طرف اس کے دونوں جان تو اور تو جو تھے جن کو بورڈ کے ماتھے دیکھ کر پشیمانی کے دل میں کچھ تو جو چلیز خان پر سب سالوں کی وجہ سے ان کے خلاف کوئی حسد نہ تھا تھا نہ۔

پھر سالوں کا ہیئت ہے چلیز خان کے فرخاندان رہے ایک اور وہ بھی تھی جو اسے بورڈ کے بیٹوں سے بدلے لے لیا انہیں ملو سے روکتی تھی اور وہیں بورڈ کی حیثیت تھی۔

بورڈ کا باب منیک اپنے مات جو ان لوگوں میں ایک تھا تب تلکی نے اس کے ساتھ ساتھ ایک صاحب حیثیت قبیلہ کا سردار بھی تھا اور سب سے بڑی بات تھی کہ چلیز خان اور منیک نے شائے سے شاد مار کر دشمنوں کا ساتھ دیا تھا اور ایک بار منیک کوئی بار تو جن اور منیک دشمن کے خلاف ایک قابل اہم مانت بھی لوہیہ کی طرح چل کر چکے تھے۔

یہ تھی وہ صورت حال اور جو بات تو جن کو کوئی تمنا تھی۔

قمار کی منیک کے بیٹوں کے ہاتھ سے چٹائی نے ایک جگہ کو تو جن کو اس کے اصل روپ میں بٹھا ہر جوت پر اہم کر لیا تھا مگر فوراً اسے یہ خیال آ گیا تھا کہ وہ اپنی قوت کو ایک قبیلہ نہیں بکھولنے کوئی کے شوق سے مغرب تک اور شمال کی طرف بڑھنے کے دوسرے جنوب میں ایک زار اور ملک کرم ہواؤں تک کے سیکڑوں مانتوں کی کوئی سے ایک سند تو م کے کتاب میں جو حال رہا ہے اس لیے اس کا جلد برا کھینچ دیا گیا معلومت کے تحت تھا۔

پھر صدر ہی اسے معلوم ہو گیا کہ سارا در منیک کے بیٹوں کی طرف ہی کوئی اتفاقی امر نہ تھا کہ تب تلکی کی ایک مانت کا شاد تھا اور یہ کہ تب تلکی نے اپنے شان ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے چلیز خان کو اقتدار سے الگ کر دینے کا خواہشمند ہے۔

اس بات نے تو جن کے اندر کچھ ہوش میں تھی اور اس کا ٹیکڑا کو جگا دیا جسے بد معلومت کا اور یہاں سنا کر سلاوا دیا تھا۔

پھر اسی دوران منیک کے بیٹوں کا تو جو کو دور زانو کرنے کا واقعہ پیش آیا تو جن نے تو جن پر پوری طرح دھوکا کر منیک یا اس کے ساتھی بیٹے یا خان خان کے اقتدار کا ٹھکانہ اڑا رہے ہیں اور اسے بار جگ کی دھوکہ دے رہے ہیں۔

اس بات کے دماغ میں آتے ہی تو جن نے معلومت کا بارہ انارکھٹا اور تو جو سے کہا،

”آج جب تب تلکی میرے پاس آئے تو مجھے یہاں سے اس کے ساتھ مل کر لے سکتا ہے۔“

یہ ایک طرف تو چلیز خان کا منیک یا اس کے بیٹوں کی جوت قبل کرنا تھا اور دوسری طرف اپنے بیٹوں کو یہ تہمت متعمد نہ کر دے، بالکل ان کا نشان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے پیر سے جڑن کا بھائی بھی ہے۔ پھر اس نے قمار اور تو جو کا پکارا بھائی ہونے کا ثبوت بھی دے دیا۔

چلیز خان کا تو جو کو یہ اتنا دھوکا دیا

”آج جب تب تلکی میرے پیچھے میں آئے گا۔۔۔۔“

اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ تو منیک نے اپنے بیٹوں سمیت چلیز خان سے کلمات کا وقت لیا تھا باہر خود چلیز خان نے منیک کا اس کے بیٹوں سمیت اپنے پیچھے میں آئے کی دعوت دی تھی۔ ان دونوں سے ایک بات ضرور تھی۔

بہر حال نیک مدد اپنے ساتوں بیٹوں کے چنگیز خان کے خیر پر پناہ لیں بڑا امان "ہونے کی بیشیت سے اس کے سوراٹوں کا پروردگار تھا۔
اس وقت جو مولے کے طاق غم پر پہلے دار وجود تھے، نیک اور اس کے بیٹوں نے، ہم کے مطابق اپنے بچہ پر ہمے اہل کر کے غم سے ابراہیم بگڑ رکھو دیتے۔

ان لوگوں نے اندر پہنچ کے اپنے طریق کے مطابق چنگیز خان سے سلام لیا۔ چنگیز نے انہیں اپنی دائیں جانب بیٹھے کا اشارہ کیا۔
سید سالار کے دائیں طرف بیٹھنے والے کو ایک قیدی میں سب سے عزیز سمجھے جاتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر تھا کہ اس وقت تک چنگیز خان نے نیک کے خاندان کو قائم نہ اٹھا تھا اور اس کی آمد پر اسے اس کے رتبہ کے مطابق بیٹھے کی نگہ رہی۔
گمان و گورن کے بیٹھے ہی وہ منتظر اسے آیا جس کے بے شاید دونوں ہی پناہ تھے مگر بڑا ہر آغاز چنگیز خان کے بھائی توجو کی طرف سے ہوا۔
توجو تیزی سے غم پر مہا داخل ہوا وہ سیدھا تہ ننگری کے پاس پہنچا اور اس کے شانوں کو اپنے ہاتھوں میں خوب منھتی سے کھڑ کیا۔
نیک نے غم اپنے منہ دوزاؤ ہونے پر غمور کیا تھا، ابھی تجھ سے زور آزمائی کر دے گا۔ توجو نے اسے کپڑے پہنے اس کا کیا۔
پھر دونوں میں زور آزمائی ہوئی گئی۔

توجو اگرچہ دیکھنے میں تہ ننگری سے صامت میں لگا اور زور میں کھانگہ دونوں میں صمت متاہد ہوا تھا۔
تہ ننگری ہمدی ہونے کے باوجود توجو کا دوسرا کمر کا
ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ تہ ننگری کے تمام بھائی آٹھ کھڑے ہوئے۔ شاید تہ ننگری کو رستا دیکھ کر اس کا دل کڑا پاتا تھے۔
اس وقت توجو چنگیز خان شیر کو طرح دھاڑا:

۱۔ امیر بدتم تو میری بھینٹ تھی سید سالار کے خیر میں بیٹا رہے کروا دل نہ ہو سکتا تھا۔

"یہ توجو چنگیز خان کا روت ہے یہاں مست لڑو فوراً باہر نکل جاؤ۔"
توجو کی دھاڑ سے تہ ننگری کے بھائی کو نیک اور فزودہ ہو گئے توجو اور تہ ننگری اڑتے ہوئے غم سے باہر نکل گئے۔

اڑنے والے بھیجے سے باہر پہنچے تو وہاں تین پہلوان قسم کے آدمی کھڑے تھے۔ یہ تین انہیں وہاں توجو نے مقرر کیا تھا یا توجو نے۔

ان تینوں نے ہوشیار تہ ننگری کو پہچانے تھے، اسے توجو سے چھٹ لیا اور اسے کرار کاس کی ریشہ کی ہڈی توڑ دی۔ پھر اسے ایک طرف پیٹک دیا اور وہ ایک جھگڑے کے پیسے کے پاس جاگرا۔
تہ ننگری پیسے کے پاس بھی دوڑا کہ پڑا تھا۔ شاید اس کی سانس ہی نہ چلی رہی تھی اور تینوں پہلوان کسی طرف غائب ہو چکے تھے۔

توجو نے جھکارت تہ ننگری کو کچا اور دھیں سے آواز لگا دیا:

"بڑے خان بھائی! آٹھ کھڑے تہ ننگری اور اس کے بھائیوں نے دوزاؤ ہونے پر غمور کیا تھا اب آج میں اس سے زور آزمائی کرنا چاہتا ہوں تو یہ جب چاہا بیٹا ہے اتنے کا نام ہی نہیں لیتا۔"
توجو کے کہنے کے اندر توجو کی آواز بڑی توجو نے کسی درجہ کا اظہار کیا کہ نیک اور اس کے بیٹے جان کر کھڑے کے باہر نکلے۔

نیک نے غم سے کمر دھرتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے تہ ننگری کو بلا کھلا کھلا اور اس کا سینہ مدد سے کھولا۔
پھر فرار ہی اس کی آنکھوں سے چنگیز خان کے گھنٹے گھنٹہ پرتی سے غم میں واپس آیا۔ اس کے دل کاس کے ساتھ تھے۔

نیک نے دیکھا کہ توجو چنگیز خان کو غم میں مل گیا اور اس حالت میں چنگیز کے ابراہیم کا اسی طرح چنگیز خان بیٹھا ہے۔

یوں محسوس ہوا تھا کہ یہ چنگیز خان کا بالکل علمی نہیں کر رہا ہر ایک بہت بڑا اثر دہر دھا ہو چکا ہے اور ایک طرف ان کا بچہ۔
نیک کا بدن غم دھستے کا بند اٹھا جبکہ اس کے بیٹوں نے تین تین کی رفتار کے غم سے باہر جانے کا راستہ روک دیا تھا۔

اسی غم میں مولے اور والدے دو کوش کے اور کوئی باہر جانے کا راستہ نہ تھا۔ گویا نیک اور اس کے

شکست تسلیم کر لیا تھا اور اب انہیں یہ فکر پیدا ہو گئی تھی کہ نہ سلیم چنگیز خان ان سے کس انداز میں انتقام لے گا۔
چنگیز نے بڑے دھڑلے سے حکم دیا:
”میرے خبردار کوئی امر چاہے کتنے کے کوا چاہے کہ شہنشاہ تبت تنگلی کی لاش اس کے اندر چھو جائے۔
اسکے ہوتے ہی اس کا خیمہ گر کر الٹا اور اس کے شانہ کی ڈھکنیں کوڑھٹاپ لیا۔ اس وقت چنگیز خان نے
دور اسکر دیا:

”تم خدا کا روزہ بند کر کے اپنے کمرے کے اندر دبا جائے۔“

پھر اس نے محافظوں کو ان کو لے کر لے گا

”خبردار کوئی آدمی خبر کے خیر رسد نہ پائے۔“

اس کا کہ لہو چنگیز خان نے تنگلی اور اس کے بیٹوں کو اپنے اپنے خیموں میں جلانے کا اشارہ کیا تنگلی کے
علاوہ اس کے تمام بیٹے اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ تنگلی نے سرنے والے تبت تبت تنگلی کے خبر میں رات بسر کرنے کا
فیصلہ کیا تھا۔

شکلوں کے مطابق مرنے والا پہلا رات کو اپنے مہ سے بہا کر لا کے خواب میں خروار ہوا تھا بڑے شکر و ہریراں
کے خیمے میں اس کے بستر پر سوا ہوا جس لیے تنگلی نے اس کے خیمے میں رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔
مگر —

اس رات جب تنگلی عالم خواب میں تبت تنگلی سے اپنی بڑی اور بڑی لڑکی کا زندہ رہا تھا تو چنگیز خان کے حکم
سے اس کے کمرے کے دروازے کے دو دروازے کے راستے سے دو آدمی کے خیمے کے اندر آئے اور شہنشاہ تبت تنگلی کی لاش کو وہاں
سے نکال لے گئے۔

دوسری صبح چنگیز خان کے لشکر اور اس کے تنگلی اور اس کے بیٹوں کو یہ فکر ہوئی کہ ان کے شہنشاہ تبت تنگلی
کی لاش کا کیا ہوا؟

اس وقت چنگیز خان نے ہنسا کر بڑے سرداروں اور تنگلی اور اس کے بیٹوں کی موجودگی میں اپنے خیمے کے
دروازے کو کھول دیا جس پر اس کے کمرے کے اندر کیا تھا، لاش اور اب کو مارنے کے انداز کیا۔

پھر اس کے اندر لاش موجود نہ تھی۔ چنگیز خان نے اسے حواریہ نظریہ دے کر اس کے بعد حاضرین سے کہا:
”شہنشاہ تبت تنگلی میرے جانور کے حکان ساز میں اور اس میں زور کو بڑا تھا۔ سلیم ہزارے کے بار بار دانی نے
آسمان کی رو میں شہنشاہ کی روح اور ہم کو آسمان پر لے گئی ہو۔“

تو سب کے سردار اپنے سرخ بالوں والے خانی کو شام سے بھی زیادہ فضل بخشے گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا ان

بیٹوں نے شہنشاہ کو بڑے ہی گھر دیا تھا۔

تو سب نے اپنے دشمن کو اس عالم میں کو کھو کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا اس وقت تنگلی نے جسے اپنے تنگلی
بیٹے کو مارے جانے کا یقین ہو گیا تھا، اسے مارے کا یقین ہوئی اور اس میں چنگیز کو غائب کیا:

”میرے خانیوں والے خان..... میں تیری خدمت کرتا رہا..... آج کے دن تک.....“

اس سے صاف ہی ہر حال کا تنگلی اور اس کے چوتھے سرخ بالوں والے خان پر چھٹ کر اس سے اپنے بیٹے کو خون کا بدلہ
لینا چاہتے تھے۔

یہ بیشک ہلکے خیمے کے اندر تھا ان کوئی تھے کہ کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا مگر خیمے کے باہر تو سب کے مسلح
پیردار موجود تھے اس کا ایک بھی آدمی آواز پر ہر بار انداز کئے تھے مگر تو سب نے جو موت کی آنکھوں کی سنجیس ڈال
کھڑا تھا، انہی آدمی کے لیے کسی کو نہ بھلا۔

چنگیز خان کی اس بے خوفی سے کوئی بات تسلیم کیا یا نہ کیا کہ وہ کچھ بخود، ہتھیار کا ایک تنگلی کا
مقابلہ پر وہ اکیلا تھا کہ کھانا کھا کر دوا کرنے کے بعد اسے ایک بار پھر شہنشاہ کی طرح کہا:

”ہٹ مادی میرے راستے سے میں اب رہنا چاہتا ہوں۔“

اور یہ کسی قدر صبر و استقامت تھی کہ تنگلی اور اس کے بیٹے چنگیز خان پر چڑھ کر نہ کے بلانے کا فیصلہ
پیش نہ لائے۔ تو سب نے ان کے درمیان سے گزر کر ابھر گیا۔

بعد میں انہیں یقیناً حیرت اور اس میں ہوا کہ وہ چنگیز کا کار باز کیوں خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے اس سے
بدلہ لینے کا ایک بہترین موقع کو گواہ کیا۔

صرف بالی مالے خان کے گروالے واقعات روزی پیش آتے رہتے تھے اور اس کا خوش بخیر یا بے چارہ خود اٹھنا
اسے ان خطرات سے صاف بچا لے گا مافی تھی۔

جہاں تک تنگلی اور اس کے بیٹوں کا معاملہ تھا تو چنگیز خان سے کسی قسم کی خوشی نہیں لپکا جاتا تھا۔ تنگلی
اس کی جگہ پر تھے خود بھی خبر سے ابھر گیا تھا کہ اب تو اس میں کتنا بہت بھی نہ رہے تھا کہ وہ چنگیز خان سے انھیں
بھی جا کر لیتا۔

چنگیز خان کے مخالف گروہ انداز کے سوا اس کے گرد اور دور دراز جیلے ہوئے تھے اور کسی بھی موقع نہ
کے لیے تیار تھے۔

چنگیز خان کو شہنشاہ پر نظر ڈالتے ہی عموماً چنگیز کا دماغ باز اور کھل جاتا تھا کہ اسے موت کی طرف خوش
میں پہنچ چکا ہے۔ یہی احساس تنگلی اور اس کے بیٹوں میں بھی پیدا ہوا تھا کہ انہوں نے چنگیز کے مقابلے میں اپنی

تاریخ دان ہیں۔

انہی تاریخ دانوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ توحین نے منیک کے سامنے حالت انفرادی میں نہیں کرنا تھا
اور اسی نے تہ منیک کا کام ختم کر دیا ہے۔

بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ شامان تہ منیک کی ماضی کا اثر بہت دور تک قائم رہا، منیک کا قبیلہ
جو بہت طاقتور تھا۔ اسی کے پرنسپل جو جیگس توحین اور اس کے بیٹے کے دوسرے سرداروں اور دوسرے قبائل کے
دو میان جو کسی دن میں توحین اور منیک کے دونوں میں جلی ہوئی دشمنی کو کسی صورت میں ضرور ظاہر ہوئی۔ جیگس
اس کی دوسری بیٹی کو نہ توحین "اپنے ایک طاقتور دشمن کو ختم کرنے پر تیار تھا اور دوسرے اہل کرنا یا جتنا تھا۔ زور
مات منیک اور اس کے بیٹے بھی یہ جانتے تھے کہ توحین کو تو اپنی طاقت سے ختم کئے جاسکتے ہیں اور نہ کسی دوسری
طاقت سے اشتراک کے اس پر کیا جاسکتے ہیں۔

گوئی کی جنگی لڑائیاں کمال تھیں اسی طرح ماری مدینہ یہ قبائلی جیگس کی طرح لڑتے، خون کی ندیاں
بانتے ایک دوسرے کی جگر بہتوں کو جاڑتے لیکن توحین کو کوئی شکست نہ دے پایا۔

اس کی آخری فتح مغربیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اور اب تو منیک اور اس کے بیٹوں نے اپنی تقدیر توحین
درمخت شکست سے دلایا کر لی تھی۔

توحین کی اہلیت شکا کیے جانے والے جانور کی طرح شکلی تھی۔ اسے جس قدر طاقت حاصل ہوئی تھی وہ جنگوں
فائدہ اٹھا کر دیکھ کر جاتا۔

اس نے پاس پر دوسرے کے تمام قبائلی کو تیز بزدل بنا دیا تھا۔ وہ جگہ جگہ دونوں کا اتفاق کر کے انہیں قتل کرنا
اور کوئی مٹا خان یا قبیلہ سردار کو گرفتار کرنا تو ضرور کا عہدہ اس کے گن گن کر دیتا تھا۔

مغلوں کے دستور میں کشتہ سردار کو قتل اس لیے نہ کیا جاتا تھا کہ اس کا خون زمین پر لگے بلکہ مغلی سردار کا
ذرا گرنے میں ہرگز نہ تو اس کی دھڑیاں نہیں ہوجاتیں اور نہ بدانتظام آتیں۔

مغلوں کا خد ا کہ جب اس پر ہرگز نہ تو توحین میں ہوتا تھا کہ قبیلہ کرنا کے نجوم کی قسمی میں ایک واگھے
بارہ نیسے ضبط ہو چکے تھے۔

وہ اپنی خونناک طاقت سے اپنے گود "اند" کا حوصلہ بڑھاتا تھا۔ اس کے بچے جوان ہو جاتے تھے اور اس کے
ماتہ گھر سے ہر سواری کرتے تھے۔ توحین اگرچہ لڑاکو تھیں مگر اس کا بچہ نہیں طبیعت میں ہر طرح

- انہیں نجات بھی کیا جاتا تھا۔

کے جواب میں کہا:

منیک امپایر ہوا ہے۔ بڑے خان نے اعلیٰ درست فرمایا:

اور منیک اور اس کے بیٹوں کا منہ دھواں دھواں ہو گیا۔

اس کے بعد جو واقعات پیش آئے ان میں کانہ کے دونوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک مانتا تو
یہ ہے کہ منیک کو جیگس خان کے مذکورہ بیان پر یقین نہ آیا اور وہ حقیقت معلوم کرنے میں مرکوز رہا ہے۔



پہلے بیان کر رہی ہیں کہ جیگس خان منیک سے خوفی دشمن پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے کہ منیک کا قبیلہ
بھی ایک طاقتور اور باجائیت قبیلہ تھا۔ اور جیگس قبیلہ سردار کو اپنے منہ کے دوسرے دامن کے قبیلہ کی طاقت اور انداز
توت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے شامان تہ منیک کو ایک مغرب کے تحت تسلیم کر لیا تھا۔
پھر جب توحین نے یہ دیکھا کہ منیک اور اس کے بیٹے اس کے قبیلہ کی تلاش کر رہے ہیں تو خود کھل کر اس کا
سامنے آ گیا۔

ایک دفعہ اس نے منیک کو تنہا ہی بلو کر کہا:

"منیک! تو میرے سامنے شامل ہوا اور تو نے میری اہمیت قبول کی لیکن تو نے اپنے بیٹوں کو اہمیت نہ کرنا
نہیں سکھا۔ تیرا بیٹا جو ایک جوان شامان تھا، اس نے یہی ارادہ کیا تھا کہ اس دوسرے دونوں میں خود اور تو جو کہ
اپنے دوسرے بیٹوں کے دھسے رہا اور انہیں اپنے سامنے دوڑا کر کے ان کی میری بیٹی کو تو میں اس لیے میں نے
اپنے دشمن تہ منیک کو راستہ سے ہٹا دیا۔

دا تیرا سوال تو تیرے لیے نہیں تھا بلکہ اس کے لیے تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تو
اس تھک کو قبول جائے۔

توحین کے اس بیان میں انبالا پرچم پر دوسرے توحین کا اختلاف ہے۔ یہاں پرچم بتاتی ہیں کہ توحین سے
مراد صرف ایک قبیلہ توحین ہیں۔ اس لیے کہ مغلوں کے بارے میں یہاں کے مسلمان تاریخ دان بالکل غلط ہیں۔ شاید اس
کی وجہ یہ ہو کہ مسلمانوں کے قدم اس وقت تک موٹے گونے قبائلی جھگڑوں یا مشرقی جنگوں کا جو ان میں نہیں پہنچے تھے۔

پس اس

میں اس وقت مساف گھرا تھا تھا تو توحین کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کا انداز میں ہے

ایک انتشار مانتا رہا۔
 تو جی اپنے اردو (شکر) کو مسروف دکھاتا تھا۔ کبھی جنگ نہ ہوئی تو وہ لشکر کے کرکٹ کھانے کے لیے ٹکلی بکھڑا کرتا۔
 اس طرح وہ شکر کو مشغول رکھتا۔
 اس کے مویشیوں کے گلے بڑھتے بارہ تھے۔ چند زمانہ انوں کے بھلے شاہ بابا کی پوری قوم کا بوجھ اس کے
 قوا کا کندھوں پر تھا۔
 اس نے اپنا پورا درندہ اپنے دشمنوں سے جھین لیا تھا اور اب وہ اس درندہ پر خود قابض رہتا تھا اور اپنے
 خاندان کو قابض رکھتا تھا۔

میرانا انا گلبدن کے گھر ہے اور میں غفلت مند ہوں کی میں ہوں۔
 چنگیز خان کے دل میں ایک بات تھی یا شاید ایک تجویز تھی جو ابھی تک نہ چوائی تھی۔ ایک ایسی کارروائی
 جس کا اندازہ ہو سکا تھا۔

آخر ایک دن اس نے اپنے مشیروں کی ایک مجلس میں کہا:
 "میرا بڑا بڑا آدمی ہے جس سے جتنی بھی کہا جائے کہ الگ الگ ملک کے دل و دماغ ایک
 جسم میں جمع نہیں ہو سکتے لیکن میرا ارادہ ہے کہ میں یہ بھی کر دکھاؤں میں اپنے
 ملکیت اپنے بڑے بڑے بیٹوں کا۔"

اس کا معائنہ طلب تھا/ چنگیز خان میں اتنی طاقت اور جوش پیدا ہو گیا تھا کہ اب وہ صرف محلے کرکٹ کی انھما
 کرنا کا بوجھ پر قناعت نہیں کر سکتا تھا بلکہ وہ اپنی حکمت کے کوان محدود دے دور کے علاقوں تک پھیلائے گا نہ صرف
 سے خواہش مند تھا۔

پھر اسی سال یعنی ۱۲۰۶ء میں منگولوں کے ہاتھ سے چنگیز کا سال تھا، خود چنگیز خان نے یہ قیامت آتی
 طلب کی۔

میری اس داستان میں تو دنیائی کا ذکر پہلے ہی آیا چاہے منگولوں میں تو دنیائی کا مطلب اعلیٰ ترین سرداروں
 کی مجلس مشورت۔

تو جی منگولوں کے یا قابض کا سردار تھا اگرچہ اس نے زور پکڑا تو جیسے جیسے تہا قابض اس کے گھر

جھجھکتے اور انہوں نے سرخ بالوں اور بلی جیسی تیز آنکھوں والے جوان کان کر پانچا خان، بڑا خان اور سپہ سالار تسلیم کر لیا۔

اس وقت تک تو چن کو تین ناموں سے پکارا جاتا تھا:

تو چن خان

خان

بڑا خان:

لیکن اس تروتان کیس تو چن کو "چنگیز خان" کا لقب دیا۔ اس نام کے اہل حق تو کما کو معلوم نہیں لیکن یہ کہ اس کے حق میں عامیہ نام خان تاہاں اور خان خانان کے ہوں لیکن چنگیز خان نے بھی خانان یا ہشتادہ کا لقب اختیار نہیں کیا۔

خانان کے معنی ہشتادہ ہوتے ہیں اور یہ لغت ترک کے کا نام سے مشتق ہے دیکھتے ہیں کہ کائنات

ایک شعور دار اور پرمختہ طاقت ہے۔

تروتان اس طرح شروع ہوئی کہ دشت کے جو اہل قبائل جگلوں کے بعد بچے تھے وہ ایک اڈے کے گرد اکٹھے ہوئے اور انہوں نے مشورہ کیا کہ وہ کسی کو اپنا سردار منتخب کریں۔

بہت دیر کی بحث کے بعد وہ سب تو چن کے نام پر متفق ہوئے جس نے اب تک اپنی تمام اڑائیوں میں فتح حاصل کی تھی۔

بڑے راتے خانان کے دونوں تو چن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

"ہم نے طے کیا ہے کہ ہم تجھے اپنا خان بنائیں جب تو ہمارا خان بن جائے گا تو ہم تیرا حکم نہیں لگے۔

جنگ کے بعد ان میں ہم دشمنوں کے ملنے سے سیرم بہ ہو گئے۔

جب ہمیں لڑائیوں کو اکر اکر لگے تو بے حس ہیں لڑائی کو تیرے ملنے پیش کریں گے کہ تیرا حق ہوگا۔

جب تو شکار لگے گا تو ہم تیرے آگے چلیں گے اور شکار کو تیرے سامنے لار کر یا جگڑ کر پیش کریں گے۔

اگر ہم تیرے حکم سے مر جائیں تو ہم سے تو ہمارے بیوی بچوں کو چھین لینا اور ہمیں مایا میں چھوڑ دینا۔

یہ تروتان کی چھک تو چن کی مرضی سے منظور ہوئی تھی اس لیے اس نے دونوں کو بات لی۔ اس نے ذرا

کچھ نہ کہا۔ کیونکہ وہ اس طرح کی ایک مجلس میں پہلے ہی چٹا خان تسلیم کر چکا تھا لیکن وہ ایک علاقائی مجلس تھی اور اس موجودہ مجلس میں جو فیصلے ہوتے وہ محض گونہ کی تہمت پر چار گاہوں کے مشترکہ فیصلے تھے۔

تو چن نے چنگیز خان یا خانان ہونے کے بعد سب سے پہلا فیصلہ یہ کیا کہ اس نے اپنے لیے ایک مندر بنا دیا۔

دست پر تاج ہے "حق" کا نام دیا۔

ایک بیان یہ بھی ہے کہ چنگیز خان نے اسی تروتان میں اپنے سرداروں سے ایک عہد کیا جس کا تفصیلی بیان اس طرح ہے کہ:

میرے سردار جنگ کے دشت کی طرح تملک اور مندر میں۔

میں شکر سے ان کا منہ میٹھا کروں گا۔

میں انہیں اطمینان کے باد سے پناؤں گا۔

میں انہیں تیرے گھر میں پرستھاؤں گا۔

وہاں اور شہر میں نہ لڑوں گا یا بی بیوں سے۔

ان کے گھوڑے اور اونٹنی تیرا کام ہوں گی میں کسی چیز کے لیے ان کے گھوڑے کے لیے نہ اسے کھائے گی۔

میں ان سے ماری نکلیں اور درویشوں کا۔

میں ان کے غراؤں میں خار درجھاؤں اور جنگل انہیں ڈانگے دوں گا۔

چنگیز خان تو چن کی بی بی بن گئے۔ چنگیز خان پر یقین رکھتا تھا کہ وہ چنگیز خان کی بی بی بن جائے گی۔

شاہکار ان چن کو چنگیز خان کے لفظ سے جانتے ہیں۔

اس نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

"مجھے یاد دلاؤ کہ میں ان کے سامنے اس کا حکم بنایا ہے جو میرے چہرے میں ہے۔"

اس وقت اس کا کرنا تھا کہ اس کا حکم بنایا ہے۔

1۔ چنگیز خان کی جنگ کے کیا ارادے۔

چنگیز خان نے اپنے سواؤں سے جو حکم کیا تھا اسے اسے زیادہ صحت پر کیا۔ اس کا ترجمہ اس حکم کی گھر میں نہ آتا تھا۔ وہ کبھی نہیں گیا کہ سننے والوں کا زہر ہو گیا اور ان کا عہد بن گیا جو پورا بھی ہو چکا۔ چنگیز خان قبائلی علاقوں سے قوت تھا۔ اس کے قبل جو نے اسے بھیجا تھا کہ قبائلی سلطنت قبائلی کرتا تھا۔

کے اگلے چاہے۔

اسی لیے اس نے مجھ سے دیا کہ

”جو مغلوں کو فتح کیا ہے وہ کسی دوسرے فعل پر ہوتا نہیں اٹھتا گا“

آہستہ آہستہ مذاہن لگے۔ والے قبیلے اس کے ہزاری دستوں میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے اپنے ہمین کو سنا دیا کہ

اب میں تم کو کم کر دیتا ہوں گا اور ان لوگوں کو ہزاری دستوں کا سردار بنوں گا جو میرے کا ہیں

دور کر دیتے۔

جس نتیجے میں اس نے یہ بات کہی اس میں مخلوق کا ایک بڑا نشانہ ان لوگوں کو جو موجود تھا اس نے چنگیز خان کی بات سن کر وہاں موجود سرداروں اور فوجوں سے کہا:

”اسے مخلوق کے سردار“

میں تم کو آسمان کی رحمت کی بات بتاتا ہوں جو ہے کہ نیلے بادوں آسمان کی کائنات چنگیز خان پر از

آفت ہے اور چنگیز خان میں زمین پر اس کا نائب ہے۔

سننے والوں نے ان کی اس کلمات کا یقین کیا کہ چنگیز خان نے دوسرے فعل کا مذاق لے کر کہا ہے اپنے

خاندان کو کہہ رہا تھا کہ چنگیز خان اس کے فعلوں کا سرکردہ دوسرے غیر برادر قبیلے سے آگیا کہ وہاں تھا۔ دوسری صحیح معنوں میں

نیلے پڑے کی شکل سے تھا اور جو کہ ان کا وارث تھی۔

انہیں یقین ہو گیا کہ چنگیز خان جہاں بھی جائے گا وہیں جیسے اس کے گلاب سے لگے:

۱۔ پان

۲۔ جنگل کے دیوتا

یہ کلمات تھے کہ چنگیز خان ان پیش گوئیوں پر کہ ان کے یقین کا تھا کہ یہ بات ضرور سناؤں گی ان

پیش گوئیوں کو سننا ضرور تھا اور اس وقت پر یہ یقین بھی جھٹکا تھا۔

وہ پیش گوئیوں کو رائے تو لے گا کہ ہمیشہ جتنا خوب تر بنو خدا تھا اور جو بنے میں سوائے اپنے تجربے کے کسی

پیش گوئی کو دخل دینے نہ دیتا تھا۔

چنگیز خان کو اپنے دوستوں کا سہارا اور سرداروں میں ہمیشہ وفاداری کی تلاش تھی اور اس کا نشانہ ان کی تلاش کا انداز میں لانا تھا۔

اس کے متعلق پورے وقت میں یہ مشہور ہو چکا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے قبیلے سردار کو گرفتار کرے چنگیز

کے پاس وائے گا تو چنگیز خان اس لانے والے کو قتل کر دے گا کیونکہ اس کے خیال میں اپنے ناکور گرفتار کرنا ایک

سنت قداری ہے اور قداری کا خلاف ہو جاتا ہے۔

یہ حکمت اس کے چنگیز خان ان لوگوں پر رحم نہ کرتا جو اپنے ناکور کی جان بچانے کے لیے جان توڑ کر لڑتے

تھے۔ ایسے لوگوں کی وفاداری کی وہ بہت قدر کرتا تھا۔

ایک بار چنگیز خان نے کسی قبیلے کے گرفتار ہونے والے ایک جوان کو کہا:

”تم قتل دین کا مسئلہ نہ ہے مگر تمہارے آقا کو کسی طرح بچانے کا موقع مل جائے۔ مجھے قہاری وفاداری

پسند آتی ہے۔ تم اس طرح میری خدمت کر دو میں تمہیں اپنا رفیق بناؤں گا۔“

دشمن کے رہنے والے دشمن کے ناکور کو لڑتے تھے۔ جنگ کے سونے پر چنگیز خان کسی طرح کی بھی مخالفت نہ

تھا کہ ایک باندہ یا ناکور تھا۔ جنگ میں اس کے مرنے کو ایک قصہ ہوتا تھا:

”فتح حاصل کرنا۔“

اس کے لیے عسکر سے کام لیا اور اگر ناکور یا کوئی سے جنگ جیتنے کا موقع اور مکان جہاں تو چنگیز خان اس سے

بھی دریغ نہ کرتا۔

اس کا ایک ہی اصول تھا:

”مارو اور فتح حاصل کرو“

اور اس پر وہ ہمیشہ عمل کرتا تھا۔

میرزا کا گلہ بن گیا۔ اس نے ششما کو ہندوؤں کی پیش گوئیوں

میں نے نشانہ چنگیز خان کی عداوت و اہل کار کا ایک تفصیل مائزہ اس لیے پیش کیا ہے مگر جب آپ اپنے

دور کے اس سنگین ترین عمل کو دوری قوام کے ساتھ برسرِ کار دیکھیں تو اس کی برہمیت، تباہی برپا دی اور

حق کا پرزہ زیادہ خوب دیکھیں کہ اس کا خیر بھی اسے جہاد سے نہ تھا۔ سروں کے پیادہ بنائے خون کی شہر آفرین تعمیر

کرنا اس کی فطرت کا ایک عمومی حکم تھا۔

چنگیز خان نے ایک بار اپنے سردار سے کہا:

”ہم سب لوگوں کا قول ہے کہ اہل کار کے دل دودھ کا ایک ہی جسم میں جو نہیں کیا جاسکتا۔

گھر لے کر ادا رہے۔ یہ بھی کر کے لکھا دوں اور اپنی حکومت اپنے ہماروں پر بھی پھیر دوں؟

جیہ یہ دعویٰ تو کر بیٹھا مگر جب اس نے اسی کے ملکوں پر غور کیا تو اس پتھر پر بیٹھا مگر جب تک وہ اپنے زیر پرے جنگوں کو قتلوں کی ایک برادری میں نہیں ڈھالتا اور پراکٹیزہ کرنے والے دشمنوں پر اپنی حکومت نہیں جاتا اس وقت تک یہ ممکن نہیں۔

چنانچہ چنگیز خان نے بڑے بڑے دشمنوں کے ساتھ پائے استعمال میں کر دیے آئے ویسے بغیر اس مقصد کے قتلوں کا کوشش شروع کر دی۔

تیرہویں صدی میں شروع ہو چکا تھی۔

چنگیز خان قبیلوں کو ایک برادری بنانے میں لگا ہوا تھا جو اس کے بزرگوں کے سلطان ماکن تھا لیکن اس کا کتنا تھا کہ یہ اس طرح ہوا جو سلطنت پر ایک قبیلہ باقی تھا قبیلوں کا سردار بن جائے۔

قوم قرابت کا گروہ اور داخلہ ان سے یہاں پریش کیا جاتا تھا، کی حکومت ان غروں پر تھی جو اس قبیلہ پر دلاتے تھے جو ست (جسے چنگیز نے شمال دروازوں سے غرب کی طرف بنائی تھی۔

اس قبیلہ پر قبضے کے جو دور میں نتائج ہو سکتے تھے اس کا ایک ہلکا سا تصور چنگیز خان کے دماغ کے کسی کونے میں موجود تھا اور اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خانے اور دشمنوں کے بعد چنگیز نے نانبہ بے پورے مردان کے پاس جانے کا قصد کیا۔

چنگیز خان کا ارادہ تھا کہ وہ بڑے منزل خان کے ساتھ ایک معاہدہ کی تجویز کرے گا جس سے قوم قرابت اور خود چنگیز کی سردار برادری دونوں کو نفع پہنچ سکتا تھا۔

چنگیز کی طاقت اب اس تھا کہ پہنچ چکی تھی کہ وہ قوم قرابت کے بڑے سردار منزل خان سے برابر کی معاہدہ کر سکتا تھا۔

اسے بڑے باب؟

چنگیز نے بڑے منزل خان کے سامنے عرضداشت پیش کی:

میں تیری مدد کے بغیر اپنے دشمنوں کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ تو مجھ سے کب دو دشمن کے بغیر زمین سے

جی کہلے تیرے جان بدتری نہ خبر، زمین اور چراگاہوں پر تیرے گھر گئے۔
چنگیز خان نے رگڑ کر دھوئے خان کے راج کا اعلان کیا جو پورے انہماک سے چنگیز کی بات سن رہا تھا اور
ہمت کو شمع بنا۔

”میرے پاس کے نہ بولے جانی؟“

چنگیز نے سانس لے کر پھر بتا کر دیا گیا:

”تیرا لڑکا اب جو ملے اور ان باتوں کو نہیں سچو کھانا گریہ بات ہے کہ اگر تیرے جانی بندوں نے ایک
تیرے علاقے پر قبضہ کر لیا تو پھر انہیں بے دخل کرنا کس طرح ممکن نہ ہو گا اور تیرے صدمہ میں بیٹے کو سہا اپنی طاقت اور
جان دونوں سے اتنا دھوا پڑے گا۔“

فخر خان چونک پڑا:

”یہ تو کیا کہہ رہے چنگیز خان؟“

”میرے پاس؟“

اس نے شے اطمینان سے جواب دیا:

”میں وہی کہہ رہا ہوں جو ہونے والا ہے۔“

”پھر.....“

فخر خان نے اضطراب کے عالم میں پوچھا:

”پھر تو نے اس کا کیا حل سوچا ہے اسے میرے نہ بولے جانی کے برابر ہے؟“

اس کا نام نہیں ہوتی اور اسے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے بھی خطر ہے کہ اس کا جواب دے۔ شاید یہ اس کا پہلا

موجود تھا جسے چنگیز نے ہوا و دہا توئی۔

”میرے پاس؟“

چنگیز خان نے پاس پر بھی ہوا مل پیش کیا:

”میں دونوں کے لیے اپنی ان حکومت اور جان کا سلام کی ضمانت کرتا ہوں، یہی صورت میں میرا جواب ہے۔“

بڑھ چکے تھے اسے لپکھو۔

”تاؤ تاؤ تاؤ، جلد تاؤ چنگیز خان۔“

فخر خان نے ڈھکی ابدوں سے کہا:

”مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔“

”اس کا طریقہ یہ ہے اسے میرے پاس۔“

چنگیز خان نے اسے زیادہ دیر نہ اٹھائیں نہ کھلا اور بولا:

”مگر میں تیرا شاہن جاؤں گا کہ تم دونوں کے لیے ایک مضبوط بنیاد بن جائے۔“

چنگیز خان نے اس کا جواب دیا کہ وہ قزاقی کے لئے فخر خان کا ہستی بنے گا، درخواست کر کے کہ وہ

فخر خان کا شاہن تھا، ابھی تھا جبکہ اس کے خلاف میں چنگیز خان ایک مضبوط برادری کا شاہن تھا۔

”چنگیز خان؟“

فخر خان نے مضحکہ کرنے میں ناکام رہا:

”تم میرے نہ بولے جانی کے بیٹے ہو اس لیے میرے سوتے ہو جس میں میری بیوی بیٹھی تھی تھا اور اب میں بیٹا

بھی کھتا ہوں، شاہن کو دشمنوں کو بتانے کے لیے اعلان کروں گا کہ میرے چنگیز خان کو ہستی کر لیا ہے۔“

اور فخر خان نے بلا وقت اس کا اعلان کر دیا۔

اس طرح فخر خان کا اپنی جان اور بیٹے کی جان اور اپنے علاقے کا استحکام کے لیے ایک مضبوط حلیہ نکلا۔

دوسری طرف چنگیز خان کو ہستی ہونے کے باعث یہ بھی لگا لگا کہ فخر خان کے مرنے پر وہ اس کے علاقے کا

انتقام سنبھال لے۔

چنگیز خان کو پورے قزاقی سردار کے لیے ہونے والے اس کا دھماکا تھا، قزاقی بات کرنے کا موقع بہت محدود نکلا۔

قزاقی قبائل کے مفرد علاقوں میں بدھ مت کے ماننے والے تھے اور بعض مسلمان قبائل انہیں قزاقی قبائل میں

بعض تو ہوتا تھا، تھے اور بڑے بڑے قبائل اور شاہنوں کے رستے تھے۔ ظاہر ہے کہ بدھ مذہب کے ماننے والے اور

مسلمان ان کے خلاف تھے اور دشمن پھر خلیا کرتے رہتے تھے۔

فخر خان جو عرصہ سیدہ ہو رہا تھا اور اس کے اعتقاد میں پڑے تھے، تھے، اسی لیے مغربوں کو اس کی سیر

چیز بنی ہوئی تھی۔

پھر اس پر کافر مغربوں نے فخر خان پر اپنا کھڑا کر دیا اور اپنی لپکھائی کر قزاقی کے بہت سے علاقوں پر ان کا

قبضہ ہو گیا۔

فخر خان نے فوراً اپنے حلیہ اور ہستی میں چنگیز خان کو مدد کے لیے پکارا اور چنگیز خان کو سلام دے گا،

نہایت کرنے کا موقع مل گیا۔

مظلومان کا یہ مصرعہ جیگیز خان کے پاس مروی درخواست کے لیے پہنچا اسی دور پر جیگیز خان نے اپنے سوراٹوں کو بھیجے گا اور انہیں حکم دیا:

”میرے سوراٹو! تم جانتے ہو کہ قرأت کے مظلومان نے مجھے اپنا بیٹا بھی بتایا ہے۔ اب وہ میرے باپ کا جگہ ہے اسی کے قتل پر میرے بے بدھوں نے حملہ کر کے بہت مہلک زخم دے دیے۔ تم انھی اور طوٹان کی طرح وہاں پہنچو اور زخم مٹانے سے قرابت علاوہ دالیں لے لو کہ ان کے مظلوموں میں داخل ہو کر جو کچھ ہاتھ آئے اٹھاؤ۔“

جیگیز خان نے ایک مختصر ٹھٹھڑے پر بے پرواہی پر شش شکر ترتیب دے کر اور مردار کو دیا جیگیز خان کے ایک چھوٹے سے لشکر کی تین دن کے دینا کے لوگوں سے یہ سب چیزیں منی۔

جہاں تک خود جیگیز خان کا تعلق تھا تو وہ نہ صرف و قتل کے انفرادی ہی نہ واقف تھا نہ مظلوموں کے دینا کے ہر اس کے مظلوموں میں غور کرتے تھے لیکن ان کا باقیہ قول عمل پر غور سے پڑا تھا جو ہر عمل چیزیں بدلنے کے غم کو اور غور سے بدکاری تھیں۔

جیگیز خان کے اس لشکر کے علاوہ دوں کو نہ صرف و قاتلانے سے مار دیا گیا بلکہ ان کے مظلوموں میں داخل ہونے کے علاوہ جو بھی ان کا قتل تھا مٹا دیا۔

مظلوموں کے آتھ جو چیزیں گم ہوا تھا ملے۔ انہوں نے ان کی صورتوں پر بھی آتھ دے لے لی کہ کوشش کر ان کے دروازے نہ رکھ دیا۔

”خاندان نے جس غور کو اسے کسی کوئی نہیں دیا“
خاندان جیگیز خان کا ان پر اس قدر رب عاری تھا کہ اس کا نام آتھ ہی ہے وہ ہم نے بھی انہوں نے مظلوموں سے سزا عورتوں کے سب کچھ لوٹ لیا۔

والہیں جیگیز خان نے ان کی بہت افزائی کی اور جو مال جس نے لوٹا تھا اس کو بخش دیا مظلومان نے بھی اس کا شکریہ کیے بہت سے تحائف بھیجے۔

مظلومان سے سبب سے اور اس کے نتیجے میں قزاقوں کو دکر کے جیگیز خان نے دراصل اس کا خواہش بہت سی کہیں کہلا تھا۔

انہوں نے اور جو جیگیز خان کو اگر آپ سیاست دان بھی کہیں تو بھی آپ کو اسے زمین و فزونی پر ناپڑے گا۔ اس کا بہت بڑے جگہ جیگیز خان نے مظلومان کو ترکوں اور بدھوں سے ایک مستقل جنگ میں الجھایا اور خود ہر طرف سے ملنے ہو کر اپنی طاقت بڑھانے چلا رہا تھا۔

گوئی پڑا گا لو کہ غیب میں مچرائے گوئی تھا اور اس کے سر پر دیا رہیں تھی جو اس قدر چڑی اور تھی کسی اس کا بار کرنا نکل گیا تھا۔

دیار چین کے اس بار چین کی حکیم انسان سلطنت تھی۔ اگلے مدتوں میں چین کو خطا کیے تھے اسے پکارا اور کھا جاتا تھا۔

مشورہ کہہ کر پڑنے دینے میں یہاں دو مشورہ سلطنتیں تھیں:

۱- خطا

۲- خفت

ان دونوں کا دور دورہ تھا۔ اور دلوں میں بھی خطا و ختن کا ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ ایک مثنوی میں کسی شے کا خضاد ہونے کا اس طرح کیا گیا ہے کہ:

خطا و ختن سے وہ لیتا خراج

چین و دھو میں یہاں ہوا تھا:

۱- شمال چین

۲- جنوب چین

ان دونوں حصوں پر ایک ایک دو خاندان حکومت کرتے تھے شمال چین پر خاندان زین حکومت کرتا تھا۔ شمال کے اس خاندان کو بھی کچھ کھتے تھے۔

دوسرا خاندان جو جنوبی چین کا حکم کرتا تھا ”گسہ“ خاندان کے نام سے مشہور تھا اور اب تک اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

چین کا نام میں خطا کو ”کھتے“ کہتے تھے ہیں جو خطا سے مشتق ہے۔ وسط ایشیائے ناماری دونوں خاندانوں کے بہت مثنویوں کو ”خطا“ کہتے نامے پکارتے تھے۔

خطا کا لفظ جو عرب میں کجری سیاہی کو دے رہے ہیں تھا۔ ہر مال میں کجری کھتے تھے کہ کارہی ہوں جو زین خاندان کا فرق تھا۔

شمال چین کی سلطنت دیار چین ملک تھی اور دیار کے اس ملک کو مچرائے گوئی کہلا کر لوگوں کی نگہ بند کی زور میں رہتا تھا۔

یہ ترک قبائل اگرچہ مچرتے تھے لیکن ان کی تعلیم شمال کے خاندانوں میں بھی تھیں۔ ترکوں کے پرے کے پرے برقی رنگا رنگوں پر سیاہ دیار چین ملک پہنچنے اور دیار کے خاندانوں کو نگہ کیا کرتے تھے۔ وہ دیار کو پلا توڑ

ترکوں کے ایک ایسے ہی طبقے میں فخری خان کا باپ بارالیکا تھا۔ جو چنگیز خان کے زمانے میں جو قزاق تہذیب پر ترکوں کا حملہ ہوا تھا اور فخری خان سے محابہ رکھ کر دوسرے چنگیز خان نے فخری خان کو قزاقوں کی مدد سے بھیجی تھی اور ترک اپنا جوکر نائب ہو گئے تھے۔

جیسا ہونے والے ترکوں کا نائب بالکل بالکل تھا اس لیے ترکوں کے غیر تھے۔ وہ اپنے تیز رفتار گھوڑوں کی باگیں دھرتے اور جو کرا لیتے وہ تیز چلتے ہیں۔

انہیں ہماری ایک سالانہ کی کوئی خدمت نہ تھا۔ دیکھ کر زاروں میں بھی اپنا کسبہ پہچانتے تھے اور گھوم پھر کر اپنے گرو پر پتہ چلتے تھے۔

اس دفعہ ترکوں نے فخری خان پر جو حکمی امین ان کے باؤ کچھ دیکھا جلد سے ترک چنگیز خان کے نہر پہ سوریلوں کا شکار ہو گئے۔ اور وہ یہاں تک پہنچ گئے۔

قزاقی علاقہ اور قزاقوں کی دولت سے غافل ہو کر فخری خان کو فخری خان کے قبیلے سے ہوں دو اپنی غیر لکھی تھی جیسا کہ چنگیز خان کو فخری خان کے دماغ میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔ وہ ان سخاوت و زور کے سے جوش کے لیے نہایت بہتیا تھا۔

فخری چنگیز خان کے دماغ میں دوسرے علاقے کا دماغ بن گئے۔ لہذا ایک کوئی دماغ تصور موجود نہ تھا۔ اس نے صرف ایک بات پر زاروں اور زاروں کو ایک لگا سا نشانہ دیا تھا کہ:

"بزرگ تمہیں یہ مختلف دل دے گا ایک ہم میں اٹھائیں ہو سکتے ہیں انہیں ایک جسم میں اکٹھا کر کے دیکھو کی گا اور اپنا طاقت پر کسیوں پر پہنچاؤں گا۔"

چنگیز خان نے فخری خان کی افشاہ دیا تھا۔ اس سے چینی، وسط ایشیا یا یورپ پر حملہ کر کے قبائل زبوں ہیں نہیں ان کے چنگیز خان شیدا کی مخلوق پر سوچ رہا تھا جیسے ہی اسے ترکوں کے سپاہیوں نے فخری خان سے فورا اپنے دستے کو کھڑا دیا:

"معاذ الرحمن! کوئی میں اس طرح کو جو پہنچے ترک حملہ آور گم ہوتے ہیں۔ جیسا وقت میرے پاس آؤ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ ترکوں کے کتنے کتنے کھانے ہیں اور وہ قزاق سے پسپا ہو کر کس جگہ پہنچتے ہیں۔"

یہ کام بڑا مشکل تھا۔

چرا گاہ میں اور چند علاقوں میں گھومنے سے جگہ کے دانے کو لے کر گستاخوں سے کچھ خوف واقف نہ تھے چنگیز خان کا حکم اپنی خاطر یہ حکم جادوئی آسمان پر رہنے والی دھوکے حکم سے بھی زیادہ اکی نظر

کر سکتے تھے لیکن شال کے شمشاد زریں کے لیے دروہ مرنے پتے تھے۔

ایک سہری متولہ ہر کہ:

"خود کردہ را علاج نیست"

یعنی اپنے انھوں کو ہی کی جاتی معیت کا کافی علاج نہیں ہے!"

یہ متولہ شمالی چین کے شمشاد زریں پر لہو اماں کو آتا تھا۔ تار تار یہ کہ لڑکے کو شمشاد بدوش قزاقی تھے۔ وہ گھوڑا پر بار کے شمال چین پر حملہ آور ہو تھے۔ ان قبائل کا مقصد ملک و طاقت فتح کرنا نہ تھا بلکہ یہ صرف لوٹ کر اپنے گھر کو کچھ اٹھانا تھا۔

چنانچہ شمشاد زریں نے ان کا علاج یہ نہ کیا کہ اس نے وسط ایشیا کے ترکوں سے جو غریب ملک اور خوش خاندانوں کی طرح لوٹ کے ماری تھے۔ اراکلیا اور انہیں پر لایا دیا کہ اگر وہ شمال سے اپنے والے خانہ بدوشوں کو شمال چین پر حملہ آور ہونے سے باز رکھیں تو انہیں اس کا نہنگ کا سفر دیا جائے گا۔

ترک قبائل کس پر راضی ہو گئے اور میں ترک قبائل میں محابہ ہو گیا۔ ترکوں نے حملے کی جگہ بلکہ اپنی چوکیاں بنادیں اور ان میں سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں گوارہ فرما دیے۔

یہ ترک سوار شمالی سرحد پر ہر وقت گشت کرتے رہتے اور جب انہیں معلوم ہوتا کہ شمالی ترکوں کے وحشی خانہ بدوش چین پر حملہ کر رہے ہیں تو اپنی تمام چوکیوں کو کچل کر دیتے اور اپنے ترکوں سے اہل کر کے فوراً ملک منگاتے۔

امرات چرکا گاہوں کے خانہ بدوش قبائل چین تک پہنچنے سے پہلے ترک سواروں کا کتا بکر نڈا تاجور ہزاروں کر ان کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے۔

شمالی چرکا گاہوں کے خانہ بدوش قبائل نے سب میں فخری خان کا قبیلہ میں شامل تھا۔ دیکھا کہ چین پر حملہ نہیں ہو گیا۔ یہ تو انہوں نے اس طرف اس طرف کرا کر تباہی مچوڑا۔ یوں شمالی چین میں سب نے اپنی زمین غولی ہو گئی۔

پھر شمالی چین پر کوئی ایسا شمشاد تخت نشین ہوا جس نے دیکھا کہ شمال میں اتنا بھی اور زمین و لوہا۔ چھوڑا ایک طرف لڑنے سے چین پر کوئی حملہ نہیں ہوا تو اس نے ترکوں سے کہیے ہوئے محابہ سے کو توڑ دیا اور ترکوں کو جو ترک با شمشاد حسن کے طور پر دے دیا تھا۔

ترکوں کو جب چین سے محابہ دیا نہ ہو گیا تو انہوں نے کوئی کی شمالی چین کے ہوں کے قبائل پر حملے شروع کر دیے۔ ان قبائل میں سب سے پہلے فخری خان کے قبیلہ قزاق پر پڑی تھی کیونکہ یہ تہذیب دشمنی سے غریب کو ہونے والی شاہراہ پر آباد تھا۔

لو کبھی پہچانتا تھا یہ احمد کے چٹکی تیرے کا اتنا تھی گھوڑے اور قریب کے تھے تو چٹکی ز خان میں دودھ اور آگے

سورائے قریب آگے لے کر انہوں نے خاقان کو اپنے خیمے کے سامنے کھڑے دیکھا۔ سورائے قریب نے اور اور دار خاقان کی طرف بڑھا۔

”جاودانی آسمان نے خاقان پر رحم کیا ہے۔“

چنگز خان کا یہ ملک میں جگے لگیں۔

”اے کامطلب کے قہر تانہدروں تک پہنچ گئے؟“

بقدرت و کمال خود را در این عالم

۱. حسن: خانزادہ گل محمد علی

خاتون زادہ، صاحبہ گریجویٹ کالج، داخل ہوئی جس کے ہاتھوں سے کامیاب ہو گیا۔

”میں نے اس سے پہلے کہ وہ میری طرف سے کسی بھی طرح کی بات نہ کرے اس سے پہلے کہ وہ میری طرف سے کسی بھی طرح کی بات نہ کرے“

تو کہتا ہے کہ میں نے اسے نہیں دیکھا ہے۔

روا. زکھڑ زکھڑ رجا اب روا.

میں نے دیکھا کہ وہ لڑکھن کر رہا تھا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکھن کر رہا ہے۔

۱۰۰

ہوں۔ ”جنگمہ خان نے ایک لمبی سانس لی۔

”تمہے بڑا کام کیا جینگے تم سے خوش ہے۔ حادثہ آرام کرو۔“

مردار کے خیمے سے جاتے ہی جلیگہ خان تن کے کھڑے ہو گئے۔ اسے اس نے کوئی فیصلہ کرنا ہو بھروسہ اس نے چند

انہوں نے کہا کہ ان کے پاس کوئی اور نسخہ نہیں ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دل سے کسی شخص کی تعریف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی تعریف کرے گا اور اگر کوئی شخص اپنے دل سے کسی شخص کی مذمت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرے گا۔

قد ترحمہ جنگ خان کو رسداری اور حاکمیت تہ نسلی نہیں ممکن ہے اگر انہیں میں دوسرے

یہ دیکھ کر میرا دل کانٹا لگا

اودھ سے فارغ ہو کر جنگلہ خان نے اسی وقت اکتھو، رفتار سوار کو قزاق سردار فضل خان کی طرف روانہ کیا۔

۱۰۔ اصرار سے سردار طغزل کو چنگیز کا یہ بیغام پہنچا کر کہ :

آئے نرائے کے عظیم سردار طغزل خان: آپ کے بیٹے خاقان جیگنژ خان نے آپ کو اطلاع دی

حیدر خان کا دوستہ جل رٹا اور صبح ایں دن کا گرم ہو گیا۔

مشرق سے ہونے والی تجارتی شاہراہوں پر دو گھوڑے دوڑتے رہے اور ان کے حکمران کے سوا کسی اور کے لئے یہ

ترکوں کا کوئی ٹھکانہ نہ ملا۔

جیلگنہ خان کا بستر و ترنوں پر مشتعل نہ تھا کہ اس کے مولا آسمانی سے ناکام ہو جاتے اور نہ ہی ترک راستہ

میرا شہزادہ کے کنارے اپنے چھاؤں میں بیٹھتا ہے اور ان میں سے ہمارے کہتے ہیں کہ میرا شہزادہ اور چھاؤں میں بیٹھتا ہے۔

[illegible]

چنگز خان کے جاسوس دستے کو صحرا میں گم ہونے پر مذہب دن چوٹنے لگراں میں سے ایک سوار بھی واپس نہ آیا۔

قتلے اور حواریہ کے کہہ کر جب چلے گئے:

”خدا سترین سحرماٹوں نے غامقانِ رسانی جانیں بنا کر دیں؟“

عکس کے جینئر خاندان سے ہی سوچا ہو گا اس نے زبان سے اس کا اظہار نہ کیا۔ یہ بات ضرور تھی کہ وہ اکثر

نوانے خیمے سے باہر بے چینی سے ٹھٹھا رہتا۔

بیر ایک شب چنگیز خان کے زہر پلے دستے کے حواریا ایک اپنے خطرناک سفر اور انتہائی خوفناک مہم سے

لوٹ آئے۔

دو چاق دوپہر بند تھے۔ منہس بول رہے تھے۔ بالکل سہل طرح جیسے کوئی قلعہ فتح کر کے واپس آئے ہوں۔ اور

بعض تھارے کو بیس ایک ماہ تک مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک گھوڑے جھگمانا اور پھر زندہ لوٹ

ہا قلعے کی فتح سے کم تو نہ تھا۔

یہ وقت تھا کہ نصف شب گزر چکی تھی۔ خیرہ بستی پر خاموشی طاری تھی۔ سوائے چمکے خانہ کے ہرے داروں کے

یہاں پہنچ کر کھلی ہوئی نہ تھی اور سنگڑ خان کے بے حسین قدم زمین کا سینہ کوٹ رہے تھے کہ دور سے گھوڑوں کے

نے کی آواز سنی۔

چلیگز خانہ کے قدم اکدم رک گئے۔

”یہ میرے سوار ہیں۔ یہ انہی کے گھوڑوں کی چال ہے۔“

وہ کھڑا سوچ رہا تھا اور سوچ سوچ رہا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اپنے مختلف سوراہوں کے گھوڑوں کی

میں اس کے انتقام میں ایک سو تالیوں کو قتل کروا گا۔ چلو، آگے بڑھو تاکہ ہم بھی اسی جگہ میں شامل ہو کے
 تالیوں کا خاکہ کر دیں۔
 "توڑا اور انتقام کر میرے باپ۔"
 چلیگز خانہ نے سنانے سے جواب دیا:
 "چلیے، ہم دیکھ کے لیے جال بنا کر لیں۔ پھر ہر گے بڑھیں گے۔"



کہ وسطی ایشیا اور مغرب کے وہ تھاری لڑے جو مغرب سے مشرق تک پھیلے ہوئے تھانے شاہلو پر
 وقفہ وقفہ سے ملکر کے شاہلو کے جنوب اور شمال میں بسنے والے پڑا من تھا کی کے سکون کو
 بر باد کرتے رہتے ہیں۔ انھی تالیوں نے آپ کے باپ کو بچا لیا تھا۔
 اگر آپ ان تالیوں سے بدلہ لینا چاہتے ہیں اور ترقی پسندی کے علاوہ کو ان کی دستبرد
 سے جیتنے کے لیے محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو فوراً لشکر کے محبوب کی طرف روانہ ہو جائیے اور شاہراہ
 پر پہنچ کر برا انتظام کیجیے۔
 ہوسکتا ہے کہ میں آپ سے بدلہ شاہلو پر پہنچ جاؤں۔ اگر میں پہلے پہنچا تو آپ کے آنے
 کا انتقام کروں گا۔

خانان چلیگز خان کا بیٹا سم کہ طغرل خان نے جو قتل ہوا۔ ایک تو ان تالیوں نے ایک ملخار میں اس کے
 باپ کو قتل کر دیا تھا جس کا وہ اب تک انتقام آنے کا تھا۔ دوسرے بیکر مبارقا تالی میں بیٹے دو بیٹے کے بدتر انتقام
 کے بڑی سطوڑوں کو خیر و تاراج کرنے کی کوشش کرتے تھے جس کے لیے بوشے طغرل خان کو ہر وقت مستعد اور تیار
 رہنا پڑتا تھا۔

طغرل خان نے لشکر کو تورا توری کا حکم دیا اور برق رفتاری سے دو محبوب کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر جب وہ
 شاہراہ کے قریب پہنچا تو اسے سامنے سے آتا ہوا ایک سوار دکھائی دیا۔
 طغرل خان نے اپنے لشکر کو اس کے کا حکم دیا۔ آئے اور اسوار جب طغرل خان کے گھوڑے کے قریب پہنچا تو
 اس نے ادب سے کہا:

"اے قربانی کے منظم واد طغرل خان! آپ کا بیٹا خانان چلیگز خان شاہلو پر پہنچ چکا ہے اور آپ کے لشکر کو
 بے چین سے انتقام دکر رہا ہے۔"

طغرل خان نے یہ قید پائے ہوا چنے گھوڑے کو ایڑی اور اس کا پر اور لشکر جو ان کے گھوڑے پر اڑنے لگا۔
 "اے میرے باپ!"

اس کے قریب پہنچ کر چلیگز خان نے اسے بتایا:
 "مجھے جو خبر ملی کہ تیرا دشمن اسی وقت بڑی دیوار کے پاس شہنشاہ زریں کے لشکر سے جنگ کر رہا ہے۔ ۴۱-
 وہ تجھ سے بچ کر نہیں جاسکتا۔
 طغرل خان کی ہاتھیں میل گئیں:
 "اے میرے بیٹے خانان چلیگز خان! تو نے میرا دل خوش کر دیا۔ ان ذلیل تالیوں نے میرے باپ کو ہلاک

انکا سب سے پہلا گروہ کر یا آ کر یہ آیتایا جاتا ہے جو وسط سے چلے پھر جنوب میں پہنچ کے ان کے دوسرے پہنچنے۔ ایک حصہ جبل اور فزات کو پرکرتا ہوا لڑنے والگا اور مغرب اور ایک روایت کے مطابق سپانیا اور بنگال تک چلا گیا تھا۔ شاید اسکا وجہ سے یورپ کے اگلے فز کو ان میں سے تھے ہیں۔

اس کی دوسری شاخ جنوب بعد میں دہ شیر اور دہ لوان سے گذر کر سندھستان میں داخل ہوئی اس لیے ہندوستان پہنچا جو آریوں کی ایک نسل و طوطا سے جو وہ ہے یہ لوگ آ کر یہ جا چکے تھے ہیں۔

آریا کے بعد ایسا غارتگروں کی آمد کاغواں اور سکا مسند و ران چو گیا اور ان کے بعد آنے والوں میں درج ذیل زیادہ مشہور ہیں:

ہٹی

کاسین

خوز

فرانک

المان

یون

ہن

لا تھ

وڈل اور

سیتین وغیرہ۔

سب کسی گروہ کو کوئی پیچھا نہ مل جاتا تو وہ اپنے گھارے سے نکل کر اسی وقت تک مغرب اور جنوب مغرب کی طرف بکشتلے جاتے جب تک کوئی قلعہ نہ ملتا کہ ان کا راستہ نہ روکتی یا پھر کسی ملک اور علاقہ کی زبردستی ان کا دامن بڑھ کر انہیں وہاں مستقل اقامت پر مجبور نہ کر دیتی۔

چنانچہ گھوگر اور اس کے قریب جو اوسے آئے والے یہ میگھ گروہ مغرب والوں کی نظر میں آتا ہی نہ ملتا تھا۔

یہ سب کے سب وراسل ٹکٹلے تھے اور ان کا اگستہ کوئی تہذیب نہ تھا۔

پہلے وہ گروہ تاراج و اس وقت شمالی ہیں کہ مشنہاہ زریں کو دیار چین کے پنجے کھڑا رکھیں دیکھا تھا اسیر

میرزا ناگھدین لکھتا ہے اور میں باور و شاکا کی بیٹی اور قشتاہہ ہند جاویں کی میں ہوں۔

مگول خانان کی یہ کافی آثار چچ میں آپ کے اسی سنہ میں ہوں کہ مشنہاہ جاویں کے بیٹے اکبر انم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے خاندان کی تاریخ کو جو میرے ذہن میں ہے یا میرے آباؤ اجداد سے سنا ہوا انہوں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے وہ ہم بندہ گروں میں اپنے ہیستے اور مشنہاہ ہند اکبر اعظم کے اسی زمانہ کی تعبیل کر رہی ہوں۔

اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ میرزا ناگھدین نے جو وسط ایشیا کی خانان شاہراہ پر تاج پختے اور کھجی شمالی چراگا ہوں کہ میں سرداروں سے اور کھجی شمالی کے مشنہاہ زریں سے ملتا ہے۔

میں طرح میرے جواہر خانان کی پیکر خانان نے یہ تعبیل کیا کہ وہ اپنی سلطنت اور ایک نئے پڑوس کے ملکوں پر قبضہ لگے اسی طرح ان چراگا ہوں کہ میں کھجی خانان کے ہزاروں سال پہلے سے چنگیز کا راجہ چنے پڑوسوں پر حکومت کرنے یا پھر ہندون دیکھا ہوں کہ وہ اپنے اور باکرے کے گروہ اور گروہ جنوب اور جنوب مغرب پر اپنا کرتے رہتے تھے۔

ان طوائف اٹھانے والے گروہوں کی سمجھ تھا کہ وہ نہیں تھائی جاتیں تھیں اناندا زعفریہ کے میرے جواہر خانان چنگیز خان سے پہلے انم چوڑے بڑے طوائف آپس میں۔ ان کے علاوہ چوڑے خانان میں آئے تھے جن کے نام تو معلوم ہوتے ہیں لیکن تفصیل نہیں۔

جن گروہوں نے دوسرے طوائف میں پہنچ کے ہفت بربریت نہشت اور اس کے علم کاٹے ان سب کا گروہ ایک ساتھ لڑتے تھے۔

ابن جریر نے دلائل کو دیکھ کر جس کے صلہ میں انہیں کھانے پینے کا سامان اور سونے چاندی کی ایک مقررہ مقدار دلا دی گئی۔

یہ سجادہ بہت قریب تھا اور دونوں فریق ہر طرح اس پر دانت داری سے مل کر رہے تھے۔ اب یہ بلا فوجی غارت خانہ بنانے لگے، جب تک ناکام ہونے کے بدستور مشغول رہیں پھر بد سونا چاندی اور دیگر سامان حاصل کرنے کے لیے حکم کر دیا۔

ان غلہ خانوں نے ہم پر حملہ کیا ہے۔

خوشنشاہ زہری نے اے بیلا جو کہ:

ہم انہیں اس کی اتنی بڑی سزا دی کہ کراچی کی فیس بادرہیں گی۔

اے بے رحم تو دلے خوشنشاہ!

اس کے وزیر غلط ہے فوراً تیار کیا:

ان احسان فراموشوں کو دانت تیز سے منٹ مٹی چا بیس کر رہا رکھتے اور جس کو گھسیٹ رکھتے ہیں۔

خوشنشاہ زہری نے وزیر کی بات پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ قاعدے سے ایک اتفاقہ سوال کیا:

کیا دیوار چین کو تباہ کرنے کے توڑ تیار ہے؟

یہ سوال اتفاقہ اس لیے تھا کہ دیوار چین ملحد ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر پورٹی تھا کہ اس پر ایک قوت

کم از کم دس سو سالہ ساتھ دوڑ سکتے تھے۔

نہیں خوشنشاہ! غلط!

قائد نے جواب دیا:

وہ دیوار تو فیس توڑنے کے لیے اس پرشے کی کرکشیں مزدور کر رہے ہیں۔

اے سلطنت چین کے منظم جو:

اس خوشنشاہ نے وزیر اعظم کو مخاطب کیا:

چین کی افواج کے سپہ سالار کو جاؤ ان میں پہنچا جائے کہ شکار کو تو راستہ کیا جائے رہا تہذیبوں کو

مراؤ بیٹے! یہ ہم بغیر فیس لشکر کے ساتھ جائیں گے۔

خوشنشاہ کے اس اعلان سے وزیر اعظم کھڑکایا۔ اس لیے کہ وزیر اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ جیسی

افواج کا سپہ سالار بھی تھا اور غلام بھی کہ جب خوشنشاہ جنگ پر چلے گا تو اسے سب سے بڑا سالار ساتھ جانا پڑے گا۔

مواں نے کھیر لے کر ہمیں بھیجا کیا:

یہی دماغی غلوں کی کا گودہ تھا جو تم کو ان میں سحر کر کے دسلا دیتا ہے، باؤ اہوا۔

اسی گودے سے بیلے قرابت سر داڑھی خان کے حوٹوں پر مل کر تھا کہ جب طزل خان نے بیلا کی خانہ کدو سے

انہیں اپنے حوٹوں سے مارا تو یہاں پہنچے تو فرقا غلوں پر مل گئی کہ لڑو تو محو میں غائب ہوئے۔

ان گھوڑوں کا شائبہ اسی وجہ سے نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ان کے گھوڑے بڑے تیز رفتار ہوتے تھے اور

مل گویا کے دیوار چین پر بھی ان رقبہ دقاری رکڑا رکھتے تھے اور تھا جیکر نے دالے عاجز آجاتے تھے۔

چونکہ اس بار تانہ دیوار چین پڑی تھی اور ان کے انوکھے لگا تھا اور بڑا کٹا، یہ کہ یہ اہل چار نہیں جایا

کرتے تھے اس لیے ان کو گولے نہ لگائے گئے بلکہ ان کے ساتھ قرابت علاقوں سے انہیں کچھ حاصل

نہیں ہوگا اس لیے دیوار چین پر حملہ کر کے کچھ نہ بچو ضرور چھین جائے۔

اس خفیہ مسئلہ کے بعد یہ ناکاری دیوار چین پر مل کر رہ گئے۔ وہ اس منسوب دیوار کا تو کچھ نہ جانتے کیسے

انوں نے بے دردی تک اس دیوار کے کجروں اور کجروں پر ہی تدریج پر حملے کر دیوار کے خاندان کو کچلے۔

یہ نہیں بلکہ ان تباہیوں نے کئی نئی شہریوں کو بھڑکائی، مٹی میں شرمیل تیار کیں اور انہیں دیوار کے ساتھ

لگا کر اوپر چڑھنے کی کوشش کی۔

دیوار کے محافظوں کے لیے یہ بڑی پریشان کن بات تھی اس لیے انہوں نے فوراً چین کے خوشنشاہ زہری کو ایک

قائد کے ساتھ اس میں سبکی کی اطلاع دی۔

اے سادہ دار شرق و غرب!

قائد نے زمین پر جم کر لائن کی:

قائم تانہ زہری نے عظیم دیوار چین پر حملہ کر دیا ہے اور دیوار چین کے ذریعے اوپر اُٹنے کی کوششوں

میں مصروف ہیں۔

یہ تو کیا کہ رہا ہے قاعدہ۔

خوشنشاہ زہری جو کچھ پڑا:

ناکاری تو ہمارے تو کجروں، جم مال کے مال انہیں ملے شدہ سامان اور ہتھیار ہیں۔

اے خوشنشاہ!

قائد نے بڑے کھسے کہا:

خاندانی صلہ سوام اور احسان فراموش ہیں۔ ہمارا یہی کہتے ہیں اور ہمیں یہ پریشان کرتے ہیں۔

یہ تو بے گناہ کیا جاکر چلا گیا، ان تباہیوں اور چین کے خوشنشاہ زہری کے درمیان یہ سجادہ تھا کہ ناکاری شاک

"شششاہ و ملہ نظام" ان نامدار و تاجداروں کے گروہ کے متاثرہ شششاہ زریں کا خود شکار کرنا، شششاہ کی توہین ہے۔ اس کے شکاروں کو تویر ایک مہلی دار بھیج کر رکھ دے گا۔
 "تم نے جسکے کانڈیرا نظم" شششاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا:
 "ان کو دیکھ کر بتانا کہ ان کے متاثرہ رہا جاتا تو حق با رہا تو کہیں ہے۔" اسی سید سالار کو اطلاع دو کر وہ فوراً فوج بھیج کر حاضر ہوئے۔

وزیر اعظم نے کہ جب جسکے کانڈیرا کیا:
 "سید سالار افواج چین حاضر ہے اسے شششاہ اعظم!"
 وزیر اعظم:
 شششاہ نے اسے گھر کے دلچاہ:

"تم نے تمہیں سید سالار افواج کو حاضر کرنے کا حکم دیا ہے تم کو ہمارے سامنے پہلے سے حاضر ہوا، اس بات کا حکم ہے۔
 آئے شششاہ زریں:"
 وزیر اعظم نے وضاحت کی:

"مہل کی اطلاع کے لیے کوئی گیارہوں کی مہلت میں اس افواج کے سید سالار کا عذر دستہ زار ہے کر دیا گیا تھا اور اس کے فوجی بھی وزیر اعظم کو پہنچ دیے گئے تھے اس لیے میں یہ بھی وزیر اعظم چین کی سب سے افواج پہنچتی ہیں۔"

"اچھا اچھا، میں سوانا گیا:
 شششاہ زریں کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا:

"تم ایسا کرنا کہ یہ غلطی نہ کرنا، یوں کر کوئی لیے رواں ہوا ڈاکو اس وقت تک دلیا جب تک ان ہزاروں کاٹے گئے نہ ہو جائے۔"
 وزیر اعظم نے جھکا کر تعین کیا، ان کا انکار تو کرنا مگر تباہیوں کی ہم پر خود جانے کے بجائے ایک چوڑے اور ایک بڑے فوج کے ساتھ چلک پر پہنچ دیا۔

چین میں سید سالار کا علمہ اس سے پہلے توڑ دیا گیا تھا، چین کے شمال اور جنوب کے شششاہوں میں ۵۰ سال جنگ نہ کر کے کامیاب ہو گیا تھا اور بعد ۲۰ سال جنگ دونوں میں جنگ توڑ کر اس کو کوئی بھی نہ رہی

حکومت ہوئی تھی۔

چونکہ سرحد پر دونوں طرف سے خانگی انتظامات ختم کر دیے گئے تھے اس لیے دونوں ملکوں کے درمیان برادر نشان ملک میں چکے تھے۔

شششاہ زریں کے شمال میں ملک دیوار چین تھی جسے توڑ دیا یا کرنا ممکن نہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر بھی شششاہ کے طور پر شششاہ کے شمال کی طرف سے ہونے والے ملکوں سے غفلت نہ کر کے پہلے ہی تباہی سواروں کی خدمت حاصل کر لی تھیں مگر خرید لی تھیں۔ مقررین کیلئے سمندر تھا اور دوسرے کوئی خطہ نہ تھا۔

ان حالات میں موجود شششاہ سے پہلے کے شششاہ زریں نے پہنچی افواج کو توڑ کر رکھا مگر سید سالار افواج کا عہد ختم کر دیا اور ملک میں سید سالار کے اس کا کام (کا کام) کو کوئی جو تباہی نہ تھا وزیر اعظم کے لئے نہ دیا تھا۔ چین میں پیش سے زیادہ بادی کا علاقہ ہے اس لیے یہاں کی فوج بھی پیدل، سپاہیہ پر مشتمل تھی۔ سواروں کے بجائے تھک دیاں استعمال ہوتی تھیں۔ پھر چار سے دس فیڈر زین یا تیرہ لاکھ بیٹھ جاتے تھے۔ گمان کی رفتار بے حد سست ہوتی تھی۔

یہ دوسری فوجیں کی فوج اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہوتی تھی مگر اسے اپنے ارد گرد کے علاقوں میں کست رفتار لشکر کا جانتا تھا۔
 چین کی کست رفتار لشکر بہت آہستہ چلتا ہوا سید پر پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس میں صورت حال کے بارے میں دو بیانات دیے گئے تھے۔

پہلا بیان یہ ہے کہ:

"چین کا لشکر دیوار چین کے اس حکم پر پہنچا جس کے بارے میں تباہی سوار جو فوج تیار دیوار چین پر تیرہ لاکھ لڑکے رہ گئے۔

لشکر کے مارنے سے جب دیوار چین پر ان کا چڑھنا تو دیوار کے اوپر کئی میل تک فوجوں کے کہیں نہ سکا ہی دیتے تھے۔

تباہیوں نے دیوار پر اس قدر کثرت تعداد میں لشکر دیکھا تو وہ حیرت و حیرت کر دیا۔ پہلے گئے۔ پھر پھر لشکر کو دیکھ کر شششاہ کی تباہیوں کا شہر حال بنا کر دوسری طرف آگیا۔ لا تعداد چینی فوجی دیوار پر بارش کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ ان کا لشکر آواز تباہیوں سے بھل کر گونگتا ماری تو حیران و حیران ہو چکے تھے۔ چینی لشکر ان کی گرد کو کھینچ لیا مگر آہستہ آہستہ اگلے ہی آگے

بڑھتا چلا گیا۔

اس سلسلے میں دوسرا بیان یہ ہے کہ :

جیسی شکستہ دیوار چیں کو پار نہیں کیا تھا کہ جہاں سے دیوار چیں شروع ہوتی تھی وہاں سے گھوڑے حملہ آور نہ کیا کہ پہنچا تھا کہ حملہ آور تباہی ان کی تیرتھا اور دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور چھڑا میں رو پڑی ہو گئے !



جیسی شکستہ جنگ کے لیے رات کا بغیر جنگ کیے دو کیوں واپس جاتا۔ اس لیے اس نے اس راستے پر چلنا شروع کر دیا جس سے تباہی چیں کی طرف آتے تھے۔

ایک نو جیسی لشکر کی فکر سست تھی۔ دوسرے وہ جگہ جگہ قیام کرتے جلتے تھے اس لیے وہ دن میں وہ جنگل پر بندہ مل کاٹا حملہ کر سکا۔

اب یہ ان کی قسمت تھی کہ وہاں تباہی پھرتے ہوئے تھے۔ تباہی حملہ آوروں کے تصور میں بھی رہا تھا کہ جیسی لشکر چھڑا میں ان کا تعاقب کرے گا۔

پھر جب ایک جنگی لشکر کے رات کو کھڑے ہوئے ان کے سر پر پہنچے تو ان کے ہاتھ پر چوں لگے۔ وہ جیسیوں سے لڑنا نہیں جانتے تھے گمان سے راج لڑا جلتے کے لیے بھی تھوڑی بہت جنگ ہوا تھی۔

تباہی لشکر جو تباہی کا تمام سواروں پر مشتمل تھا حملہ کی جلدی تیار ہوا اور جیسیوں کے سامنے مضبوط بنا کر کھڑا ہو گیا۔

جیسیوں کی فوج تو سبوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ سواروں کے اس عقیدے کو کہ وہ غلط نہیں کیا کرتے چنانچہ انہوں نے فوراً حکم دیا اور پہلی ہی بلغار میں تباہیوں کو اس قدر تباہ کر کے پیرا کر گئے۔ تباہی شکست کی کرپا ہوئے اور جب معلوم ہوا کہ جیسیوں میں کم ہو گئے۔

جنگ ختم ہو گئی تھی۔

تباہی شکست کھا کر بھاگ گئے تھے مگر اب یہ جیسیوں کی بلغار تھی۔ ان کی ٹہری دل فوج ذرا دیر میں

پلے اور کھڑوں کی رشتہ کے اس تیری سے پیچیدگی اور طفل کے لنگر چلنا اور بولنے کو اگر وہ اس حکم کے لیے پہلے سے تیار نہ ہوتے تو اتنا تاریکی میں مارنے لگتے اور راستہ نہ لے لگاتے۔

شاید پیچیدگی میں اور طفل خان کو لڑنے کے اس انداز سے خوب واقف تھے کیونکہ وہ خود بھی ایسا ہی کوکب کرتے تھے اس لیے انھوں نے تاریکیوں کے اس زبردست حملے کا مدد فرموا کر ایک بار ان پر جوابی حملہ کر کے انہیں بکھلوا دیا۔

تاریکیوں کا خیال بے فکرہ وہ طفل کی دوسری صف بندی کو اپنے زبردست حملے سے توڑ کر دوسری جانب نکل جانے کی گمان کیا یہ خواب شرمندہ فخر نہ ہو سکا۔

پیچیدگی میں ان کے اس کا پیچیدگی ہی انتقام کر لیا تھا۔ اس نے تاریکیوں کو دیکھنے کے لیے ایک مٹی کی دوسری صف بندی کا تقاضا اور اس صف بندی سے کوئی بچہ اسے اپنی دوسری دفاعی صف بندی میں بڑے بڑے پہلے سے لٹوئی کے ساتھ متحرک کر کے تھے تاکہ اگر وہ پہلے صف بندی کو توڑا ہو گا تو اس کے لیے فوراً ہی دوسری دفاعی صف بندی سے سابقہ پڑے۔

اس کے علاوہ پیچیدگی میں ان نے کچھ غور و خوض کی صفوں سے اٹھ کر لے کر لیا تھا۔ انہیں حکم تھا کہ اگر وہ صف بندی میں صف بندی کو دور کر کے آگے بڑھے تو اس پر کارا کاٹ کر پشنت سے حکم دیا جائے۔

تاریکی اپنے زبردست حملوں میں صف بندی کو توڑتے اور یہاں تک کہ صفوں کے دوسری جانب نکلنے کے لئے گھرہ برہ گھرہ کر کے ان کے سامنے پہلے سے زیادہ مضبوط دفاعی حوض قائم ہے۔ اتنا بڑھنے توڑا اپنے اس عوامی دست کے اندر مگر کسی حد تک کے دوسری صفوں سے اٹھ گئے۔

اس وقت پیچیدگی میں ان نے اپنے غور و خوض کو نشانہ کیا اور انھوں نے تاریکیوں پر پشنت سے حکم دیا۔ اس ٹٹلی گھونٹنے سے تاریکیوں کو بھی قہر چل گیا۔

تاریکیوں کو یوں محسوس ہو جیسے صفوں نے انہیں جہاد میں لڑنے سے گھر لپا ہے اور ان کے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ تاریکیوں کو اب آگے بڑھنے کو بڑا خطرہ لگا پڑا تھا۔

ان کو پہلی بار اندازہ ہو گیا کہ صفوں کی اس دوسری صف بندی تو توڑ کر نہیں لگائے اس لیے انھوں نے آخر کار کے طور پر آگے بڑھنے کے بجائے پیچیدگی میں شرمندہ کر دیا۔

ان کی یہ کوشش بھی کچھ کامیاب نہ ہوئی کیونکہ صفوں کے گھر سے نکل کے صفوں کی گزری کی صفوں میں گم ہو جائی اور اپنی اس کوشش میں بڑے حد تک کامیاب بھی ہوئے۔

پیچیدگی میں ان کے پہلی صف بندی کو جان بوجھ کر توڑ کر لیا تھا تاکہ وہ تاریکیوں کو گھر سے میں لے سکے یہ پیچیدگی میں ان کے پہلی صف بندی کو جان بوجھ کر توڑ کر لیا تھا تاکہ وہ تاریکیوں کو گھر سے میں لے سکے یہ

جسے بھی سحر ان کے سر نہ رہے حکم دیا:

آگے کی طرف مارچ کیا جائے۔

یعنی اس راستہ پر جسے ہماری غمازہ کو مہلتا تھا آگے بڑھا جائے۔

چینی لشکر دو دن تک چلنا مارا گئی تاریکیوں کے سامنے نہ گئے۔ ان میں غور و خوض کیا گیا کہ تاریکیوں کے ہاتھ لگے بھال رہے تھے۔ گھرہ زیادہ نہ بھال سکے۔ ان میں اور رکنا پڑا کیونکہ ان کے آگے ایک اور لشکر جو اپنی کی طرح سواروں پر مشتمل تھا، پڑے جانے لگا تھا۔

ایسے ہی موقع پر کیا جاتا ہے کہ:

نہ ہائے نغمہ نہ ہائے نغمہ

یعنی نہ آگے بڑھ سکتے تھے نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔

تاریکیوں کے عقب میں تو چینی لشکر کی کھڑوں کی طرح دو در دو تک پیچیدگی ہوا آگے بڑھنا چاہا اور آگے بڑھنا چاہا۔ لشکر نے نشانہ پیچیدگی میں ان کی قیادت کے بڑے طفل خان کا تقاضا کر دیا دو دنوں کے لشکر کی گمان کر رہے تھے۔

تاریکی شاید اس سے بیکار بھی اس طرح پر نشانہ نہ ہوتے ہوں گے۔ کبھی وہ سامنے کھڑے ہوتے لشکر کو دیکھتے تو کبھی اپنے پیچھے آنے والی چینی کی صفوں کی فوج کو صفوں میں لگتے۔

تاریکیوں کو توڑا نہیں کر سکتا تھا۔

جنگ و انہیں ہر صورت میں کی پڑتی تھی یا تو وہ سامنے کھڑے لشکر سے جنگ کرتے جس میں یہ امید تھی کہ ان کے ہاتھ لگتے اور ان کی صفوں کو توڑتے وہ جان بوجھ کر لگائے گئے تھے۔

یاد رہے کہ ان کے سامنے چینیوں پر گھرہ دینے کے گھوڑوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ وہ ان کی صفوں کو توڑ نہیں سکتے تھے۔

اس سے بات باقی اسی امکان تھا کہ اگر انھوں نے چینیوں پر حملہ کر دیا تو جنگ کی طرح تو سامنے والی فوج بھی کہیں ان تک نہ پہنچ سکتے اور وہ دونوں لشکروں کے درمیان اس طرح نہ پس جاتیں جیسے پہلے کے درپازوں کے درمیان ہوں گے۔

آؤ تاریکیوں نے سامنے کھڑے ہوتے لشکر سے جنگ کا فیصلہ کیا۔ تاریکیوں کا فیصلہ تھا کہ تاریکیوں تک پہنچ گیا۔

انھوں نے ایک مانتھلے گھوڑوں کا رخ موڑا۔ غمخیز دور آہستہ آہستہ پیچیدگی میں لگنے پھر ایک مانتھلے

حقیقت کا سون پر لگا دیا گیا اور بے وقوف تانہوں کو کھٹ مٹا دیا گیا۔
 تانہا کی حالت منتشر ہو کر رہ گئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تانہا کی بحیثیت ایک برادری کے ختم ہو کر
 رہ گئے!

اگر یہ جگہ تہااری کسی طرح میت ہوتے (جو بھی تھا) کیا کسی طرح ممکن اور جینوں کے لشکروں سے بچ کر نکلا تو شاید ان کی نسل خاتمے سے پہلے جاتی تھی وقت کے مہربانوں نے ان کو اپنی گرفت میں لے کر مروڑ دیا تھا۔

اس جنگ کاسب سے زیادہ فخر خاندان کے لشکر کو ہوا۔ اس نے بھرپور جنگ کی فتح کا قہر اپنے سینے پر سجالیا۔ جیسے خود نے فوج کا مشن سنا مشرور کر دیا۔ اور اس جہنم میں خاندان جگمگائے، گئے اور قزاقوں کے سردار فضل خان کو بارہ سے شرمک کالیا۔
ملک خاندان کا سالار فوج فضل خان کے پاس بیٹھا۔

اے جنگ دہر تر مغل سلاور۔

اس نے سنے یہ بات رکھ کر کہا:

محمّد علیؑ کے لشکر اور خطہ کے مشائخہ زریں کی طرف سے آپ کو ادھک ٹیکہ کا خطاب پیش کیا جائے گا۔
 طغرل خان نے فرمایا کہ یہ خطبہ قبول کر لیا اواب اس کا نام کاخان لغزل اورنگ خان چوگرید
 پھر خطہ کا سالار خان سبکداری خان کے پاس بھیجا اور لکھا:

تھکا کا شعلہ زہریں اور ایک غلام کا شکر آج کی باتوں کا دشمنی سالار کا خطاب میں کرتے رہے۔
سالار نے اس کے اتھوڑے پیکر کو گواہی کا ایک جھولہ منہ سے خلاف میں لٹایا جو ان کے طور پر پیش کیا۔
جنگل پرانا وہ خطاب اور جھولے کا تھوڑا دھڑکنی عجب سے گھبراہٹ سے لڑائی خوشی کا اظہار تھا۔
ای۔ این جھولہ ان کے پیشے والے جن خطوں کے علاقوں میں جائیداد کا جھولہ ایک بدشو عیب تھا جو وہاں پر
پیکر پرانے کے خیمے کا سامنے کا کٹھن کے لیے رکھ دیا گیا اور دشمنی مقتدر میں رکھی رہا۔



میر (۱۴) گلبدن بیگم ہے اور میں خض شہنشاہ ہند جاوید کی بہن ہوں۔ مغلوں کی کہانی آگے بڑھانے سے

۱۔ خانوں کا خلیق

چیز تا تہ کیوں کے حق میں گئی اور انہیں واپسی میں زیادہ پریشانی اور نقصان نہ اٹھانا پڑا۔ وہ جلد ہی اپنی پہلی جگہ واپس آ گئے اور انہوں نے فوراً ہی اپنے گھر وں کارخ سحر اکی طرف پھیر دیا۔

اس وقت جنگِ سرانجام نے غم کی ایک کڑی دھجی ہوئی جنگ لڑا گیا ہے کہ کوئی تادیب محاکم کی تادیبوں میں داخل ہوتے ہی اس طرح کو ہم سب میں کے کہ ان کا تعلق کرنا اور بہت ناگوار ہے کہ ناگوار ہے ہوا کہ کہ تھیک اسی وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

ہماری سخیوں کا حقیقہ یہاں کہ کے اپنے ساتھیوں کو کہہ کر کہہ کر دو سب ایک ماہریت کے
 حقد میں ڈوب جائیں اور اپنی جیت کو اڑیں نہ بنا دیں کہ کوڑے نہ جائیں کہ اسی وقت تیار کر کے سامنے
 شمشاد زرب کے کہ تو اور سلفیت تھکا کے بدل دے تے کوڑا کرے۔

یہ واقعہ اور بدلی اور تھوڑے وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے تھے کہ ان کے دافین بائیں اور پشت کا کوئی
میرا کوئی اعتناء نہ نظر ہی نہ آتا تھا۔

[illegible]

پسے تو وہ دھڑلے سے گھر آئے تھے مگر اب وہ چاروں طرف سے اس طرح گھیرے تھے کہ یہ میدان ان کے لیے
بے چاروں بن گیا تھا۔

معنی مظلوم کا بھرا ہوا لشکر ان پر آخری ضرب لگانے کے لیے بڑھ رہا تھا اور پشت پر خطا کا لشکر پر مضمین درست کر رہا تھا۔ نہ جلتے رشتے نہ پائے ماہر کا مثل تو اب پوری طرح ملاقا آئی تھی۔

پھر بھی تاتاریوں نے حوصلہ نہ ہارے اور جینیوں کی طرف سے مزہ سوز کر، جو اسی مہینے میں صوبہ کو ترک کر رہے تھے، انہوں نے مغلوں پر یہ پھر پور حملہ کر دیا۔

اگر ان کا مقابلہ کسی اور فریق سے ہوتا تو شاید وہ کامیاب بھی ہو جاتے مگر ان کے سامنے تو جنگیز خان کے
 زہریلے سونے تھے جو شیر کا دل گرہ رکھتے تھے۔

صورت کا ہی دیکر میں معلوم اور فریاد کرتا ہوں کہ تمار یوں کو کاف کے دھک دیا سینکڑوں مار کے اندر
بڑھچکے وہ تیری بنالیے گئے۔

اس جنگ میں چنگیز خان اور طغرل خان کے لشکر کو بے شمار تباہی پہنچائی جن میں سے مضبوط سواروں کو

پیر میں ایک کھانا پیگڑ خان کے آباؤ اجداد کے نام ایک بار پھر بناتی ہوں۔

اس کی دو وجوہات ہیں۔

ایک تو یہ کہ آپ کو کافی اچھن نہ ہو۔ اور دوسری یہ کہ اب اس کہانی میں مغلوں کی تیسری نسل داخل ہو رہی ہے۔

جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ مغلوں کے راجہ جہانگیر کا ایک بوجی گنا تھا جسے بوجی گناؤں اور بوجی چوٹیوں کا کہا جاتا ہے۔

تقریباً نو سو پچیس پیگڑ خان کے باب کا نام لیا گیا تھا۔ یہ اس قدر بہادر جوان تھا کہ ایک شاہی لکھری میں سے کسی اور کے ساتھ شفقت ہونے والی دس کوڑہوں کا حق اٹھا کر لے آیا تھا اور پورے غلاموں میں کسی ایک کی ہی ہمت نہ ہوئی تھی کہ وہ اسے روک پاتا۔

بہادر لکھنوی نے جس دس کوڑوں کے عمل سے اٹھایا تھا اس کا نام آدوں کا توفی تھا اور یہی آدوں کا خانوں یا آدوں کا پیگڑ خان کی ماں تھا۔

پیگڑ خان نے جو ان ہونے پر ایک دوسرے قبیلے میں شاہی دی کی۔ اس کی بیوی کا نام بورتانی تھا پیگڑ خان کے مندرجہ ذیل بیٹے پیدا ہوئے:

- ۱۔ جوجی خان یا جوجی خان
- ۲۔ چنٹا خان
- ۳۔ اودھا خان
- ۴۔ تولانی خان

یہ چاروں بڑے بورتانی کے بچے تھے مگر بہادر کا جوجی خان کا نائب مشکوک بنا گیا ہے (اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے)۔

اس شخص کو اس وقت اور زیادہ تعزیت یعنی جہاد کا تین بھائیوں نے جوجی خان کو اپنا بھائی ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ خود بھی اپنے بھائیوں اور دیگر عزیزوں سے کچھ پیسہ سارا تھا مگر پیگڑ خان جانتا تھا کہ اس کا یہ بیٹا اس کے دوسرے بیٹوں کے مقابلہ میں بہت شرور ہے اور اس لیے وہ اس کی تہذیب پر تھکا۔

پیگڑ خان کے ناکہ بندیے بھی فزانی سے خسواری کیجئے تھے۔ جی فزانی (تیر لہزار شہزادہ) کا لکھری پہلے لکھی گئی ہوں۔

یہ وہی بیٹا تھا جسے پیگڑ خان نے جب ایک مفید ناکہ الاگو فرما کر لیا تو وہ اس پر سوار ہو کے

لیسر خان کی خیمہ گاہ سے نکل گیا اور کوئی اسے پکڑ نہ سکا تھا۔

جی فزانی کو دو چیزیں پسند تھیں:

محمود کا جوتے

اور روپلی زہر

یہ دونوں چیزیں اس نے ایک خٹائی (چھپائی) سے کی جگہ میں بھیجی تھیں۔

پیگڑ خان کے چاروں بیٹے جوانی کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ جب اپنے بیٹوں کو جی فزانی سے خسواری کی تربیت حاصل کرنے کی خواہش کرتا تھا تو بہت خوش ہوتا۔

جی فزانی ان شہزادوں کو ہر دن میدان میں لگائے لگائے پھرتا۔ اسے بہت بات بہت پسند تھی کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہونے لگے مگر ڈرا ڈرا کر ہمارا دل کے پیچھے خسواری کا ایک پورا دستہ پہلا کر آ کر جو وہ ان سے شہزادوں کو اپنے پیچھے لگا کر تیار کر دینا ملے گا انہیں واپس کرتے تھے تاکہ وہ جاتی اور ملے جوجی خان کے بانی تھے۔ انہوں نے کچھ دنوں سے غلاموں کو ہمارا ہیرا ہونے۔

جوجی خان نے پناہ طاقت کا ملک تھا اور اس کا ہی اچھا خسواری تھا۔ جی فزانی بھی اسے بہت زیادہ پسند کرتا تھا۔

ایک بار پیگڑ خان اپنے بھائیوں کے ساتھ شکار کھینے گیا۔ ان لوگوں کا شکار صرف شکار کے لیے نہ ہوتا تھا بلکہ اس سے تیر اندازی اور خسواری کی مشق بھی ہوتی تھی۔

دراصل اس قسم کے شکار میں سپہ سالاری اور خسواری کے عمل میں ہوتے تھے۔ پیگڑ خان شکار کھینتا ہوا ان ایڈمنسٹریٹو میں پہنچ گیا جو وزارت یعنی فزانی خان کا بیٹوں کے تربیت سے تھے۔

شکار کوڑے یا گیسے میں لے کر یہ ایک سفارشی یا جانتا تھا پھر اس حلقہ کر ہستہ ہستہ شکار کیا جاتا اور ہاتھ جاکر ایک جگہ سمیٹے جاتے تھے۔

پس شکار کے گرد حلقہ بنایا گیا اور شکار بولنے سے شکار کرنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی سخت ہمدردی کا ثبوت دے کر شکار کھینچنا شروع کر دیا۔

حلقہ تنگ ہوتے ہوتے کچھ چٹانوں تک پہنچ گیا اور اس جگہ سے جوجی خان بھی شکار کرنا لیا۔ پیگڑ خان نے حکم دے کر شکار پر شکوہ دیا جس کے منہ پر بلا فلول غلام رکھا جائے۔ یوں ہی فلول غلام کے قبیلے والے

۱۔ شکار کے اس امر کو کہ ہاتھ یا کچھ بھی کہا جاتا ہے۔

خواہ نگاہ میں شریک ہوں یا نہ ہوں اپنے لیے بہت سے جائزے جلتے جو ان کے حصے میں زیادہ جتے تھے۔ اس میں
شکایت چلیز خان کے ساتھ پہنچا تو وہ سکرانہ لڑنے سے ہلکا
پوڑھے منزل خان نے بہت سے چلیز خان کو اپنا ہتھی بنایا تھا اس کے لوہے چلیز خان کے قبیلوں میں ہیں
بت بڑھو گناہ کو کہ اب وہ ایک ہی راز دی کے افراد ہو گئے تھے۔ دہ بعد حیران ایک دوسرے کے تھیلے میں
جلتے اور اڑتے بیٹھتے تھے۔

نظارہ زمین میں دل بھی وہ دل تھا اگر اندرون نادر کو چاہی ہو کہینت تھی۔ قید تہ امت میں دوسرے نکال دیا
مثال ہے تھے۔ ان میں کچھ لیے تھیلے جوتے تھے جو یہ دھوپ تھا کہ تھیلوں کے بعد امجد راجی کو ان کے پیچھے جاتے تھے۔
اور خان چلیز خان کے ایک تھیلے کے راجی کو ان کا ہاتھی کا غلام رکھا گیا۔ اس لیے کچھ تھیلے چلیز خان کے خان
کے متعلق سے مرنے کے منزل خان کو تمام مسنون کا تھیلہ نکال دیا ہے۔

چلیز خان کو اس مسئلے میں ہلکا سا مشورہ تھا اور اس لیے وہ قزاقوں کا دل چینی کی کوشش کر رہا تھا۔ اس
بہت شکایت کہ مانی کرکوت مار کے سامان میں قزاقیت مانو نے زیادہ چھلے لیے تھے تو وہ اپنے اہل تھیلے کو بھیجا
نماوش کرکوت تھیلے۔

میں بیان کر چکی ہوں کہ چلیز خان کا سب سے بڑا بیٹا جو بی خان ہو چلیز کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ بڑا
تھا۔ اس کے پاس قزاقوں کا آجائو کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔

چلیز خان کی شہلی نے خود نے فوراً اس بات کو ثابت کیا کہ اسے کوئی ایسی شامت نہ ملے گی جس کا ہمارا ہلکا
یقین میں بدل جاتا۔

اسی راز میں قزاقیت تھیلوں کوئی قزاق بہت قریب ہو جس میں چلیز خان اور اس کے بیٹوں کو مدد کیا گیا۔ اس میں
کا خیال ہے کہ چلیز خان اپنے بڑے باپ منزل خان کے مدد کو گیا تھا اور تب سے ایک دو قزاق اور ایک ایسی
بڑا ڈولے پڑا تھا۔ وہیں اسے خود ہی نہیں بلکہ گناہ۔

چلیز خان کے دل میں کیا تھا اس کی خبر نہیں ہو کر قزاق سردار اس کے بعد پڑا ڈولہ کو بھی نظر سے نہ ہلکا
تھا بلکہ اب تو وہ قزاق کے خان منزل خان پہنچا تھا اور وہ منزل خان کے ساتھ اس کے غصے میں بھی نہیں تھا بلکہ
اس کی شہلی سے تھے اس کے اس اجازت زدی کر کے اسے تھیلے کے کل میں قیام کے خواہ وہ اس کا
بپ بھی ہو نہ ہو۔

قزاق تھیلے کی قزاق بہت قریب میں چلیز خان خود تو نہ گیا تاہم اس نے بیٹوں کو اس کی اجازت سے دلا۔
یہ اتفاق ہی تھا کہ اس کے بیٹوں میں سے صرف بڑا بیٹا جو بی خان اپنے استاد راجی کو بی خان کے ساتھ اس قزاق میں

شریک ہوا۔

بھی نوٹان اپنے ہم عمری جو تو دل اور دھوپ میں کھانہ کسی نہ کسی طرح سے اٹھا کر دیا کرتا تھا اپنے بڑے
قزاق کی شہلی میں پہنچا تو وہ موجود سب کو دلنے لے لے حیران حیران خود سے دیکھا۔

بھی نوٹان کے پیچھے جوتے جوتے خان کا گھر دھکا دھکا۔ وہ جب اپنے گھر سے اسے اتار قزاقیت کے بڑے بڑے
مرد اور دلنے لے اٹھو ان کے اندر سے کی مسند پر بیٹھے کھانا۔

سفید بندے کی مسند پر کھانا پر تھیلے سردار بیٹھے ہیں جو بی خان مسند پر بیٹھے ہوئے چلے جھلے عموں
کر رہا تھا۔

بڑے شہزادے؟

قزاق کے ایک سردار نے کہا،

اب مسند پر بیٹھ جائیے۔ یہ پاس لیے اسراں ہو گا۔

گھر وار۔۔۔۔ اور جو بیٹے اپنے استاد ہی نوٹان کا وطن دیکھا۔

بھی نوٹان اس کا مطلب سمجھ گیا اور بولا:

ہمارے شہزادے ہیں صرف ہمارا خان چلیز خان سفید بندے کی مسند پر بیٹھے؟

قزاق سردار مسکرایا۔ اس نے دوسرے سرداروں کی طرف اس انداز سے دیکھا جیسے اسے بھی نوٹان کی مداخلت
پسند نہ آئی ہو۔

اس بات کو بھی نوٹان کے خالہ جو بی خان نے بھی عموں کی اور اس خیال کے بہت بڑے بڑے اس نے
فوراً بات میں دخل دیا:

مردار یہ میرے استاد بھی نوٹان ہیں۔ مجھے اپنے والد کی طرح مزہ نہیں؟

”میں مسلم کہے تھانے۔“

مردار نے جواب دیا،

گھر کا یہ اسراں بھلا ہے۔ اس لیے کہ شہزادہ جو بی خان اگرچہ ابھی تھیلے سردار نہیں کہہ چلیز خان کے
بعد تھیلے سردار تو بن گئے۔ مگر یہ بات مجھے کہ جو بی اس وقت دلاہد ہیں اور ہمارے قزاقیت تھیلے میں دل

حاکم اور سے ایک قبیلہ میں ایک ہی شانان ہوتا تھا اس لیے کہ اس کے بڑے ناز و غصے ہوتے تھے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ شانانوں نے خٹون کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی تھی کہ عرف شانان ہی آسمانی راجوں سے بات کر سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ عرف دیہی قبیلہ دلوں کے دکھ و داد و بھلائی آزار کی کو دور کر سکتا ہے۔
تیسرے یہ کہ شانانوں نے راجوں کو ہر جا کے علاوہ چھوٹے لوگ اور داد و ناز و غصے کی حالت کو طے کرنا اور ان کو انجام دینا اہم معاملات میں قبیلہ سردار کو مشورے دینا وغیرہ جیسے تمام امور میں اپنی شانان لگا رکھی تھی۔

چھوٹے قبائل تو شانانوں کے غصے اور شاہی نہیں کھتے تھے اس لیے وہ اپنے ان کسی شانان کو ملکہ نہ دیتے تھے۔ اور ضرورت پڑنے پر بڑے قبائل کے کسی شانان سے اپنا کام نکال دیتے تھے۔
بڑے قبائل شانانوں کو جو درگی کہنے قبیلہ کے سعادت اور برکت لگھتے تھے اور وہ ان کے ناز و غصے بھی شفا کئے تھے۔ اس لیے ایسے قبیلہ میں کم از کم ایک شانان ضرور ہوتا تھا۔

طنزل خان کے قزاق قبیلہ کا حساب ہی کچھ اٹھاتا۔ یہ قبیلہ قزاقوں سے بڑا کچھ کم اس کی مدد جلدی شاہراہ سے تھا تھا اور جب مغرب کے تمدن علاقوں کے آگے اس قبیلہ میں بے دردمانی آتے دیتے تھے۔ شاید اسی لیے طنزل خان نے غازی دوش زدن کی بہت سے طریقے بدل دیے تھے۔ قبیلہ کے بہت سے لوگوں نے غیورانہ کی بجائے جھوٹے جنگی کارنامے بنا دیے تھے۔

بڑا قبیلہ جس نے کم دوسرے اسی میں ایک سے زیادہ شانان تھے اور ان کی تعداد بھلاں بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ شانان بے حد جالاک اور چلی تھے۔ آسمانی راجوں کے ایک پروردگار و جوتی اڑاتے تھے۔

طنزل خان کے بہت سے سواوئو کایک بڑے شانان نے جواب دیا:
اُسے قزاق کے منظم سردار طنزل خان، آسمانوں میں تھکتے راضی نہیں مگر تم نے ان کی خوشامد کے انہیں خوش کر دیا ہے۔

آسمان راجوں نے دیکھ کر وہی سنیہ گھوڑوں کو ذبح کر کے کسی ہائی کے قبیلہ سرداروں کی دعوت پر اپنے اور شراب میں لکھ لیا کا دودھ کا کرمانوں میں نشہ کیا جاتے۔

سفید گھوڑی اگرچہ بہت مستی تصور ہوئی تھی تو کم اس کے دودھ کی شراب میں بڑی رنیت سے بیٹے تھے یہ بھی طنزل خان نے اپنی رضاعت کی اظہار کر دیا اور آج وہ کسی گھوڑیاں ذبح کر کے ان کا گوشت بیون کے منہ میں کھلانے والا تھا۔ یہ بھی اسی قزاق قبیلہ کا ہے!

گو سردار قبیلہ کی عزت ہی جاتی ہے۔

جو جی خان پر بھی کوئی قبیلہ بڑا رکھا۔

"کپ برسے استاد ہیں!"

اس نے جی زبان سے کہا:

"میں برسے ایک ہے۔ میری گھڑی میں نہیں آتا کیا کروں۔ میری پہنائی لکھی ہے۔"

"جو جی خان، نام جو ان ہو۔ صاحبِ حکومت ہو۔"

جی زبان سے اسے لکھا:

یہ ضرور ہے کہ میں تمہارا استاد ہوں اور یہ بھی درست کہ میں تمہارے آپ پیش ہوں مگر قزاقیت سردار کا سوال کوئی خیر سہرا پر کیا کلمہ نہیں جو میں نہیں کھائوں، تم جو جاہ و قدر اٹھا کئے ہو۔ جو جلدی زراعت کا شہرت دیا۔

اُسے قزاقیت سردار۔

اس نے قزاقیت سردار کو جواب دیا:

میں آپ کا شکر گزار ہوں مگر میں مسند پر بیٹھنے کے بجائے اپنے استاد جی زبان کے ساتھ بیٹھا زیارہ لینے کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی وہ جی زبان کے پاس پہنچا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔

قزاقیت دلوں کے اندر اسے قزاقی وجہ یہ تھی کہ بوڑھے طنزل خان کی روزمرہ سبک سبیل بے پوشی اور خدہ چہرہ جب وہ ہوش میں آتا تو شانانوں نے اسے بتایا:

"خان! اہم۔ نیلے جاودانی آسمان کی رد میں آپ سے ناراضی ہو گئی ہیں۔"

طنزل خان ڈر گیا۔

خٹون میں یہ شور و خفا جبکہ آسمانی راجوں کی سے بہت زیادہ ناراض ہو جاتی ہیں تو اسے زمین سے آسمان پر بلالو، جی میں یعنی مدد چاہیے۔

طنزل خان نے کہہ کر جیسے میں دریافت کیا:

"آسمانوں میں جیسے کیوں ناراض ہیں۔ مجھے کیا اطلاع کی ہے اور اب میں انہیں کس طرح راضی کر سکتا ہوں؟"

طنزل خان نے ایک دم لپٹے سو الگ کر دیے تھے کہ شانان پریشان ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کا منہ

دیکھ کر شروع کر دیا۔

جب تم لاہوری خان ایک ہی طرح سے پیدا ہوئے تو تم اسے اپنا بھائی کہیں نہیں مانتے؟
اس لیے کہ مراباب خغان چنگیز خان ہے۔

اوغداغی نے ملا وقت کہا:

لاہوری خان کے باپ کا نام نہ میں جانتا ہوں نہ خاقان چنگیز خان کو علم ہے۔ یہاں تک کہ لاہوری خان
باپ کا نام بتائے گا تو میں جانتا ہوں۔

چنگیز خان نے منہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

قیسک ہے۔ میں لاہوری خان کو تھوڑے سا تھوڑے کھن کا کین آئندہ اس طرح کی کوئی بات میرے سامنے نہ
کہے۔

خیر یہ ہوتی کس وقت چنگیز خان کے پاس کہ تین بیٹوں کے علاوہ چوتھا بیٹا لاہوری خان نہیں تھا تو نہ
وقت نکلا رہی کچھ باتیں کہہ سکتا ہوں کہ میں مرنا اور کوئی ذرہ نہ رہتا۔

طرز خان کا خیانت لاہوری خان پر کیا تھا کہ اسے لگا۔

چنگیز نے اپنا بیٹا سنا دیا:

تم کو لوگوں کا سزا سن کر خود دل مت مٹانا۔

اس طرح طرز خان کا خیانت لاہوری خان پر شکیبہ ہوا۔

چنگیز خان اور اس کے بیٹوں کو قتل کر دیا اور شہر سے ہونے کے لیے اسے دعوت میں حاضر کر دیا۔
کیا گیا تھا۔

چنگیز خان اس قسم کی دعوتوں کو بڑے شک کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس کا بیوی بونا تائی کی بیٹی تھی جس سے
بھی زیادہ تیز تھی۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ بونا تائی نے کجاہر چنگیز خان کی جان بچائی تھی کیونکہ اسے خطرے کا پہلے
سے احساس ہوا تھا کہ لاہوری خان چنگیز کی گاہ رکھتی تھی۔

اس کے علاوہ چنگیز خان کو اس طرح کی دعوتوں میں بہت سے ناگوار واقعات رونما ہوئے کہ تجزیہ اور شاہدہ
بھی تھا۔ اس کا باپ بیکوکانی بھی تھے۔ یہ ایک دوست کی دعوت میں گیا تھا جہاں اسے زہر دے کر مار دیا گیا تھا۔ ایسے
اس نے دعوت میں شرکت سے منع کر لیا تھا اور اپنی جگہ تائی بیٹوں کو طرز خان کی دعوت میں جانے کے حکم دیا تھا مگر
شاہدہ یہ سب سنا کر چنگیز خان کے باقی تین بیٹوں چھوٹا خان، اوغداغی خان اور قولاغی خان کا لاہوری خان کے
ساتھ اشتعلات کو کر سکتے نہ تھا۔

چنگیز خان کے حکم دینے پر اس کے سب سے چھوٹے بیٹے اوغداغی خان نے راجہ اٹھا کر فرمایا کہ باپ کو جواب دیا
میرے باپ کا خان چنگیز خان: اگر تو حکم دے تو میں اپنا گلا اپنی کھار سے لٹا کر تیرے قول کے
دو گھر میں جو تھیں کہ ساتھ نہیں ملاؤں گا۔

چنگیز خان کو اپنے بیٹوں کے یہی اسلاف تھے تو قہر لگ گیا کہ بیٹے نے اسے سزا دینا اس طرح جواب نہیں
دیا تھا۔

پھر بھی اس نے فرات کی کمر کے لیے کہا:

اوغداغی: کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا مال کون ہے؟

تجھے معلوم ہے میرے زمانہ کا۔

اوغداغی نے باپ کی بات سن کر میں تجھ کو نہیں ڈانٹا:

میری بیٹی کا مال کا نام بونا تائی خاتون ہے۔

چنگیز خان نے اس سے متعلق لائے ہوئے کہا:

کیا تجھے خبر معلوم ہے کہ لاہوری خان کی مال کون ہے؟

اوغداغی کا جواب ایک دم اٹھ گیا۔ اس کا جواب اور دفعہ تیرا بونا اور ازغز کے بونو:

جانتا ہوں کہ میرے خاقان باپ: لاہوری خان کی مال بھی بونا تائی خاتون ہے اور مجھے اس بات کا بھی

اعتراف بھی ہے۔

سنو کی فریاد سن کر اور تیز بونو میں باتیں کر اور کھانے پینے اور ناچ گانے کے علاوہ سزا دہ ہوئے تھے۔
وہ بھی دیر کے بعد جیسے ہوئے گوشت کے بڑے بڑے پارے آئے تھے۔ وہاں پہلے کا کھانا تو
وہاں تھوڑے تھوڑے انیس دو دو ڈیڑھی اٹھا کر لارہے تھے۔

جیسے ہوئے گوشت سے دھواں اٹھ رہا تھا اور دھواں رائوں اور شائگوں کا اس طرح سمجھوڑ رہے تھے جیسے
جوں کے کچھ کہہ رہی۔

خراب اور گھوڑا کے حدود کے افغانی جانوروں کے دائیں بائیں کھائیں۔ وہ گوشت کھاتے کھاتے تنگ
نہ تو خراب یا گھوڑا کا شہر پر اور دو دو چھپنے لگے اور سب پیسے سے اٹھانے لگے تو وہ بارہ گوشت کو
گھوڑے لگتے۔

پھر جیسے بدلا ہے چاند نکلا آیا۔ اور پوری محفل روشن ہو گئی۔

یہ چاندنی اس دوشیزہ کے محفل میں آنے کی وجہ سے پھیلی تھی جس کا نام مشتعل تھا اور جو اس سرداری میں
تھی جیسے پوری گون کے وارث ہونے کا دعویٰ تھا۔ یہ خیال رہے کہ یہ باتیں شہادت کے بعد معلوم ہوتی تھیں،
مشتعل کے ایسا ملک محفل میں آجائے پسندگوں کے لیے بھڑکنے لگا اور چاندنی پیدا ہو گئی تھی۔
جو جی خان ایک ران چور ہے یہ معروف تھا۔ اسے ایک دم سنا خاموش ہوا تو اس نے ران کو نہ سے ہلاتے ہوئے
سامنے کی طرف دیکھا اور دیکھتا ہی رو گیا:

جو جی خان کی نظریں ایک دم ایک نہایت خوبصورت دوشیزہ سے ٹکرائیں۔ دوشیزہ بھی اسے دیکھ رہی تھی اور
زیر لب مگر کراہت بھری تھی۔
جو جی خان کو اپنا سر ڈوٹا ہوا محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر کسی نے گرز دے مارا ہمارا دل سے چمکا رہا ہو۔
پھر اس نے ایک عجیب فیصلہ کیا۔

اس نے ان کو سر سے ہٹا کر کے اسے اندر سے ایک کٹ پھینکا۔ ران فضا میں اڑتی ہوئی ان ملازمین سے
جاگراتی ہو کر یہ گوشت لا رہے تھے۔ ان لوگوں کے قدم ڈنگ لگائے۔ اس کے ساتھ ہی محفل میں ایک ساتھ بہت سے
تھپتھپانے ہوئے۔

جو جی نے نظریں گھما کر دیکھا تمام جانور کی نظریں ان عورتوں پر لگی تھیں جن پر اس کی بھینکلی ہوتی ران لگا
تھی جو جی نے بھی نوٹ کیا کہ ہاتھ بڑا اور اسے بھینچتا ہوا ایک طرف چل گیا۔
استاد یہ ران کی کون ہے؟ اس نے اپنے استاد کو دھماکا دے کر تھکی سے پوچھا جیسے وہ اس کا گھر
دوست ہو۔

”مجھے کیا معلوم؟ کون ہے؟“

”جی نوٹانے بھی اسی سے تھکی سے جواب دیا:

”شہزادے کی خواہش ہو تو اچھی پوچھ کر آؤں؟“

اب شہزادہ گھبراہٹ:

"نہیں نہیں استاد۔ اس کا ضرورت نہیں۔"
"اگر ضرورت نہیں تھی تو مجھے وہاں سے بھیج کر کہا کہ وہاں لے آئے؟" جی زیادہ نے بہتساہو اسراں کیا۔
"نہیں میں پوچھی۔"

جی خان اپنا چوڑا بازو کھول کے بٹھا:
"اے اے۔ میں پوچھی۔"

اسے بات بتا بھی نہ آئی تھی۔

پھر کیا کاروائی ہے جس شہزادے کے؟" استاد نے دوسرا سوال کیا تو جی خان کو پسینہ آ گیا۔ اس نے
لگڑ لگڑا کر کہا:

"نہ کیا کیا۔ کیسے ارادے۔ کسی کے ارادے استاد؟"

جی زیادہ نے بے تعلقی سے خاص مثل انداز میں کہا:

"اگر لڑکی پسند ہے تو اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر اسے جو میں دوا دیر بعد لڑکی کو لے کر تھارے پاس پہنچ
راہوں۔"

جی خان نے حیران نظروں سے استاد کو دیکھا:

"تم لڑکی کو اٹھا دو گئے کیا؟"

ابہ بھی زیادہ نے پورا دانا کھول کے داغوں کی خاموشی کی:

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ اچانک نہیں لاؤں گا تو کیا لڑکی کو اٹھا دوں گے لاؤں گا؟"

جی خان نے اپنا چادری سر پٹایا:

"تو تم کمر باندھتے ہو استاد؟"

"میں کیوں کروں گا؟"

جی زیادہ نے زکریا بزرگ کا جواب دیا:

"فرے گا وہ جو میرے پیچھے کہے گا؟"

جی خان کی جھنجھٹ ہو کر گئی:

"نہ کیا تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ پھر میں اپنے استاد کو کیوں خانگی کروں؟"

"نہیں شہزادے۔" استاد نے اسے روکا:

"تم یہ کام نہیں کرو گے۔ میں نہیں ایسا بزرگ نہ کہنے دوں گا۔"

"مگر استاد....." جی خان نے کہا تھا۔

"جی خان؟"

جی زیادہ نے سخت لہجہ میں کہا:

"میں نے غلطی کرنے کا خیال ہی میں اپنے دل میں نہ لایا۔"

"کیوں استاد کیا میں بزدل ہوں؟"

جی خان نے کھڑکیا:

"پورے عزت قبیلے میں کوئی میرے سامنے نہ آئے گا جس بات میں اس کے گلا۔ ایک ایک کو لاش کے راکھ دوں
گا اور....." اس میں درد لگ کر غور کرنا پہلی بار ہی تھی۔

"میں اس جی خان۔" اس کے ایک لفظ نہ سنے نہ نکلا:

جی خان کا اہور ایک دم خنجر ہو گیا:

"میں جانتا ہوں تم بہت ہمارے جو۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ قرابت کا کوئی سرور یا جوان تہلہ انتہا بڑ نہیں کر سکتا۔
مگر میں نہیں چاہتا کہ تمہارا بھی انجام ہو جو تمہارے دادا کا ہوا تھا۔"

"میرا دادا؟"

جی خان نے اپنے پیر پر زور دے کر دادا کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر وہ نکال گیا۔ اس لیے کہ مثل اپنے بوجھ
لوہی گون اور اپنے باپ کے نکالنے کا کھم کھم اور لکھن آباد کرنے کی زحمت نہیں کرتے تھے۔ ان اپنے دشمنوں کے نام
انہیں اذیت دے رہے تھے۔

"ان استاد کو کن قاتل مراد؟"

جی خان کو پھر اڑنا دکھا سارا لپا پڑا:

"نہ کیا کیا تھا اس نے؟"

زائے دادا کا نام سلیم تھا اور زائے کھن نے بتایا تھا۔ اسے اپنے باپ کا نام بھی سلیم نہیں تھا۔ اسے اس کا نام
بڑا تھا تو کھن نے بتایا تھا کہ وہ اس کا نام اور دیگر کھن اس کا باپ ہے اور وہ اسے کھن سمجھتا تھا۔

پھر جب اس کے چوتھے تینوں جانوروں نے اس سے نفرت کا اظہار کیا اور اسے اپنا جانور تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو
ایک دن جانور کی ماں کے سر ہو گیا۔

"بچہ نہا لہ میرا بچہ کون ہے؟"

بھونکائی غصے سے دوسری ہو گئی۔

”جی۔ یاد رکھ اگر تو نے میری کبھی یہ سوال کیا تو میری عمر تیر تیر نہیں دیکھو گی۔“
جی خان خنہ پرا ڈارہ:

”آجھا۔ یہ تو بتاؤ کہ کیا جیگر خان میرا باپ نہیں ہے؟“
بورڈائی کی آنکھیں اکدم چمک گئیں۔

”ہاں بیٹے۔“

اس نے میرا ہاتھ پوٹا اڑا کر کہا:

”جیگر خان تیرا باپ نہیں لیکن اس نے تجھے باپ سے زیادہ پیار دیا شفقت دی۔ تجھے اور غلامی تو طمان اور چنٹائی سے بچا کر تیرے بچا اور تیرے بچے کی کوئی شکوہ نہ کیا۔“
جی خان کا سر اس کی کان سے میرے لیے بے بند کر دیا تھا کہ اس وقت اس کے دادا کا ذکر کیا تو وہ ایک دم بے چین ہو گیا۔

جی نو زبان نے اسے اس کے دادا کا نام بتایا اور کہا:

”جی خان۔ تیرے دادا دادا کا نام کیوں کا تھا۔ اس نے ایک شادی کی محفل سے اس دمن کو اٹھایا تھا جو کچھ دیر بعد اپنے دولہا کے ساتھ جانے والا تھا۔“

جی خان کو یہ بات سنا کر یوں معلوم ہوئی تھی۔

”آجھا۔ اس نے تجھ کا اٹھایا۔“

”پھر تو بات دالو مرنے اسے تم کو دیا ہو گا۔“

اسے کوئی شک نہ کر سکتا تھا۔

جی نو زبان نے پھر رات نکال دیے۔ اس کا قصہ تو یہ تھا کہ ”اس کی مگر ہٹ بھی بڑی زہر آؤ تھی۔“

دو یا لکھنے کا سب سے بابر جوان تھا۔ یہ لکھنے دمن کو گھوڑے پر اپنے اگلے چٹا پیر جو گھوڑے کے

اڑی ہوئے تو یہ جاوہر۔ کوئی اس کی آواز کو سمجھ نہ سچ سچ سلا۔ کیوں کافی ہے اپنے قبیلہ میں لایا اور سسر دام اس سے شادی کر جانی۔

جی خان خنوں میں گم تھا۔ جی نو زبان نے فورے دیکھ کر سوال کیا:

”تم نے انجی رادی سے پوچھا نہیں بھی؟“

جی اس کا ہلک سا سوال پر ہلکا سا اشارہ کر جی نو زبان سے پوچھ بیٹھا:

”میں نے بھی نہیں پوچھا۔ دادی ہے کہاں؟“

جی خان کے سر پر ایک سالہ بچی نو زبان کا خونک تھمہ بکھرا گیا۔

”تم خان کا کی ماں اور ان خاتون سے کبھی نہیں ملے۔ وہی تو ہے تمہاری دادی۔“

اور جی خان چپ ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے نسب یا باپ دادا کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ فرمائی۔

پھر وہ دونوں سر جھانکے محفل میں داخل ہو گئے۔

کھٹنے پیچے کا گداور باقر تہا تم جو چکا تھا اور قزاق سردار گروہ درگروہ اور دھڑے بیٹے خوں گیروں میں مشغول تھے۔ جی اور جی نو زبان ایک جگہ جا بیٹھے جہاں سے اٹھ کر گئے تھے۔

جی خان کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ دیشرہ ایک مائوں میں بیٹا ہو گا گوشت باٹ رہی ہے۔ جی کو دیکھ کے وہ جلدی سے اٹھ کھڑے۔ اور کچھ دیر سے اسے دیکھنے لگا۔

ایک قزاق سردار نے جی کو پوچھا:

”جی خان اب تم شادی کرو۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے اس دیشرہ کو بھی منجھلی کی طرف دیکھا جواب تک وہیں مٹھلا رہی تھی۔

”بڑی خوبصورت دامن لے گی تیس۔“

جی خان کے دل میں لگ لگادی پیدا ہوئی۔ اس نے ایک نظر منجھلی کو دیکھا پھر اس کی سوا لہ نظریں استاد جی نو زبان کے چہرے پر پھڑک رہی تھیں۔

”ہاں ہاں۔ اپنے اس ستارے سے ضرور کرو۔“

قزاق سردار نے ہنس کے کہا:

”اگر وہ دامن ہو تو پھر تمہاری شادی کی بات چھیڑ دیتے۔“

شادی کی بات کرنا کسانوں کے جیگر خان کا کام ہے۔

جی نو زبان نے تیرے بعد میں جواب دیا:

”ہم اس میں کچھ بولیں گے۔“

”جی نو زبان؟“

قزاق سردار نے اس کا سٹھرا ڈالتے ہوئے کہا:

”ہم جیگر خان یا تیری شادی کی بات نہیں کر رہے بلکہ سادہ جی خان کی شادی کا ہے۔ مرنے تو جی

مان ہی کی گئے ہیں۔“

”میں ہر دار“

”جی زبان پر لگا“

”ہماری برادری میں ایسا نہیں ہوتا۔ شادی کی کسی بھی بات خاتون چہلکا پہنچتی ہے“

”جی زبان کے اس رشتہ جو ایک کے بعد قرابت والوں کو بات آگے بڑھانے کی ہدایت نہ ہوگا اور نہ ہی ملگ
رمانا کہ وہ جو جی اور شادی اپنی طرف سے طے کیے بیٹھے تھے۔“



قرابت سے دلہی پر جی زبان اور جو جی خاتون سید سے خاتون بیگلہ خان کے نیچے پر پہنچے۔ وہ ان دونوں کی
طرف سے بہت نکلن نکلتی۔

”اس نے جھٹکتے ہی سوال کیا،

”بیاو جی زبان کی کسی گوری؟“

”اسے خاتون!“

”جی زبان نے جو جی خاتون کو دیکھا پھر بولا:

”نچھے قرابت والے کو پسند نہیں آتے۔“

”بیگلہ خان بھی کچھ کچھ لگا۔ وہ جی زبان پر رزا اٹھا کر تانقا:

”تم کہہ رہے ہو تو میری تصویر ہی ہوگا۔ میرا پس کو ایسا خیال ہے۔ اب تانڈا ہاں کیا ہوگا؟“

”نہے خاتون! ہم قرابت میں دھوکے کھاتے تھے کہ جو جی خاتون دھوکے کھاتے تھے۔“

”جی زبان کا جواب آہستہ آہستہ نکلا ہوا تھا:

”دھوکہ تو نہ ہوتا تو ایک خوب صورت لڑکی ہمارے بالکل قریب آگئی۔ اس پر ایک قرابت سردار نے جو جی
سے کہا کہ اب وہ شادی کرے۔ بھلا ہے کاش خاتون کو شادی کا مشورہ دے۔“

”بیگلہ خان نے ایک ٹوک کو جو بار پھر نکال دیا۔ ”جی زبان نے جواب دیا:

”لڑکی کا شکل صورت کی کیسی اچھی تھی؟“

”لڑکی؟“ جی زبان کی گھر کیا:

”لڑکی بس لڑکی تھی!“

”میں پوچھ رہا ہوں لڑکی شکل صورت کی کیسی تھی؟“ بیگلہ خان کے انداز سے مضطرب ہو رہا تھا۔

”جی زبان اور گھر لگا۔“

”نہے خاتون!“ ذرا متنبہ لڑکی نے کہا:

”لڑکی تو خوبصورت تھی اگر وہ لوگ اندر سے کالے سلوا کہتے ہیں۔ اب جو جی خاتون لڑکی آپ خود جو جی خاتون
سے پوچھ لیتے:

”ہاں جو جی خاتون!“

”بیگلہ خان بیٹے کی طرف متوجہ ہوا:

”تم بتاؤ لڑکی کیسے پسند ہے؟“

”بیگلہ خان سردار اصل جو جی خاتون ہی سے لڑکی کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے جی زبان سے سوال
کر کے جو جی کو بوسہ دیا کہ کر دیا کہ یہ سوال اس سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو جی خاتون نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے

خود جواب دیا:

”خاتون! اب لڑکی اتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو کہ قرابت والوں کو پسند نہیں کرتا اس لیے میں تو اس کے
بارے میں کچھ نہیں ہوتا۔“

”خاتون! جو جی خاتون!“

”بیگلہ خان خوش ہو گیا:

”آخر تم نے ہی وہی فیصلہ کیا جو میرے اور جی زبان کے ذہن میں تھا“

”ذرا دیر رکھ کے اس نے جی زبان کو پھر غائب کیا:

”جی زبان! وہ ذرا سوچ کے بتاؤ جو جی خاتون کا شادی کا مشورہ کی سردار نے دیا تھا؟“

”نہے خاتون! یہ اعلان کھانا بہت مشکل ہے۔“

”جی زبان نے سوچ کر جواب دیا:

”لیکن میں نے یہ ضرور اعلان کیا کہ قرابت کے اس گروہ سے متعلق رکھتا ہے جو ہر گونہ یعنی خاتون بیگلہ
خان کے لڑکی کو پسند نہیں کرتا۔“

”جی زبان نے جواب دیا کہ اعلان صحت بیان کر دیا۔ بیگلہ خان کے چہرے پر مسرت کی ایک تیز لہر
دور ہو گئی۔“

”میں تھک دی زبان سے یہی کہنا چاہتا تھا۔ اس نے بے حد مسرت سے کہا: ”مجھے سلوا کہے کہ قرابت راز داری

میں نہ صرف بعض ایسے قبیلے ہیں جو مجھے پسند نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے مخالف فطری خان کا کہ "ادھی خان" تسلیم کرنے پر بھی آمادہ نہیں۔ اسی لیے میں نے بت پہلے اس کی تیار کر شروع کر دی ہے۔
جوری اور جوری زبان نے گھر کر خان کا مل طرف دیکھا۔ یہ بات بھی جو سچ رہا لیکن اس سے پہلے خان کا نے اس کا کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔
"مے خانان؟"

آج جوری زبان جو جوری بیٹھا:
"اگر کوئی سچا راز نہ ہو تو آپ تباہی کے آپ کو یہ کیسے اذکار ہو کہ خیریت کے بعض قبائل آپ کو اور فطری خان کو پسند نہیں کرتے؟"
چنگیز خان کو کچھ ٹھنڈے ہو گیا تھا۔
"جی تو زبان! اس نے دلی زبان میں بتایا:

اس بات کا اذکار مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب فطری خان نے مجھے اپنا بیٹا بننے کا اعلان کیا تھا۔ خیریت برادر میں نے یہ فخر و سوچا جو کہ کوڑے فطری خان کے کرنے کے بعد اس کے بیٹے کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ وہ اپنی برادری کو تباہ کر دے۔ اور اس خیال کے بعض فخر خیریت کے بعض برادر یہ جانتے ہوں گے کہ فطری خان کی موت کے بعد خیریت کی برادری وہ خود مستحال ہیں۔
اب میرے بیٹے کی شے کے بعد ان کے ارادوں اور جہازوں پر اس پر ڈھکی چھوڑ دیکھ لیکن پسند کرنے لگے۔ وہ تو مجھے یہی راستے سے ہٹانے کی فکر میں ہو گئے۔

جوری خان اور جوری زبان کو ہم میں سے چنگیز خان کا مزہ دیکھتے رہے۔
جوری زبان کو تو معلوم تھا کہ چنگیز خان کا حق ملک کا تھا۔ سپہ سالار بھی نہیں ملک کا علی داغ انسان بھی ہے۔ آگے دے دے خطے کو بہت پہلے پہنچا ہے۔ اور اس کے مذاکر کا انتقام بھی لیتا ہے۔
جہاں تک جو جوری خان کا تعلق ہے تو اس سے چنگیز خان کو پہلے باہر ملک کی جنگی علی اور تہذیب کی سیاست کے بارے میں بولتے سنا اور دیکھا تھا۔ اور وہ اس بات کا قائل ہے کہ ایک بڑے سردار کے لیے یہ عظمت حاصل کرنا ہی کافی نہیں بلکہ دوسروں سے اس طاقت اور حکومت کو محفوظ رکھنا اس سے زیادہ اہم ہے۔
"تم دونوں اپنے خیال میں جواز دے

چنگیز خان نے ان میں رخصت کر دی ہے کہ ما،
"میں دور دور کر دیکھ رہا ہوں۔ یہاں حالات کچھ ایسے ہو رہے ہیں جیسے کہ ہونے والے ہے۔"

ان کے خلاف کے بعد چنگیز خان نے خیریت میں ٹھکانا شروع کر دیا۔ یہ ملک تھا کہ اسے مغربی قربت پہلے اپنی تھی۔ خیریت کے بعض قبائل پر اسے مخالفت کا شبہ نہیں تھا۔ اسی لیے اس نے خیریت کے درمیان اپنے کچھ اہل بیٹا دیے تھے جو چنگیز خان کے لیے خیریت میں ان سرداروں سے رابطہ کر رہے تھے جو چنگیز خان کا ضرورت مانتے دے سکتے تھے۔

اس نے استیاد کے طور پر ایک اور فیملی بھی لکھ دیہ کہ جس سے فطری خان کو یہ اطلاع دی کہ وہ اپنے برادر اور قوتوری ہی فوج کے ساتھ اس کی (خیریت) کے قریب ٹھکانا کھینچنے لگا ہے تو اس کے جواب میں فطری خان نے فوراً اس کی سرزبان کے خلاف اس کو کہنے کی اپنی تمام جگہ چنگیز خان سے اس کا امن بننے کا بلٹے اس کے کرنے سے دوسرے کا نہیں کیا اور فطری خان کی پیش کش کو یہ کہہ کر کمال دیا کہ:
"میں اس بات کو خلاف اصول خیال کرتا ہوں کہ کسی دوسرے علاقے میں اپنی فوج اور فوجی موادوں کے علاقے داخل ہو جائوں!"

اس کے ساتھ ہی اس نے فطری خان کو یہ پیغام بھی بھجوا دیا کہ وہ شکار کے فوراً بعد فطری خان کو کسٹم دے گا۔
یہ وہ تھا کہ جب وہ شکار پر اس کے علاقے کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی تیرہ گاہ فطری خان کے مرکز سے قربت پر ایک منزل دور بھی تاکہ فطری خان حالات میں اسے کوئی فائدہ نہ دے کہ اسے دقت نہ دے۔
چنگیز خان چلے گئے تھے۔ مگر اس نے فوراً دو جاسوسوں کو لوٹا۔ جاسوس گھر گئے۔ جیسے اس کے پاس تھے۔ وہ پریشان تھے کہ اتنی حالت میں انہیں سوئے ہے کیوں بولایا گیا۔
"تم دونوں اس کا وقت سہار کو خیریت پہنچو۔"

چنگیز خان نے انہیں بھی دیا:
"اوستو! کو کہہ کر ان کے کہہ کر دل دے اس وقت کہاں میں اور کہاں رہے ہیں؟"
جاسوسوں کو اس کے کہنے کے بعد فطری خان کے اور چنگیز خان میں بھی شے لگا۔ اس کا دماغ فطری ہی سے کام کر رہا تھا۔
اس کا عالم اس سے کہ وہ اپنے سچے دوست پر ہونے لگا۔ نہ اس کے حکم کے نہ وہ خیر سے باہر آیا۔ اس کے فیصلے کا فطری نے بھی ابراہنہ کر دیا تھا۔ اور اسے براستے چلے گیا۔
پھر انہوں نے اعلان کر دیا:

"خاتان! آج بہت مصروف ہیں۔ ان سے ملنے کی کوشش نہ کی جائے۔"
اعلان میں یہ نہیں بتایا کہ خاتان رات سے اب تک شل ہے۔ ورنہ شکر میں ہے جو یہی پیدا ہو جاتی۔

میر بھی قبیلہ والوں کو تعجب محزون تھا کہ عثمان کی کچھ کو نسا ایسا کام آپڑا ہے کہ اس نے لوگوں سے ملنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔

چلیگر خان کے بھیجے ہوئے جاسوسوں کو دوسرے دن شام تک قزاق کے ہاروں دستوں کی خبر نہ کر پاؤں۔ کہا جا چکا ہے تھا کہ شام کو ملنے کوئی تھی اور ان کو کافی ترس تھا۔

چلیگر خان کی پریشانی اس دوسرے اور بھی بڑھ گئی۔ آخر اس نے اپنے اوپر خود غامد کہہ باندیہ کو کورڈ کیا۔ خبر سے لگا یا مگر عاشق عاشق موقوف۔ اچھا ہوا۔

لوگوں نے بھی اسے پریشان دیکھ کر کئی کڑوائی اور اسوائے کجابت ضروری کام کے کوئی اس کے پاس سے نہیں آیا۔

رات ہوئے ہی اس کی پریشانی اور بے قراری بہت بڑھ گئی۔ جاسوسوں کی واپسی نہ ہونا کتنا مسموم خطے کا پیشینہ خبر پر کتنی تھی۔

آخر وہ غمزدہ ہو کر رات سے اب تک چلیگر خان کو پریشان کیے ہوئے تھا، کھل کر سامنے آگیا کہ وہ دن جاسوس تو واپس نہ آئے مگر رات شروع ہوتے ہی اسے گھوڑے چلنے والے دو چرواہے اس کے غم پر پہنچے اور جس کے ایک محافظ نے انڈر جا کر کہا:

"عثمان پر شبیہ وادانی آسمان کی برکتیں نازل ہوں۔ گھوڑے چلنے والے دو محافظ چرواہے حاضر ہیں اور خاقان سے اتفاقی طور پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

چلیگر خان ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور پیر پا کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ اس نے چرواہوں کو سر سے پیر تک تیز نظروں سے دیکھا۔ یہ انہیں ساتھ ہی امداد لے گیا۔

اس نے خیمے کے پر باروں کو گم دیا، کسی کو اندر نہ آنے دیا جانتے۔

پھر اس نے چرواہوں سے سوال کیا: "تم دو ایک کہاں سے آئے ہو؟"

انہیں سے ایک نے جواب دیا:

"ہم آپ کے دشمنوں کے لشکر کے قریب سے گزر کر آ رہے ہیں۔ وہ کس قبیلہ کا لشکر ہے؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"تو قریب ہوا۔ میں عثمان کی پوریا حال سنا ہوں۔"

دوسرے چرواہے نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر غصے سے کہا:

"آجے ہمارے سب سالہ ارشد مل برادر کے خانات! ہم گھوڑوں کے سوداگر ہیں۔ لوگ بھی چرواہا کہتے ہیں۔ ہمارا اطفال ایک ایسے قبیلے سے ہے جو آپ کا پناہ خانات مانگتا ہے۔"

آج وہ دو چرواہے اپنے گھوڑوں کو چرانے ہوئے قبیلہ قزاق کے سرحدی علاقے سے گزرے تو وہاں میں چند ایت سرحدوں کے دو ایک دیگر چرواہے سب گھوڑوں کو دیکھ کر صاف کے خرو لیا۔

ذرا سامنے گئے اس نے پھر کتنا شرم کا کیا:

"اے عثمان! اگر وہ مردانہ قزاق قبیلے کے ہوتے تو میں کون کشتہ نہ ہوتا مگر وہاں میں نے قبیلہ کویت کے مرد اور وقت تک کو بھی دیکھا جو اپنے سابقوں سے کہہ رہا تھا کہ جنگ کیلئے ہیں گھوڑوں کی خدمت ضرورت ہے۔"

میر قیمت پر بھی ہو سکے تھا گھوڑے چلے جائیں۔

جنگ کے باوجود میر سب جوان ہوئے کہ وہ آپ کے لشکر کو پہنچے۔ دیکھ چکے تھے۔ پناہ خیمے میں ان سے کھانے کو کچا مالکا کھانے کے دوران ہمارے کھان ان کی باتوں کی طرف لگے رہے۔

ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ اس لشکر میں نہ تھا قبیلہ موجود ہیں جو آپ کے عثمان میں آپ کے ہاتھوں کے لہجے ہیں۔ انہیں قزاق کا تعلق معلوم ہے۔ اور وہ آج رات آپ کے قبیلہ پر غلبہ کرنے کا ارادہ کھتے ہیں۔

یہ سنتے ہی ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور جنگ کا آپ کے پاس چلے گئے۔

چلیگر خان کا سامراج ایک لمحہ تو ٹھنڈا پڑا لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو لیا۔

"وہ مجھ پر حملہ بہت اچھا ہے۔"

اس نے چرواہوں کو بھیجا:

"مجھے دشمن تینوں کی ایک ایک بات معلوم کرنی چاہیے تاکہ میرا پناہ خانہ کو کس کی غم سوچ کے یہ بتاؤ کہ انہوں نے شب بخون مارنے کے علاوہ کسی اور بات کا مقصد تو نہیں کیا اور کیا قزاق کا طفل عثمان میں وہاں موجود تھا؟"

دونوں چرواہے فوراً میرا ہمت پر آپس میں باتیں کرتے رہے۔ پھر ان میں سے جو خزانہ زیادہ غرا کھا،

اس نے بتایا:

"اے عثمان! اس وقت طفل خان وہاں موجود نہیں تھا کہ اس کے بارے میں وہ کہہ سکے۔ انہوں نے بڑی مشکل سے لڑھے خان کی کاپ کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا ہے۔۔۔"

اس وقت دوسرے نے اس کی بات کاٹ دی:

"خجے باد باد۔ یہ بھی کہ رہے تھے کہ ہمارے ساتھ چنگیز خان کے بھائی جغتای بھی شمال میں مانیں اپنی کامیابی کا اندر یقین ہے کہ انہوں نے جامعہ کو اپنا گروہائی منتخب کر لیا ہے۔
"میں شک ہے۔ اب پوری بات میری جھڑ میں آگئے ہے۔"

چنگیز خان نے اپنے محافظ کو بلا کر دونوں چرواہوں کو اس کے حوالے کیا اور حکم دیا :
"تو کچھویرہ دونوں چارے معزز زمان ہیں۔ ان کی حفاظت ہم پر حالت میں کرو گے خواہ ہم پر کچھ بھی کرے۔
جلتے ہیں تمہیں ان کا فائدہ وار قرار دیتا ہوں کہ تم پر حال میں مجھے ان کو زندہ واپس کر دو گے۔"

چنگیز خان نے چرواہوں کے ہاتھ میں اتنا زیادہ ناکہ دیا کہ وہیں سے نہ کہ باہر کے کسی سبب دور نکلا۔
کو قریب قریب دیکھتے اور ان میں ہلکے کا امکان تو زیادہ نہ تھا۔ پرست و دونوں لشکروں کو چھوٹی چھوٹی گروہات حاصل کر لیتے تھے۔

رات میں رکھڑی تھی اور چنگیز خان کو بہت کام کرنا تھا۔

سب سے پہلے تو اسے یہ کرنا تھا کہ آیا شب خون کا مقابلہ کیا جائے یا دشمن کا دار نکال دیا جائے ؟
جہاں تک اس کی حکمت عملی کا تعلق تھا تو وہ قطعی فیصلہ ہو چکی تھی۔ اس نے طغرل خان سے اس لیے دوستی اور معاہدہ کیا تھا کہ اس کا فریاد پہلو غمخوار رہے گا اور وہ اطمینان سے اپنے شرقی پسوں کے ساتھ نادر دشمنوں کا مقابلہ کرے گا۔
پورا فروری ہوا تو غصیلہ قرابت سے بھی دو دو دانہ کر لیے جا رہے تھے۔

چنگیز خان کی اس حکمت عملی اور منصوبہ پر پانی پیر گیا تھا۔ یہ دشمن کو اس کا پس منظر کیا تھا یا پھر وہ اس کی ٹرپ تھی ہوئی طاقت سے اس قدر غافل ہو گیا تھا کہ اسے ایک مستقل خطرہ سمجھ کر اپنے راستے سے ہٹا جاتا تھا۔
حال اب یہ طے تھا کہ راستہ قرابت و ملافت و شب خون دہری گئے۔ دونوں چرواہوں کے اس سبب کی نصیحت ایک جاسوس نے آ کر کر دی تھی۔

جاسوس نے اپنا سنا کیا تھا خان کے پیرو میں داخل ہوا۔

"خاتان اعلیٰ !"

اس نے کھڑے ہوئے بیٹھ کر کہا :
"قرابت کا لشکر ہمارے بہت قریب پہنچ گیا ہے۔ لشکر میں آپ کے چالیس معزز ہیں اور وہ آپ کو آپ کے

خجے ہمہ
وہ آگے اور کچھ نہ کہہ سکا اور ہر جھلاکے کھڑا ہو گیا۔

ظاہر ہو چکا کہ ان کے لشکر کی تعداد کا اندازہ ضرور ہو گا اور وہ پوری دنیا ہی سے ملے اور نہ صرف ان کے
 ظہری ہو گا اس لیے جنگیں خانہ کے شعبہ کے مقابلہ کے بجائے دشمن کو اپنا حال دینے کو بہتر سمجھا اور اس مسئلے میں
 انتظامات ضرور کیا گئے۔

انہیں مشعلِ اراد کے پاس لا کر رہنے پر بلے بنائے۔ مجھے حکم ملا اور اپنے کہنے پر مجھے وہاں دھپکا
 اڑا دیں۔ وہ بڑی تیار کیا گئی تھی کہ آواز آتے ہی ہم کو چھوڑ دے۔ وہ تیار کر کے کمر باندھ بیٹھ گیا۔
 مجھے اس سے ساتویں ترقی مل گئی۔ دوسرے کیم کریم علی پر آگئے تھے۔ وہ ایک کافی خیال مند شخص اور ہم نے اس کا
 کوئی نمٹنا کر سنا۔

چکمر خانہ نے سانس لے کر جلدی جلدی کہنا شروع کیا:

پھر چار سال سے اسے رولنگ کی ایک انٹرنیٹ ویڈیو:

فکر کے ساتھ مسجد میں کوئٹہ کے کارکنوں اور اوروں کے ساتھ شمال کی طرف ذرا اٹھکوا جائے
جو ملے ہے اکیس سو پانچ سو سالوں کا یہاں سے اندر پہنچا کر کے اپنی ران پر لے کر طرف پیچھا دیا جائے تاہم
میں نے اسے اندر سے اٹھا کر لایا وہ مجھے اندر کے کچھ چہرے دکھائے اور وہیں ایک کچھ سبک پہنچے
میرے دماغ میں سب سے پہلے یہ خیال آیا کہ وہ اس وقت تک مجھ کے اندر پہنچا کر تھکے ہوئے ہیں کہ جب تک
دشمن نہ ہرج نہ مرجے

فدائیہ غلام کو کہیں کہیں بھیجے جڑے ہوئے ہیں۔ پھر جب شب بخون مارنے والے نمودار ہیں تو وہ اپنے گوردار
برسوا کو کہہ سکتے ہیں: رداۃ عوامی ہیں۔

خواتین کو چھوٹے گمتریز رفتار چکر دین پر سوار کر کے فوئیا خیمہ یعنی روزانہ کروا جانے لیس اور مجھے کچھ نہیں کھنا ترم صاب جلاؤ اور اسے کما میں لگ جلاؤ۔

حکمر کی دہائی کا ایک بڑی تہیاری کا ماحول تھا۔ سر فہرست یہ کہ لوگوں کے ان کے گمان اور خوشنما سب سے پہلے بڑا کر گیا۔ اس کے بعد تنظیمی نفاذ کے سوا اور کچھ ہر مسئلہ کے سامنے نہ آئے۔ یقین تھا کہ دشمن شہر میں نہ کام کر سکا اور نہ اس کا تعاقب ہو سکا۔ اسی لیے وہ اپنے مضبوط دستوں کے ساتھ سب سے پہلے جیل خانہ کا حصار کے وقت کوئی دھاندلی کرنا چاہے۔

چنگیز خان نے بڑی بھرتی سے کام کیا تھا اور کافی تیزی سے اس نئی اور خطرناک خبر گاہ سے اس کی رانی خدیجہ لٹا

دوری طرف قریب قریب اور اس کے حلیف قبائل کے مضبوط دستوں نے جنگی رنجان کی عاصی غمگاہ پر زردست خون مارا۔

حقان و بیگم خان کا سب سے اونکا سفید مور کا غیر ان کے سامنے تھا۔ سب سے پہلے انہوں نے اسی کو نشانہ بنایا اور اس پر اس قدر تیر مارنے لگے کہ وہ جھپٹتی چوگی۔ مگر کوئی تین بیخندانہ ہوئی اور کوئی جان بچانے کو لمبے باز نہ نکلا۔

حکیم آدرس داروں کو بے حد تعجب ہوا۔ وہ گھوڑوں کی کنوئیاں ملا کر کھڑے ہو گئے۔

کیا پیٹنگز خان کے خیمے کے تمام آدمی مارے گئے؟ ایکس نے دوسرے سے سوال کیا۔

دوسرے نے فقیہ لکایا:

شعبہ مدرسہ لکھے۔ کوئی بچا ہوتا تو باہر ضرور نکلتا۔

نیلے آسمان کی رگوں کی دھما سے ایسا ہی ہوا ہو گا۔ پہلے نے اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے کہا مگر اس کی تسلی نہ ہو سکی۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔

ایک منجھنے گھوڑا بڑھایا:

”میں جاکے دیکھتا ہوں۔ اندر کون مرا اور کون زندہ ہے؟“

”ہوش میں آؤ۔“

دوسرے سوار نے اس کی ٹاکم پکڑ لی،

نہاوری یہ نہیں کہ موت کے منہ میں مردے دبا جائے۔ وہ جنگیر خان کا خیمہ ہے۔ وہی جنگیر جس نے

صنید برف پر بے سپروں کی گارڈیاں کھینچنے والوں کو بھی اپنا مطیع بنالیا ہے ۴

تیرہ کیا کر رہے ہو، بختو۔ اسمٰ نے قہقہہ لگائے اور آگ بھڑکنے والوں کو ڈانٹا۔
 کسی میں بھی بوڑھے اور اہل خانہ کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ اسی وقت عاقبت جیسے گورخان شہنشاہ
 کر لیا گیا تھا، گھوڑا بڑھا کر اسمٰ کے پاس پہنچا۔
 "ابنیں کوں ٹانٹ رہے ہو بزرگ خان؟" اسمٰ نے خوشی منانے والی لہجہ میں کہا۔
 طہر لڑکھائی تو یہاں پر چڑھ گئیں۔
 "جنا عورت! میں! امیں ان کی حاکمیت پر تیرہ کر رہا ہوں۔"
 اسمٰ نے چرخ کر لیا؛
 کیا یہ قہقہہ لگانے کا وقت ہے؟
 "بزرگ! اوکھ خان!"
 گورخان نے کبھی سنت بھیج میں جواب دیا؛
 یہ قہقہہ لگانے کا نہیں تو کیا کرنے کا عاقبت ہے۔ ہم نے سیکڑ خان کو میدان سے بلکاو دیا ہے۔"
 "گورخان!"

اوکھ خان نے دہرند کیا؛
 "تیرے خیال میں وہ نہ کاہی تو وقت ہے۔ چنگیز زنی جیسا کہ انہیں بلکہ میں بھی دے دیگا۔ تم کہتے ہو کہ تم
 نے اسے میدان سے بلکاو دیا ہے۔ وہ جیسا کہ انہیں۔ میں کہیں قتادے خرب ہر گھات لگائے تواری جانوں کو
 دیکھ کر رہے۔ راجے کا کشن کر رہے۔ راجہ اور بھی خطرناک ہو جائے۔"
 بوڑھے اوکھ خان نے بڑی تجربہ کی بات کی تھی۔ گورخان کی عقل ٹھکانے آگئی۔

"خبردار!"

اسمٰ نے اٹھ کر حکم دیا؛

"کوئی خیمہ نہ بولا جائے اور نہ سامان لٹا جائے۔ گھوڑوں کے نشتر ہاتھ دیکھو۔ میں چنگیز زنی کے
 نقاب میں جا رہا ہے۔"
 اور شوق کا لڑکھانے والوں کے نشان اس قدر واضح تھے کہ رات کے اندھیرے میں ہی ان وحشیوں
 سے نہ چھپ سکے۔
 نشان دیکھتے ہی انہوں نے گھوڑوں کا رخ بدلا اور بڑی ترتیب سے صف بندی کے نشانات کا
 نقاب شروع کر دیا۔

جلد آدھوں پر خوف طاری ہو گیا۔ اسمٰ نے منہ دیا؛
 "میں نہیں ہوں۔ دور دورہ کے ان کے گڑبگڑ لگا کر دیکھنا چاہیے۔"
 اسمٰ نے کوسٹ پر لپٹ کر اوکھ اور دور دورے پہلے جھپٹے ہوئے بچوں کے گرد گھومتے ہوئے لگا کر اسمٰ نے
 کی تلاش کرنے لگا۔
 "مگر۔۔۔ انہیں ہر طرف غامضی میں غسوی ہوئی۔ اگرچہ جگہ جگہ آگ کے آواز روشن تھے، مگر انہیں کماؤ؟
 قہقہہ قہقہوں کا خوش بچہ تھا۔ انہیں دودھ کی پتیلیاں، سالن برتن اور زین و درکاب بھی لٹا کر آئیں لیکن ہر طرف
 بڑستان جیسا سناتا تھا۔
 آخر چند سو راہی پر خوف میں سوار تھا، سمجھے، اوڑھے ڈرے خواجہ کے بچوں کے قریب پہنچے، پھر چڑھا
 دروازے سے نکلتے تھے۔ آخری لڑکے کے ایک خیمے کا پورہ بنا دیا۔
 خیمہ اندر سے خالی تھا۔
 آخر خیمہ اندر سے خالی تھا۔
 ایک سو راہی پر خوف میں غسوی ہوئی۔
 کوئی چڑھا اسمٰ نے تھا۔
 بڑے خیمے اور بڑے چکر میں موجود
 مگر چھوٹے چکر میں نہ پائید تھے۔
 پھر ایک طرف سے گھوم بندہ ہوا۔
 "منگول جیسا لگے۔"
 "خان! چنگیز زنی جان بھار کر لگی و
 بزدل چنگیز! اوڑھے کھال گیا۔"

پھر ایک قہقہہ بلند ہوا۔ پھر دو۔ دو۔ دو۔ میں۔ سو اور ہزاروں قہقہے بلند ہوئے اور رات کی ہر پہلو
 نضا کا تاباں ہو گیا۔
 یہ ان وحشیوں کی فتح کا اظہار تھا۔ ان کے ہاتھوں میں لمبی لمبی کڑیاں تھیں جن کے سرور پر شعلے قہقہ
 کر رہے تھے۔ ایک ہزار سے زائد ہتھیار لگاری ایک چکر پر دے رہی تھی۔ خیمے آگ لپٹ کر اٹھ اٹھ اور دور دورے
 روشنی میں چلنے لگے۔
 اس وقت اوکھ خان (طہر) گھوڑا بڑھا کر دایا پہنچا۔

وہ تمام رات اسی طرح کبھی گھوڑے دوڑاتے اور کبھی رکتے اگلے ہی اگلے بڑھتے رہے۔ پھر صبح
 ہونے پر وہ اس پہاڑ کے سامنے ٹھہرا جوئے جس کے ایک دوسرے میں خٹان چنگیز خان اپنے ٹکڑے ہوئے گھوڑوں
 کو تازہ دم کر کے ان کے مقابلہ کو تیار کر رہا تھا۔

خٹان چنگیز خان اس دور کے دہانہ پر اس وقت سے بالکل اسی طرح کھڑا تھا جب سے وہ اور اس کا
 مختصر لشکر یہاں پہنچا تھا۔ انوں نے اپنے گھوڑوں کو آرام دیا تھا اور تازہ دم کیا تھا مگر اس طرح کہ وہ سب اپنے اپنے
 گھوڑے سے اتر پڑے۔



گھوڑوں کی لگائیں ان کے اٹھنا میں تھیں اور گھوڑے کھڑے ہی کھڑے آرام کر رہے تھے۔ ٹھیک اُٹار رہے
 اور تازہ دم ہو رہے تھے۔
 پھر جب پوچھی اور صبح کا صبوحہ صادق صادق میں تبدیل ہوئی تو در پہاڑوں کے نشیب و فراز میں دشمن
 کے ہر اول دستہ درجہ درجہ کی طرح ڈھلے ڈھلے نظر آئے۔
 آئے والوں کے ساتھ نئی لہر اسی جی جی سے چنگیز خان نے پار کر لیا تھا لیکن اس نے دشمن کے ہر اول
 کو نہی پار کرنے کا موقع نہ دیا۔
 اس نے اپنے لشکر کو ترتیب درست کی اور اس کی ترتیب کے ساتھ نئی پار کر کے وہ دشمن کے ہر اول
 دستے کے مقابل ہوا۔
 ہر اول دستے اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے بے ترتیب ہو گئے تھے۔ صفیں لگا کر لڑتے تھے اور تیز رفتاری
 گھوڑے سے سخت گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ کر مت اگلے ٹھہر آئے تھے۔
 گھوڑے اور سواروں کو بہت دور سے اور مسلسل بھگتے آ رہے تھے اس لیے پسے میں شراہ اور
 ٹھیک سے ہو رہے تھے۔
 چنگیز خان نے اپنے تازہ دم ہوسٹوں کے ساتھ ان کا اس طرح استعمال کیا جیسے ایک بھیڑ یا دوسرے
 بھیڑیے پر چھٹتا ہے۔ گھوڑے جاتا ہے۔ منہ بارتا ہے۔ پیچھے ہٹتا ہے اور پھر سٹکا اور ہوتا ہے۔ یہی مادہ چنگیز
 دونوں لشکر کا ایک دوسرے پر آزمایا رہا تھا۔

دشمن کا ہر اول پرست مدوی اعتبار سے جو چنگیز خان کے غمگینوں سے زیادہ تھا ملک اس کے گھر کے
 تھکن سے جو راہ چنگیز خان کے گھوڑے اور ہار تارہ دے تھے۔
 چنگیز خان نے اتنے بڑے ہر اول ہونے کو متشکر کر دیا وہ پہلے ہی بکھرے ہوئے تھے اور اب تو بالکل ہی
 بے ترتیب ہو کر بیچھوٹ گئے۔
 اس وقت قرابت کا اہل فکر اپنے سردار اور اہل منزل خان کے ساتھ نمودار پایا ہوا ہے ہم ہر اول دے کر
 سارا اہل باد چنگیز خان نے چند دنوں میں یہ اپنے چھوٹے لشکر کو تیرہ سے بل
 داہ ! کیا خوب ترتیب تھی اس کے لشکر کا !
 پناہی علاقہ جوئے کا حصہ زمین اور چنگیز خانی اور اسی نشیب و فراز سے خانان چنگیز خان نے
 بھر لیا وہاں اٹھایا تھا۔
 اس نے ہر فراز پر اپنے سوار بیلہ دیے۔ دور درو ایک ہر اول چنگیز پر اس کے سوار دکھائی دے رہے تھے۔
 قرابت لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ انیس نصف بندی میں سے عدد غناری پیش آ رہی تھی۔ زمین کے نشیب و
 فراز سے انہیں ٹھس ٹھس کر دکھاتا تھا۔
 کتنی عجیب بات تھی کہ جو نشیب و فراز قرابت والوں کے لیے پریشانی کا باعث تھے وہی چنگیز خان کے
 گھوڑے سے لشکر کے لیے بہت راہماں تھے۔
 چنگیز خان نے لگاؤں پر کھڑے ہو کر دوردور تک بیلہ اپنے لشکر کو دکھا۔ اس میں اس کے اٹھنے ہوئے
 دھماکے یعنی قیامت تھی اور وہ انداز کے نہ رہے اور اب اپنے دشمن کی طرف ہونے لگے۔ اس کے اندر گورابت اور
 منکوت قبیلوں کے بھاری مسلح سوار بھی پرے چلے گئے تھے۔
 لیکن۔

اس کے لشکر کی تعداد اتنی کم تھی کہ وہ سامنے سے دشمن پر حملہ کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ وہ جو کھانہ زمین
 کے بیچ دفن اور نشیب و فراز سے جس قدر تھا وہ اٹھائے گا۔ یہی اس کا آخری سہارا تھا۔
 لشکر والی ترتیب و تنظیم درست ہوئی۔
 ہر دن صحت و درایت کی ہر ایک جنگ شروع ہوا۔
 چنگیز خان اپنی زندگی میں اس سے پہلے ایسی مصیبت بھی گزرنا نہ ہوا تھا۔ وہ تلوار چلے کر اور ہاتھ
 ہل کر اپنے ذاتی قبیلوں کو حوصلہ دے رہا تھا۔
 وہ گھوڑا بڑھ کر کھارٹ قبیلہ کے سواروں میں گھس گیا وہاں بھی منکوت قبیلہ میں نظر آئے۔ اپنے

سواروں کی محنت اور طاقت کا مفہوم تھی۔
 یہ جنگ کسی قدر خوفناک تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپیں، تلوار سے تلوار ٹکرائے کی آوازیں، زنجیروں کے حلقے سے
 ٹھٹھکی ہوئی آوازیں، اور یہ سب آوازیں ایک واحد آواز میں ہم ہو کر ایک جیسا ایک اور جنگ شگستہ قہقہوں
 بدل گئی تھیں۔ شاید اس کا محنت کے ہر دن کی چاپ اور موت کے ذرشت کے ہر دن کی پشیمانیوں سے
 تعبیر کیا جاتا ہے۔
 دن چڑھا۔
 دوپہر ہوئی۔

دوپہر چنانچہ میں بدل گئی۔
 گھر سے قریب اعلیٰ لشکر چنگیز خان کے غمگینوں کو شکست زدہ سے سکاڑاں میں بے زور تھا کہ قرابت سوار
 چنگیز خانوں میں داخل ہوئے تھے اور ان میں کسی ہوتا تھا کہ صفی لشکر شکست سے دوچار ہو جائے گا۔
 اس اہم موقع پر چنگیز خان جبرئیل خان کا داد پرکھ گئی تھی، اپنے علم بردار لکھار خان کا جو منکوت قبیلہ
 کا سردار بھی تھا اہم دیا۔
 اسے میرے علم بردار اور دشمن قبیلہ منکوت کے سردار اقم قرابت لشکر کا چکاٹ کر اس کی پشت پر پیچھا اور بائیں
 جانب کی چاروں پریشانی پر لہر اور دو چھوڑا۔ اس وقت تک وہیں کھڑے ہو جب تک میں تمیں طلب نہیں کرتا۔
 اے خان اے خاقان ؟

لکھار خان نے بوسے (ادھر دیکھ کر جواب دیا :
 "تم نے مجھے اپنا نہ بولا جاتا تھا ہے۔ خدا حکم کرے تو تمہیں پرکھ کر صرف ایک برادر ہی کے نام اہم کا
 ہے بلکہ اس میں ایک جھانک اور دوسرے جھانک کے لیے محنت بھی برباد ہے۔
 میں تمہیں دلوں کو میں اس سب سے اچھے گھوڑے سے جو ہر گاہ اور اس طرف لکھ کر دے گا جہاں تو
 نے کھم دیا ہے جو سوار لشکر انچہ دستہ پرے مقابلہ میں آجئے ہیں ان کی اسوں کو میرے گھوڑے جازر گا اور تیرا ایک
 کا کو دیکھ دلاؤ برج اس پاس یا تیرا پر لہر اور دکان میں کاتے نہ کم دیا ہے۔
 یہ بھی یقین رکھ کر میں اپنی پوری بھاری اور مزدور تھی سے کاکے کر یہ کاکڑوں گا اور اگر اس میں اور کیا تو
 میرے ہاتھ چکر لیاں گے جو ان کو تار میرے لیے یہ سب برابر ہے کہ میں ایک اور دکان مل جائے گا جو نہ
 چکاٹ کر دشمن کی پشت پر پھینکا اور اپنا پرکھ کر نہ اسوں کی پسندیدہ جنگی ترتیب تھی۔ اس سے
 دشمن اس نشیب میں منکوت ہو جائے گا کہ وہ منکوت دوزن طرف سے دشمن کے زبے میں آجئے۔ اس کو ترتیب

میں وہ انکار کرتا تھا۔

جب یہ سب کوئی تو قریب تر دروازہ نے دیکھا کہ سامنے کا درہ خالی ہے۔ باوڑی پر چنگیز خان کا نو مولا اور
پرچم میں نہیں تھا۔ انہوں نے فریاد باریہ تعجب کا فیصلہ کیا اور روانہ ہوئے مگر چنگیز خان کی پیروی سے بہت دور
نکل چکا تھا وہ اس ملک دو بیچ تھے۔

حکمران قریب تشریف لائے۔ ان کے مولا ایک عورت کے پاس:

”ہم نے ایک ایسے کوئی سے جنگ کیا ہے جس سے ہمیں جنگ نہیں کرنی چاہیے تھی۔“

حکمران قریب جنگ سے کبھی خود کو نجات نہیں کر سکتے تھے اور چنگیز خان نے شکست کھانے کے بعد بھی اپنے
خبیثہ کو بھجوا دیا۔

وہ خود زندہ نہ۔

اس کے مانتی زندہ رہے۔

خوفا میں کے چٹا سے اور دیکھنے کے لیے اس کی پرانی خبر میں ہیں پس چنگیز کے تھے۔

اس خوفناک جنگ کا سبب تمام واقعات گھڑا خان کا جیتے پر پرچم لہا تھا۔ ایک زمانہ تک جب محل
الود کے گرد بیٹھے اور اپنے خیمے دہرائے تو کوئی نہ کوئی گھڑا خان کا کوہ جیتے پرچم لہانے کا اقدار و زمانہ اور
سب اس بات پر تعجب کرتے کہ ایک گھڑا خان کس طرح چکر لکھ کر قریب لشکر کے عقب میں پہنچا ہوگا اور اس نے
کیسے جیتے کی چوٹی پر چڑھ کر یا ایک چکر لہا ہوگا۔

حکمران قریب قاتل واپس چائے تھے۔ ان میں اتنی ہی ہمت تھی کہ مزید تعجب کرتے اور چنگیز خان پر
فتح پا سکتے۔

پورے ایک خان نے تمام ان واقعات ان کے سامنے دیکھا تھا۔

اس اور دوسری فتح کو خیریت مانو اور واپس چلا۔ دوسرے چار عورت سے بھی اقدار دھو بیٹھے۔



چنگیز خان نے شکست کھانے کے بعد واپس آئے۔ چنگیز خان کا گلاب پسائی کا بیڑا اہل مغرب کے لیے
مثال بنا ہوا تھا۔ وہ دھوکا کھینچا اور وہ دینے والے کو ڈوبایا اور گولشت، سب کچھ تو وہ واپس چکا تھا
جان بچنے کے بعد اب چلی کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں پٹ بھجوا تھا اور اس کے لیے ایک بیڑا بھی انہیں شکا کیے
ہو کے علی کو دہرا پڑا۔

مگر اس وقت تو چنگیز خان کی فوج پر اہل عرب رہی تھی اور قریب ان کا مغرب میں کھینچے جاتے رہے تھے۔ سو
چنگیز خان نے اپنے پرچم بردار گھڑا خان سے آخری کوشش کے طور پر حکم کے انداز میں درخواست کی تھی کہ وہ کوئی
پرچم پرچم کو پیش کرے۔

چنگیز خان نے تو کوئی ترکیب بھی تھی کہ راستہ میں آتی تھی۔ اس کا علم بردار واقعی ایک بھاری قبیلہ کا بھادر
مرد تھا۔ اس نے دھن دھن سے حکومت کی تھی کہ وہ ایک چنگیز خان کو شکست دینے میں آتا تھا۔

پرچم بردار گھڑا خان بعد میں کہہ سکتا تھا کہ اس پرچم پرچم کی طرف چنگیز نے نشانہ کیا تھا اس
پہاڑی کا نام کوہ جیتے تھا۔

گھڑا کو جیتے کی چوٹی پر پہنچا اور اس نے وہی چنگیز خان کا ایک کی نو مولا سے راستہ پرچم لہا دیا۔
پھر وہاں ڈھکیا۔

اس کا نتیجہ ہوا کہ قریب کے حکمرانوں کو برا بھلا لگے۔ وہ اقدار کے کمرچ میں ڈھکے۔ یہ وقت حکمرانوں
شاہ کا اقدار اہل عرب سے پیدا ہوا تھا اور گھڑا خان نے قریب لشکر کے میدان سے ہٹ رہے تھے۔ پھر ایک اور حادثہ
یہ ہوا کہ اس جنگ میں ایک گھڑا خان کے بیٹے کا چہرہ ایک تیرے زخمی ہو گیا تھا۔

ایک بھائی نے اپنے دوستوں کو جان دے کر کھڑے تھے وہیں تک جانے کا حکم دے دیا پھر اقدار نے دونوں گھڑا
کو اپنی جا د میں بیٹھ لیا۔

چنگیز خان نے اپنے لشکر کا ایک کھمبہ جمع کیا اور اس وقت تک وہاں ٹھہرا جب تک علمبردار گھڑا خان کے جیتے
سے اور اس کے لشکر کے زخمی میدان سے واپس نہ آئے۔

زخمی اپنے گھوڑوں پر سوار ایک ایک کے دایرہ کر رہے تھے۔ بعض زخمیوں کے ماتھے پر دو دو دھن دھن گھڑا
میں تھے یہی گھڑا خان انہوں نے اپنی اگلی کاغذ سے بندھ کر تھیں۔

یہ تو معلوم ہوا کہ قریب لشکر کے اقدار سے کیا کرتا اور کیا منصوبے بنا کر اور چنگیز خان نے
زخمیوں کے میدان سے واپس آئے تھے تو قریب کی طرف دھاوا بھائی کا حکم دے دیا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اتنے بڑے لشکر
سے مزید جنگ اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔

۱۔ چکر لکھ کر دشمن کی پشت پر چھینچ کر مغلوں کی جنگی اصطلاح میں ”تولعہ“ یا ”پرچم کی فوج“
کہا جاتا تھا۔

”خاقان بابا“

جو جی خان سے مشغول کر جواب دیا:

”میں سب سے سوال کرنے والا کون ہوتا ہوں۔ جی نو باریہ اس استاد دہرین اور آپ کا ایک مردار پہلے ہے۔ پہلے سے اس کا کئی بے بستر بھی ہوگا تب ہی اسے بچھڑے ہیں۔“
چنگیز خان بہت کم سن تھا کہ اس وقت مسکرا پڑا۔

”کیسا کہتے جی نو باریہ؟“

اس نے جی نو باریہ کو مخاطب کر کے کہا:

”جو جی خان میں ایک ہزار دہرین کے کہتے جو ہر موجود ہیں کیا اب یہ اس مقام پر نہیں پہنچ گیا اسے ایک الگ علاقہ کا سردار بنوا جائے؟“

جی نو باریہ کو کچھ میں چنگیز نے خانی بات بالکل نہ مسمیٰ اس کی باتیں اچھی ہوئی تھیں۔ بات دراصل یہ کہ چنگیز خان نے بیڑوں کے آٹے و نان کے جگڑوں سے کچھ بدل چو گیا تھا۔ اس نذر شکست نے اسے اور زیادہ دلیر و اشتہر کر دیا تھا۔ دو کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ جو جی خان کو کسی ایسی جگہ بچھڑے جہاں وہ اپنے بیڑوں پر باجیوں کے شر سے محفوظ رہے۔

مگر یہ مثال اب محض حرف اس کے ذہن میں تھا۔ اس نے کسی سے ای کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر جی نو باریہ اس کا کیا کہنے لگے؟

”خاقان درست فرماتے ہیں۔“

جی نو باریہ نے منہ سے سوچنے کے بعد حتمی فیصلہ سے کہا:

”جو جی خان میں ایک اعلیٰ سرداری کا موقعاں موجود ہیں مگر اس وقت تو کم از کم شکست کے قبلا میں رہیں کہ جو جی خان ایک الگ علاقہ کا سردار بننے کا قابل ہیں۔ پہلے یہاں سے پاس علاقہ کما لے۔ علاقہ تو پہلے ہی مسخر کر لیا جائے۔“

”میں سب سے پہلے اسے انتقام کا الگ سمجھا ہے۔ اس وقت الگ خانہ بدل لینا ہے جس نے اسے بڑے ہیں دھوکہ دیا۔ ہم پر حملہ کیا۔“

”ہم تمام سے مخالفت کرتے رہے ہیں جی۔“

چنگیز خان نے اس کی تعریف کی:

”ہم نے اسی لیے اس وقت تمہیں بلایا ہے۔ اور الگ خانہ بدلے دوں پر زور لگایا ہے اسے کہہ کر:

”بول سکتے ہیں۔ ہم تمہیں الگ خانہ کے سردار میں بھیج رہے ہیں۔“

”خاقان مجھے جہاں اور جس کام کے لیے بھیجیں گے اس کے لیے مجھے ہر وقت تیار رہا میں گئے۔“

جی نو باریہ نے بڑے غور سے اعانت کا اظہار کیا:

”معلم دینے کے لیے اس دھوکے باز کے سردار میں جا کر کیا کرنا ہوگا؟“

”الگ خانہ کے نام پر جو جی خان کے کان میں بھڑے ہوئے۔ پہلے خاقان نے فرم ہیے کہ اس کا وہ جی نو باریہ

کسی نام پر بھیج دیا ہے مگر یہ کھلا کہ یہ ہم کیا حتی؟“

چنگیز خان بڑا ہنسی پور ہوا تھا۔ ”الگ خانہ کا نام ہے جو اس کے چہرے پر نفرت اور صدمت کے لیے جیسے سازات پیدا ہوئے۔“

وہ کچھ دیر سوچا رہا۔ شاید نے خیالات کیجا کر دکھا۔ پھر بولا:

”اے جی نو باریہ! تو الگ خانہ کے دربار میں جا اور اس سے کہہ کہ اسے میرے باپ جیب دشمن تیرا بچھا کر رہے تھے تو کیا میں نے چار ہزار دہرین کے ساتھ تو ہی دستے روانہ نہیں کیے تھے۔“

اس سے کہنا کہ تو ایک اچھے ٹھوسے پر حوار میرے پاس آؤ تاکہ تیرے بڑے بیٹے سے اور ایک بیڑ کے گوشت کے ساتھ تیرے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ کیا اس وقت میں نے تجھے بے شمار بیڑوں کا انہیں کی تھیں۔ اور بیٹوں کو گھوڑے تیرے ہاتھ میں دے دیے تھے؟“

گوشہ زدن و جنگ کے موقع پر جب لوٹ کا سامان لیا تو تیرے آؤ میں نے وہ سارا سامان اپنے پاس رکھ دیا۔ سارا کس پر میرا حق تھا۔ میں نے تجھ سے اس کا کوئی شکوہ نہ کیا۔ سارا میرے لئے لگا اس بات سے سخت ناراض تھے۔“

میر نے تمام سامان تجھ سے تیرے دشمن جیوں کے لئے دے دیے۔ تو نے میری مدد چاہی اور میرے ہمارے سامان تیرے دشمنوں سے جیوں کے چہرے پر سے ہٹا کر دیا۔“

دریا تھے سو کے کا سے ہم دونوں نے فتح پائی تھی کہ ہم صرف ڈنلے والوں کا ہاتھ میں نہیں آئیں گے بلکہ اگر کوئی بات بھی تو ہم اسے بات بیت کر کے لے کر لوں گے۔“

”میں نے تجھ سے بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے اور میرے لشکروں کو کم سے مل جائے جسکے ہیں زیادہ ملنا چاہیے تھا۔ اسے خان! کیا تو یہ بولی گیا کہ جب گاؤں کا ایک پیروٹ جاگے تو میں آگے نہیں بڑھ پائے۔ کیا میں جبر سے دکانوں کا ایک پیہ نہیں؟ تو مجھ سے کیوں ناراض ہے؟ تو مجھ پر کسی بے حلاوت اور ہور ہے اؤ کیا چاہتا ہے؟“

چنگیز خان کے اس بیٹا میں بھی خصلتیں تھیں اور علامت تھیں۔ اس نے اولنگ خان کو بچھلی باتیں یاد دلائی تھیں اور دے الفاظ میں یہ بھی کہا تھا کہ اس پر بھی وقت پر سکنا ہے جن مغرب و انوں نے اس پر بیٹے جی کیا تھا وہ دوبارہ بھی ٹھکر سکے ہیں۔ اس صورت میں وہ کسی سے دو ٹوٹنے جلنے کا؟ بھون اس کے لیے فوجی دستے بھیجے گا اور کون اس کے دشمن سے چھینا ہوا سامان واپس دلالتے گا؟

اس کے ساتھ ہی اس نے اولنگ خان کو یہ بھی بتا دیا کہ اسے چنگیز خان کی حالت کو اپنے مناد میں ہر روز رکھنا ضروری ہے کیونکہ مغرب کے لوگوں سے کیا نہیں (ٹھکر)۔ ترک پہلے ہی اس پر ہوا دھائے تھے اور اب بھی اس پر ہوا دھائے گئے۔

بھی نیاں کے اولنگ مغزل خان کی طرف رہا لی کے وقت جو جی خان نے اپنے استاد کے گھوڑے کی لگام مضبوطی سے پکڑ لیا۔

”اے میرے استاد اسے میرے باپ!“

اس نے ایک نرا کہہ:

”میں تجھے دھنوں کے بیچ اگلا نہیں ملنے دوں گا جب دشمن تو پر حملہ کرے گا تو میں تیری پیٹھ سے پیٹھ ملا کر کھڑا ہوں گا اور اگر گرفتار کیا تو میں اسے اپنے لڑکے کے لہو سے لٹھ مرد کاؤں گا۔“

”کیا بچوں کی سمجھ میں آتا ہے جو جی؟“

چنگیز خان جو اس وقت موجود تھا نے اسے ڈانٹا:

”کسی کی سمجھت ہے کہ وہ جی نیاں پر ہوا تھا اس نے میں بولنگ کانیں بھالایا بیٹا اوسے کہ جی نیاں کو بوڑھے استاد کو دار کے پاس بھیج رہا ہوں۔“

”نہاں بابا!“

جو جی خان نے افرارے کہا:

”استاد اگر آپ کا بیٹا آپ ہی کے افغانا میں مغزل خان کو پہنچائیں گے تو اس کے دربار میں ایش گے اور میرے استاد کو کشتی کر دیں گے۔“

اس پر جی نیاں بھولک اٹھا:

”کیا کہہ رہے ہو جو جی خان؟“

اس نے چیخ کر کہا:

”تمہارا استاد جو نیاں پشت پر ہاتھ باندھ کے اولنگ خان کے دربار میں نہیں جائے گا۔ وہ اپنی ہی نشان سے جاتے گا۔“

میرے پردوں میں سورج کے جوتے ابدی پر سنہری زرد ہو گئی۔ کمر میں تلوار پشت پر رکھ کر، کاغذ پر لکھا اور چہرے پر اپنے نشان کا عیب داب ہو گا۔

میں بوڑھے اولنگ خان کے دربار میں پہنچتی ہی دایان گورخان کو تاک لوں گا پھر اگر کسی طرف سے جھڑپ ہو جائے تو سبھا جاڑوں گا اور اس کا خاتمہ کر دوں گا۔“

مجھے اپنی قسمت معلوم ہے جو جی خان: پھر یہی اگر میں گورخان کو مارنے کے بعد مار گیا تو یہ خود پھر برمانہ ہو گا۔“

اس دوران چنگیز خان بھی جلال میں آ گیا تھا۔

”اے جی نیاں!“

اس کے خاموشی جوتے ہی دم لڑک کر بولا:

”اے میرے محبوب سورا! تو جو کچھ دیاں کہے گا وہ تیرا مضی ہو گا مگر میں جو جی خان کو مار دینا کے اعلان کرتا ہوں کہ اگر میرا بیٹا کہے کر مارے گا تو جی نیاں اولنگ خان کے دربار یا اس کی حدود میں مارا گیا تو مجھے تم سے پیٹہ آسمان کی دو جوں کی کہیں ایک بھیجے دے ایک ہزار افرات کا خون عاڈوں گا اور پھر بھی اپنا ہاتھ نہ رد کروں گا۔“

پھر جی نیاں اور اپنی ذاتی شان سے ترات ترات کی کہ وہ توں کی طرف میں پڑا۔ اس کے سوری جوتے اور رو پہل زرد درمک بھی کھائی دیتی تھی۔



قیس یہ ڈر پیدا ہوا ہے کہ ادلگ خان تم سے بھی دی سلوک کرے گا جو اس نے مجھ
نے کیا ہے تو تم نے مجھے اپنا سردار منتخب کر لیا ہے۔
میں نے یقین حور نہیں لیجئے اور جو بیویوں کے دل پر غلط کیے ہیں۔ اب میرا تم سے
بے زمین حاصل کروں گا اور اپنے باڈی اجداد کے بتائے ہوئے کاموں کی
حفاظت کروں گا؟

بارٹ سے آتے آتے حور نے گولی کا سارا حلقہ دور جیف جھٹوں میں بٹ گیا۔

۱۔ مشرقی میں پیگلز خان کی حکومت

۲۔ مغرب میں پیر پٹھانوں نے ادلگ خان کا اور (انکر)

پیگلز خان نے بھی نو بھائیوں کو طغرل خان کے پاس بھیجا تھا گلاب اسے نہ جواب کی ضرورت تھی اور زندہ
خاک کر کے کھاتا۔

۳۔ چلی جگ میں ادلگ خان نے پیش قدمی کی تھی۔ اس مرتبہ پیگلز خان پہلے میدان میں آیا۔ اس نے
دراں میں برف پگھلنے کا بھی انتظار کر لیا اور اپنے نئے طغیوں کے ساتھ ادلگ خان کی نیرنگ گاہ کی جانب
پہنچ گئے۔
دشمن کے لشکر کے قریب پہنچ کر ایک مثل سوار کو آگے بھجوا لیا کہ وہ دشمنوں کی نیرنگ گاہ میں جا کر
پلہ خان کی دی سلوک کا شکایت کرے اور وہاں کا حال احوال کے کروا پس آجائے
سکھا پاڑھیا مقص سوار قزاق لشکر کے قریب پہنچا۔ قزاق سواروں نے اسے قتل کر لیا۔ ان کے
دارنے عمل سوار سے پوچھا:

”تم کون ہو اور ادھر کیا لینے آئے ہو؟“

”نیلے آسمان کی روپوں کی بدعا میں توچین پر نازل ہوں۔“

مثل سوار نے نہ سہرتے ہوئے کہا:

”میرا اسم کے علاوہ سب کچھ ایک ام سوار ہیں گرجا ہوتو میں کا۔ جب سے اس نے طغرل خان کو
ہاتھوں شکست کھائی ہے اس کا داغ ہی گھم گھم ہے ہر وقت تم لوگوں کو ڈانٹتا پھٹکاتا رہتا ہے میرا اس
وہاں ہاں ہے اس کا گرجا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن مجھ پر برس پڑا۔“

تو نے کہاں کو اتار دیوں گا؟

مجھے نیچے میں جانے کی ہمت کیسے ہوئی؟

میرا نام گلدن گل ہے اور میں بار بار دشمنی میچے، دشمن ہماروں کی بین اور اکبر اعظم کی بیوی ہیں۔
میرے آباؤ اجداد سے دولت سے ہمیں شادیت میں توچین پیگلز خان کو کوچین دیا گیا تھا۔
اس وقت توچین میں قیام گاہ کے مشرقی سبز زاروں کے تمام خان کئے ہوئے۔ اگرچہ توچین توچین کے
شعبہ کے ساتھ رہے اور کدو کدو ہوئی تھی مگر اس میں تمام خانوں کا خاندان تھا۔
یہ سب خان خوں سبز زار کے ڈوٹھے ادلگ طغرل خان سے بت عاقبت تھے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ توچین
کی شکست کے بعد طغرل خان کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ امید یہ ان کا یہ انتخاب خود ان کے حق میں اعلان کے
فائدے میں تھا۔
مگر جب توچین کو سرداری کا معنی پیش کیا گیا تو اس نے اسے طغرل خان کو لیا اور اسے قبول کرتے ہی اس نے
اعلان کیا کہ:

”تمام سے تمام قبیلوں میں میرے سکھ کی تعمیل کی جائے۔ میرے میں کوچا ہیں اسے سب

مرد اسے کھوں گا۔“

میں خروش سے تم سے کتنا جدا آ رہا ہوں کہ میں دریاؤں کے درمیان کی زمینوں کا ایک

آقا (مرد) ہونا چاہیے۔ یہ بات پہلے تمہاری گھر میں نہیں مانی تھی اب جبکہ

میر تیرا اقبال ہوں تو میرا غلام ہے۔

غلام کو اپنی حد میں رہنا چاہیے۔ میری نافرمانی کے سامنے سے دور ہو جاوے نہ تکل کرادوں گا۔

مقل یا ہے شرق کا ہو یا مغرب کا نیسے کھڑے ہو گیا ہے۔ پھر یہ سوار تو ان کے لیے بالکل اجنبی تھا۔

اس کا اعتبار کرتے تھے۔

مقل سامنے بیٹھ کر زمانہ کے بارے میں جو فنونِ بائیں کی باتیں ان سے قرابت سوار مشکوک ہے مگر ان کے پر دار نے پوچھا۔

”تو نے تو مجھ کو لشکر کو کہاں چھڑا تھا؟“

”تو مجھ کو لشکر تو کہاں سے بہت دور ہے سردار۔ مقل نے لٹا ہوتی بات دہرای۔

قرابت سوار کو راد زباید مشک ہوا۔ اس نے اپنے ناٹب سے کہا:

”مبار سواروں کو ساتھ لے کر آگے جاؤ اور دیکھو کیا معاملہ ہے؟“

ناٹب سردار چار سواروں کو ساتھ لے کر اس طرف چلا جا دھر سے مقل سوار آیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر مقل سوار کو روک دیا۔

”تو کہاں کیوں کھڑا ہے۔ ان کے ساتھ جا اور بتا کہ تو مجھ کا لشکر کھڑے ہے؟“

مقل سامنے کھڑا ہو کر دوڑا کے آگے جانے والوں کے پاس پہنچا۔

ناٹب سردار نے پوچھا:

”تو کیوں آتا ہے؟“

مقل سوار نے جواب دیا:

”میر وادے مجھے بھیجا ہے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تو مجھ کا لشکر کھڑے ہے؟“

اس کے ساتھ ہی اس کی نظر سامنے والے ٹیلے کے نیچے تو مجھ کے قبیلوں کے لہاتے پر جوں پر پہنچا۔ وہ گھبرا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ لوگ بڑے تیز رفتار سوار ہیں۔ آخر انہوں نے پرچم دیکھ لیا تو اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کر پلنگ لگا کر جانیں لے کر اور قرابت لشکر کو خبردار کر دیں گے۔

پھر مقل سوار اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنے گھوڑے کو دیکھنا شروع کر دیا۔

ناٹب سردار نے پوچھا:

”دیکھو کیوں گئے؟ کیا برا گھوڑے کو؟“

جاوس نے جبکہ گھوڑے کا پیر اٹھایا اور اسی حالت میں بولا:

”گھوڑے کے میں پھر شک کیا ہے۔“

”اچھا بھلی ٹھکانا۔“

ان صلیک بھی سمجھو آؤ ترنا پڑا۔

جاوس نے تو ممانہ کیا تھا۔ وہ زوردار ہلک گھوڑے کی ٹانگ کو ادھر ادھر سے دھکتا رہا۔ اس دوران تو مجھ کا ہار دل رستہ چوٹی پر پہنچ گیا اور اس کا لشکر باردوں طرف پھیلنے لگا۔ جاوس جب کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

اس وقت تو مجھ کا لشکر ٹانگ پر پہنچ گیا۔ انہوں نے ان قرابت سواروں کو قید کر لیا جو اس لشکر کی کوچ میں آئے تھے۔

تو مجھ نے اپنے لشکر کے ساتھ قرابت خبر گاہ پر زور دست حکم کیا۔ بڑی شدید رنگ ہوئی۔ تو مجھ کے تمام قبائل ایک توانائی جنگ لڑ رہے تھے۔ دوسرے دہیہ جانتے تھے کہ اگر اس بار بھی انہیں شکست ہو گئی تو پورے مشرقی سرزمین زاروں پر مغرب والوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

قرابت ایک بار تو مجھ کو شکست دے چکے تھے۔ ان کے جو مسلہ لذت گراہ پیلہ والی جنگ نہ تھی کہ شہر جنگ میں گھر تو مجھ ہی جگہ سے پہلے میلان سے نکل گیا تھا۔

جب شہنشاہ ہوئی تو غول اول خان کا لشکر شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ طغرل اور اس کا بیٹا دونوں زخمی ہو کر میدان چھوڑ چکے تھے۔

تو مجھ نے فائناتہ قرابت کی خبر کا امیدوار بن لیا۔ اس نے قرابت کی تمام دولت اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دی۔ گھوڑوں کی زینیں میں سرنگیں اور زین سرخ پیرا پچھا ہوا تھا۔ تیل پلنگ میلان کی ہوئی تو سوار پر پا جاندی کے معاف اور کار کیاں درخشی اپنے آدمیوں کو دیدیں۔

ادنگ خان کا تجربہ لڑنا تھا۔ اس کا سر زینیں اٹھس کا تھا۔ تو مجھ نے وہ چورانیہ اور دھچواہوں کو دے دیا جو مجھ نے اسماعیلیوں کو تار کے حملے کی اطلاع دی تھی۔

پھر بیگین نے قرابت کے قلب کو گھیر لیا اور اعلان کیا کہ:

”اگر تم لوگ مستحق و شہد تو قہدہ جان بخشی کر دی جاؤ گے۔“

اس نے یہ بھی کہا کہ:

”اب تک تم جس آغا کے لیے لڑتے تھے وہ بھاگ گیا۔ اب تم میرے آدمیوں سے جاؤ اور میرے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔“

پس قرابت لاقی تمام لشکر تو حین کے پرچم تلے آگیا۔ اب وہ ان کے ساتھ ان کے شہر کو اتر کر اٹھ پلا جو بحر امین واقع تھا۔

کچھ دنوں کے بعد جیگرستان کا بدعاشی جوقہ جو طرلا اوگ خان کے پاس پہنچا تھا پکڑ کر اس کے سامنے لایا گیا۔

قرابت والوں نے اسے بھی اوگ خان کا خطاب دیا تھا اور وہ کیا تھا کہ طرلا اوگ خان کے بعد اسے اوگ خان بنا یا جائے گا۔

تو حین نے گناہ بھلائے پوچھا:

”مجھے کس طرح کے سولہ کی امید ہے؟“

جانتے ہی نہیں تھا کہ:

”مجھے اگلے طرح کے سولہ کی امید ہے جو میں تیرے ساتھ کرنا اگر کڑا اس طرح پکڑ کر میرے سامنے لایا جائے۔“

لیکن آہستہ آہستہ عذاب کی موت۔

منظور نہ موت کا یہ طریقہ تینوں نے سیکھا تھا۔ آہستہ آہستہ عذاب اسی طرح لایقہ پر تھا کہ عزم کا ایک ایک عضو الگ کیا جاتا، مثلاً اگر کھانسی کا ایک انگلی کاٹنے کے بعد دوسری انگلی اور تیسری دن تیسری۔ اس طرح روزانہ ایک عضو اس کے جسم سے کاٹ کر الگ کیا جاتا اور وہ بڑبڑاپ کر مارتا رہتا۔

اسی سے خلل نہ کوئے، جرات اور بے خوفی کا پتہ چلتا ہے۔ جوقہ جو حاکم تھا جس کے ہاتھ سے جیگرستان سے معافی ہو گئی تھی، مگر اس نے یہاں نہیں آیا اور مردار و موت کا سامنا کرنے کا اعلان کیا۔

منوں میں دستور تھا کہ وہ بڑے مرداروں کا خون زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ اس لیے تو حین نے حکم دیا کہ:

”خاقان کو دریش کے پندے میں چائے دی جائے جس کی جگہ جگہ کے درجیان دلو جا جائے تاکہ دم گھٹ کر مر جائے۔“

طرلا اوگ خان نے جیگرستان کے عکس پہلے ایک جیتنی تھی اس وقت بھی اس نے کہا:

”میں کیا ایک شخص سے جنگ کی ہے جس سے میں جنگ نہیں کرنا چاہتا ہے۔“

اب اس جلسہ میں اس کے منعم لشکر نے شکست کھائی تھی اور اس جنگ میں طرلا بڑی جلدی کے ساتھ شریک ہوا تھا۔

پھر جب جیگرستان میں طرلا کرنا ہوا قرابت کے قلب میں لشکر میں پہنچا جس بڑے طرلا طرلا اوگ خان موجود تھا تو یہ بوڑھا اس قدر حیران ہوا کہ اس کی جگر میں نہ آیا کہ وہ کس سے؟

طرلا اوگ خان نے اپنے طور پر بیوی کے لشکر کو اس طرح تباہ و برباد کیا تھا کہ اس کے دوبارہ قریب پانے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

مگر اب اس کے مخالف سردار نے غریبوں میں داخل ہو کر کہا:

”تو حین کے سوار قلب لشکر میں گھس آئے ہیں۔“

تو حین کا سردار شہر درہ گیا۔ وہ اپنے مخالف سردار کو اس طرح حیرت سے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی بات کا یقین نہ رہا ہو۔

”آہا۔ ہوش میں آئیے۔“

خافہ سردار نے افسانہ برسنائی سے کہا:

”ورنہ ہم کو غدار کہیے جائیں گے۔“

اور اس نے اوگ خان کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح کچھ بھینچا جیسے کوئی بچہ کو کب چھتا ہے۔ بوڑھے خان کا گھوڑا وہ ساتھ لے کر آیا تھا جو جسے کس کا ہاتھ تھا۔

خافہ سردار نے سردار سے کہہ کر اوگ خان کو گھوڑے پر سوار کرایا اور گھوڑے کو لات مار کر بھاگایا۔ طرلا خان اس وقت بھی مجبور و مایوس تھا۔

طرلا خان اپنے لشکر کی تباہی کو دیکھ کر اس نے اپنے بیٹے کو زور دیکھا جو بہت تیزی سے اس کے پاس سے گھوڑا دوڑا کر لایا تھا۔

باپ بیٹا اگرچہ کچھ کچھ حال دیکھے تھے مگر موت ان دونوں کے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھی۔ پھر دو جگہ گھوڑوں نے طرلا خان کا گھوڑا دھکا۔

انوں نے اسے پہچان لیا اور گھوڑے سے کچھ کس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ طرلا خان نے ہنسنے شروع کر دیا اور کہا تھا اس لیے میں نے اسے بلا تلفیق قتل کر دیا۔

طرلا خان کے بیٹے کا انجام بھی باپ جیسا ہی تھا۔

روایت ہے کہ بہت قرابت سردار دھرے گزرے۔ انوں نے طرلا خان کا سر پہچان لیا اور اسے اپنے

ساتھ لیے گئے۔

اس سرگرمیوں نے چاندی سے صبح کیا اور باقی ماندہ قرابت و اقاربوں میں اس کی خاموشی گمراہ و سس
قیطہ میں دوبارہ جان نہ ڈال سکے۔ اور ہمیشہ کے لیے چنگیز خان کے غلام ہو گئے۔
تو میں چنگیز خان کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تھی۔ قرابت کا پورا علائقہ اس کے قبضہ میں آ گیا تھا۔
کوئی اور سردار ہوتا تو اس فتح کے بعد ہمیشہ میں بڑے جاکا اور بڑے سکون زندگی بسر کرتا لیکن ہم
نے تو سنبالہ صفت فطرت پائی تھی۔ قرابت کے حدود غماخ کرنا فراموشی و مرن چند روز صبر اور پھر روانہ
ہو گیا!

قرابت کے علاوہ میں زمین زرخیز تھی اور دریاں کاشت ہوتی تھی۔ مسکانات مٹی کی دیواروں کے تھے اور
ان پر چھتیں لکاس پھوس کی ڈال جاتی تھیں۔
چنگیز خان نے قرآن کریم کی بود و باش کو دیکھ کر کچھ ناخوشی سے دیکھا مگر وہاں بھڑکنے کے بجائے اس نے
اپنے لشکر کو بیجا فتوحات میں لگا دیا۔
اس نے دوسرے مثل حواریوں کے بجائے یہ نیا طریقہ اختیار کیا تھا اور نہ وہاں کا تو یہ دستور تھا اور جنگ
لڑی۔ مال غنیمت میٹھا۔ اسے تسکین کیا۔ پھر بے کاری یا بے ناری۔ مگر چنگیز خان نے ایک "طرز" نو اختیار کیا
اور یہ طرز نو تھا:

"جنگ اور مسلح جنگ!"

اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا:

"دیکھو! ہم کی خوبی یہ ہے کہ اسے انتقام ایک پہنچایا جاتے۔"

لیکن جنگ تو ایک مسلسل کام ہے۔ اس کا انجام کب ہوتا ہے چنانچہ چنگیز خان نے شکست مغرب
کا طرز کو چن لیا۔

یہ آزمودہ کار لشکر مغرب کے ترکوں، تاتاروں اور ایغوروں کی دادیوں میں گھس گیا۔ ان علاقوں
کا تمدن اعلیٰ درجہ کا تھا۔

یہ تمام علاقے بوڑھے طغرل خان سے ہمیشہ لڑتے رہے تھے۔ یہاں یہ تھا کہ یہ تمام لوگ چنگیز خان کے خلاف

یہاں بندھنے۔ متوطنین کے بچوں کو تفریق بین بالائین تفریق۔ منسوب علاقوں کی زمین منگوا کر ان میں تقسیم کر دی جاتی اور رویشی خان کی ملکیت میں جاتے تھے۔
تو جیسے بیگلر خان نے سحر آئی گویا وسط ایشیا اور چین میں تو کچھ نہ کچھ زبردستی کا مظاہرہ کیا کیونکہ جب وہ غازی اور دوسرے سلطانوں اور بکایوں میں داخل ہوا تو اس کا سلوک بیکراںک "سفاح" کا بکایا اور وہ ہم کو بالکل قبول کیا۔

اب بیگلر خان کا لشکر دینا کے ان نئے علاقوں میں داخل ہو رہا تھا جہاں سے بڑے بڑے پرانے قلعوں کے راستے گزرتے تھے۔
ان علاقوں میں جن وال ایسے بھی تیار کے پیش کیے گئے جو دیکھنے میں بدست، خوش پوش اور خوبصورت تھے لہذا ان کے متعلق یہ بتایا گیا کہ
"یہ لوگ سیاہی میں اور نہ زنی سپیداری سے واقف ہیں۔
"پھر یہ کون کون ہیں؟" تو چونے خیر ان ہو کے پوچھا۔
"اسے سنو اعظم!"

وسط ایشیا کے ایک دشمن نے جواب دیا:
"یہ لوگ علم و دانش ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں تلوار کے بجائے ہینڈ کا نڈز قلم ہوتا ہے یہ زمین و آسمان کی بناؤں کے بارے میں جانتے ہیں۔ چاند و ستاروں کے راستے واقف ہیں۔
تو جن کی بھڑی اس وقت تو کچھ نہ کچھ باگیا بندہ چل کر اس نے ان کے علم سے فائدہ اٹھایا۔
اس کے سامنے ایک غریب کا بیٹا لیا گیا۔ اس کے آٹھ بیٹوں نے ایک ایک گلی کی چیر تھی جسے وہ بڑی حفاظت سے اٹھا لیا۔ انھوں اور قتل کے درمیان دبائے ہوئے تھا۔

تو چونے اسے پوچھا:
"تو اس طرح اس بڑے بکایا کی حفاظت کیوں کرتا ہے؟"

الغیر نے جواب دیا:
"میں چاہتا ہوں کہ جب تک وہ دشمن زندہ ہے جس نے میرے پردہ لاکھیا ہے اس وقت تک میں

مستعد ہو کے جنگ کریں گے مگر جنگر خان نے انہیں سوچنا اور اکٹھا ہونے کا موقع ہی نہ دیا۔ اس نے ان علاقوں کو اس قدر پامال کیا اور اس طرح تیس تیس سال کے مذراہہ شمال کے رخ پوش پہلوؤں سے لے کر جنوب میں دیوار چینی کی پوری لمبائی تک اور پیش بلخ اور ختن کے پرانے شہروں کے درمیان اس کے سردار گھوڑے و زائے بھر گئے۔

ایک مؤرخ بیگلر خان کا ابتدائی جنگی حکمت عملی کے بارے میں بتا کر کہتا ہے کہ:

"میں تو جن بیگلر خان کو فیوض کرنا تو نہ دلاں کے دلوں کو قتل کرنا اور نہ جاندار کو نقصان پہنچانا بلکہ مفتوحہ سرزمین اپنے کچھ آدمی آباد کر کے کے کے طور ملتا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مفتوحہ علاقے والوں کو براہِ امان ہوجاتا کہ تو جن اپنی حیثیت کا کستور خیال رکھتے ہو اور کس ملک سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مفتوحہ علاقے کے باشندے اس کے دناوارہ جاتے اور اس پر جان بھر گئے۔"

اس طرح جب اس کے گرد تمام غیر اکٹھا ہو گیا کہ وہ اس کے ذریعے پوری دنیا کو فتح کر سکتا تو اس نے دینا کے بہت بڑے علاقے کو فتح کرنے کا قصد کیا۔

مخوض کا یہ تھا کہ آٹھ ماہ اندر دست نہیں ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ حکمت عملی کو موثری کی فتوحات کے وقت برقی ہو ورنہ اس کی فتوحات کا سب سے بڑا حیرت انگیز اور غریبی تھا۔ بیگلر خان کو قراغلی اور "لر زندہ" عالم کی ایک لہر۔ مروں کے مہار تیر کر نا بھی اسی سے منسوب ہے۔

یہ فرد ہے کہ بیگلر خان مفتوحہ علاقوں کے ہر مذہب کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تھا بلکہ ان کے ہر سرے پر اور اعلیٰ انداز میں اٹھاتا تھا۔ اسی لیے اس کے گرد اپنی ملت والے و مدد سے اور برج بنانے والے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے تھے جن کی تعداد کرنا تھا۔

مغل رستور کے مطابق جب وہ مغل قبیلوں میں جنگ ہوئی تو قباچ قبیلہ مفتوحہ قبیلہ کے سردار کے تمام اہل خانہ کو قتل کر دینا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھا جب تک کہ جس قبیلے کے تمام خاندان والوں کو قتل نہ کر دیا جاتا۔

لہذا ان مفتوحہ اہل خاندان کے علاوہ قبیلہ کے صلہ کو قتل کر دیا جاتا بلکہ انہیں لشکر میں شامل کر دیا جاتا مفتوحہ خاندان کی جوان اور خوبصورت عورتوں کو لشکر کے مجبوروں میں تقسیم کر دیا جاتا جو انہیں اپنی

اس کی حفاظت کرتا رہوں۔

چنگیز خان نے پوچھا:

فہلون ہے سے نہ زیور تیرے ہر دیکھ ہے۔

ایسوں سے ایک آہ صبر کر کہا:

فہ شخص اس ملک کا بادشاہ ہے جسے شکست ہوئی ہے اور میں اسی کا زیور ہوں۔

تو واقعی بڑا انداز رہا۔

توچین نے اسے دیکھ کر کہا:

”مگر تیرا نام تو مرچکے ہے اور اسی کی مادی زمین اور پوری ملکیت اس پر ہے تبصر ہے۔ مجھے بتا کر

یہ زیور کس چیز کا نشان ہے اور اس سے کیا کام لیا جاتا ہے؟“

وزیر نے گفتگو کیا:

”میرا آداب چاندی کا تھا کرتا تو یہ کام اپنی رعایا میں سے کسی کے سپرد کر دیتا۔ اس گھر سے اس

کے احکامات پر نشان لگایا جاتا۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ درحقیقت یہ شاہی فرمان ہے۔“

توچین نے اسی وقت حکم دیا:

”میرے لیے اسی ایسی ایک مہر بنوائے۔“

چنانچہ مہر تیار ہوئی تو اس نے وہ مہر اچھڑ کر دکھائی۔ رینور نے مہر دیکھ کر اپنے اطمینان کا اظہار

کیا اور ملنے والے کی تعریف کیا۔

توچین نے اپنے وزیر کی کلمات کو یاد اور اسے حکم دیا کہ:

”تم میرے بڑوں کو انوری زبان سکھاؤ۔“

انوری ایک طرح کی شاہی زبان تھی اور یہ زبان وہاں کی ان فطوری راہوں تک پہنچتی تھی جو تہ

تہیم میں ان علاقوں میں عبائیت پھیلائے جایا کرتے تھے۔

توچین نے سب سے بڑا انتظام یہ باور دیا کہ چاہوں نے جان پر کسبل کر اس کی عدلی تھی۔ ان میں

اعلیٰ مراتب سے نوازا گیا۔

لوٹ کے ال میں سب سے لگے جاتے تو ان ہزاروں کو اپنی اپنی کھالیں لے کر اس کی اجازت تھی۔ ان میں

ہر طرح کا راجا جھگڑا شاہی تھے مہر وقت جا کھتے تھے۔

ان کا سب سے بڑا انتظام تھا کہ ان کی کوئی خطا یا غلطی نہ تھی۔ ان میں تو خونِ محاف تھے۔ ہر جرم میں

بند کرتے ان میں بخشش دیتے۔ یہ تمام حقوق ان کی کوشتوں ملک کے لیے دیے گئے تھے۔

چنگیز خان کے یہ جنگجو خاندان بدوش تین سال کی مکٹ سے علاقوں میں ہلکے و تازا کرتے رہتے تھے۔ اس نے

ان کے جوئے سے ہلکے کر دیے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ان میں لگے لگے ہٹنے کا حکم دیا جائے۔ اور

یہ بھی تو وہ جو خوش ہو کرے تاؤ ہو جاتے مگر معنی اہم کا خوف ان میں قابو میں لے آتا۔

چنگیز خان کے گرد بڑے بڑے جنگجو اور پتیلے ہمارے جمع ہو گئے تھے۔ ان سب نے اس کے زیرِ کمان تین

لکھ میں جو کاروائیے نمایاں انجام دیے تھے ان کا شہر سدا رہا شانِ شان کے دریاں بہنے والی ایک

جگہ کا تھا۔

شہطان پرست شانان، بدھ مت، انشوری عیسائی اور مسلمان سب کے سب دم بخود تھے اور شمال شرق

ہے اٹھنے والے طوفان کو جھرت سے دیکھ رہے تھے۔

اب توچین نے ایک اور قدم اٹھایا۔

یہ ایک اہم قدم تھا جو مخلوق کی تاریخ اور روایات میں آج تک کسی اور نے نہ اٹھایا تھا۔ اس کی مدد سے

ملکت کی حدود و محلے گوبے کے شرق سے مغرب تک پھیل چکی تھیں۔ چنانچہ اس نے اپنے تمام مفتوحہ علاقوں

ابن تیرز قرا و سوار دوڑائے۔

ان سواروں کو حکم دیا کہ وہ علاقوں کے چھوٹے بڑے تمام سرداروں، قبیلہ کے آغاؤں اور دی اشر

فوان ملک سے پیغام پہنچائیں کہ:

”خان توچین کے بڑے شیعے کے اگلے بست بڑا لاؤ و جلا جاتا ہے۔ اس الاؤ کے گرد سب جمع ہونے

الکم دیا جاتا ہے۔“

اسی اہتمام کا مقصد یہ بیان کیا گیا کہ الاؤ کے گرد بیٹھنے والے تمام سردار ایشیائے اُمت کی قومیں پر

ہت کر کے لیے اپنے سردار و اہل بیت کی شہنشاہ کا انتخاب کریں گے۔ لیکن تمام سرداروں کی طاقت اس فردِ مت

ن شہنشاہ کے سپرد ہو جائے اور اس کا حکم ایشیائے اُمت کی راجوں کے حکم کے برابر ہوگا۔

یہ بھی ایک طرح کی قوت تھی مگر یہ قوت تائی ان علاقوں میں منتقل ہونے والے تمام قوتوں میں سے

اعدا و ام تھا۔ مگر اس سے پہلے تمام قوموں، مغلوں اور آغاؤں کا مہر ایک آغا بادشاہ یا شہنشاہ نہ ہوا

ہم کے لیے یہ قوت تائی بلوائی تھی۔

قوت تائی کے انعقاد کے لیے وہ مابعد ایک دن تیار کیا گیا تھا تاکہ شرق سے مغرب اور شمال سے جنوب

مغلوں کی تمام قومیں اور قبیلوں کے دربار اتریں۔ لیکن یہ سب ہو سکیں۔

قوتِ قافِ اعلان ہوئے جسے چاروں طرف سے غلہ بردار قبیلوں کے اتحاد و اتحاد قزاق مرزا حسین خان نے
 ہائے عزت و تہذیب کی زینوں پر تھم کے بعد کوئٹہ کے محنت و محنت پر دیئے والے حلیے کو دیکھ کر
 خوشحال ہو گئے تھے۔ انہیں اپنے ادارے پر نوٹیشن کے کھانہ اور چارے کے لیے ادھر ادھر مارا مارا
 پھیرنا تھا۔ مگر طرفِ امن و امان کا ادارہ ان جگہوں کا نام نہ ہو سکتا۔

میرے ساتھیوں اور بچہ
 ایک دوسرا خان کھڑا ہوا جو پہلے خان سے بھی زیادہ ضعیف تھا:
 ”تم نے اپنا کچن لیا ہے لگتا خانے! ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ انیس یہ انتخاب پسند ہے یا نہیں؟“
 ”ہاں۔ بہت تو ہے۔“

ایک اور مردار نے کہا:

”پھر اس کے لیے میں کیا کرنا چاہیے؟“

”بھئی ہلے سفیدند کی مسند بکھانی چاہیے۔“

اسی بزرگ نے جواب دیا:

پھر آملہ درخواست کی جگہ کو وہ ہمارے انتخاب کے مطابق اپنی مسند پر آکر تشریف رکھیں۔

’یہ بھی ٹھیک ہے۔ کسی اور مردار نے کہا۔

”ہے ہمارے آقا۔ ہمارے مردِ ارِ عالی۔ خانِ اعظم۔ ہماری دنیا کے مالک!“

سب سے بوڑھے منگول نے کھڑے ہو کر توجہ سے درخواست کی:

”ہم آپ سے التماس کرتے ہیں کہ آپ اپنی مہذبہ سبیل پر“

تو چون نے اب تک اگرچہ کسی بادشاہ کو اس کے جلال کو نہ دیکھا تھا کہ گویا وہ پرنسز و قدم اٹھاتا ہوا
منڈی طرف چلا تو مائزین کو یوں محسوس ہوا جیسے تو پرین و اقیان میں سب سے افضل شاندار اور جاہ و
مال کا مالک ہے۔

تو جی نے مسد پر بیٹھ کے پیشین گوئی کرنے والے سے پوچھا:

”تم نے اپنے آقا کا کیا نام تجویز کیا؟“

’اے میرے آقا اور ہماری تمام دنیا کے آقا!‘

پیشین گوئے کھڑے ہو کر حق کا

”مخے اُن دیکھی طاقتوں اور نیلے آسمان کی روجوں نے آپ کا نیا نام چنگیز خان بتایا ہے۔ مخے یہ بھی

ابن ابی بن خلیفہ خان سرداروں کا سردار اور سارے عالم کا شہنشاہ ہو گا۔

قزوئی تائی میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ہر خانہ نے یہ ناکہ پسند کیا۔ بوڑھے خان نے ایسا بار پھر کھڑے ہو کر

پنپے درخواست کی:



جب اس عظیم الشان الاڈک کے درمیان خان منگلو، مغل دروازہ اٹھا، غیرہ جیسے مجھے تو ان کیساتھ ایک باغیچہ پر دولت کی شکل کے تمام حارثین کو اپنے پیسے میں سے ایک آدمی کا انتخاب کرنا ہے جس کی حکومت تمام پرنسٹم اور سکس کا سنبھالنا ہو رہے والی درجوں کے حکم کے برابر ہو گا۔

گوشتہ تیر سال کی عمر میں تیرہ سو تیرہ اور ملت حاصل کی تھی اس کا تقاضہ تھا کہ کسی کو بڑا مانا اعلیٰ بادشاہانہ ان عظیم تیسرے ملے۔

کسی طرف سے متوجہ نہ ہو کر اپنی پیش قدمی کیا گیا۔

یہ سب کے دل کا آواز تھا۔ پس ایک حادثہ ہی کو سردار تائید کے لیے کھڑے ہو گئے اور توہم انتقام متفقہ طور پر ہوا۔ کوئی دوسرا نااہل ہی نہیں کیا گیا۔

اسی قدر توانی میں یہ بات بھی طے ہوئی کہ ان کے سردار یا بادشاہ کو ایک موزن مانا بھی دیا جائے۔
جبکہ لیے قابل قبول ہو۔

قرودائی میں ایک پیشین گوئی موجود تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا:

’اگر آپ لوگ فوجی اجازت دیں تو میرے ذہن میں اپنے اور آپ سب کے آقا اور مردا کے لیے،

بہت موزوں نام موجود ہے۔

ایک بزرگ خان کھڑا ہوا اور بولا:

ہم اجازت کیے دے کر دیا ہے، یہ ہم نے کو اپنا اٹا کھج کر دیا ہے، اجازت اٹا دیا ہے

۲۔ چنگیز خان نے دوسرے قانون میں کہا کہ :

”مجھے یہ سوچ کر غصہ آتا ہے کہ میں والدین کی یا بھڑے بھائی بڑے بھائی کی نافرمانی کرے رشتہ راجہ بیوی پر اعتماد نہ کرے یا بیوی اپنے شوهر کی نافرمانی داری نہ کرے۔ امیر فرزندوں کی مدد نہ کرے یا کمتر لوگ مرداروں کی عزت نہ کرے۔“

چنگیز خان نے ان اخلاقی برائیوں پر اپنے غصے کا اظہار کیا اور اس کے لیے یہی سزا رکھی۔

۳۔ ”نفس کا بغول کی خاص صفت تھی۔ اس کے بارے میں چنگیز خان نے کہا :

”جو آدمی نفس میں ہوتا ہے اس کی حالت اس شخص کی ہی ہوتی ہے جو سر پر پوش کھاتے ہوئے ہو۔ وہ غلام ہرگز سے بگاڑ ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے عورت پر تیرہ ترہہ سب سے بد جو ش ہونے کی اجازت ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ہم جو ش پیدا ہی نہ ہونے دی جائے مگر نشہ سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے۔“

۴۔ مخلوق میں ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ بھلی کی طرح اور گرج سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ گول اور راج دراصل نیلے مسکن کی روجوں کا غلاف اور قرعے جو دنیا والوں پر نازل ہوتا ہے۔ بھلی کا ٹولہ کے ڈر سے مخلوق جلیوں اور دریاؤں میں کود پڑے اور کڑی سزاؤں سے بچتا ہے۔ چنانچہ ساما میں نہ لے کر مافقی گلی تھی اور ترقی در حد کے سوختے پر پانی کو اٹھاتا تھا یہی منہ قنارہ۔

۵۔ چنگیز خان خود بہت زیادہ مخلوب الغضب تھا کہ اس نے مخلوق کو غیظ و غضب کے اظہار سے منع کر دیا تھا اور ان کو آپس میں جھگڑانے کی سخت ممانعت کر دی تھی۔

۶۔ یاما کایک اور اہم حکمت یہ تھا کہ ”چنگیز خان“ کا نام کوئی شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ یعنی کسی مخلوق پر اجازت نہ تھی کہ وہ اپنا یا اپنی اولاد کا نام چنگیز خان رکھے پھر یہ کہ مخلوق کو اس بات کی بھی اجازت نہ تھی کہ وہ بلاوجہ عام مخلوق میں چنگیز خان یا اس کی اولاد کے نام نہیں۔ اس طرح اس کا نام اور اس کے پھول

۱۰ اگر ہمارے ساتھ اپنا یا اپنا چنگیز خان پسند فرمائے تو ہم سب کو بہت خوش ہوگی اس لیے کہ یہ نام ہمیں بہت پسند آیا ہے۔

۱۱ ہم نے یہ نام قبول کیا :

تو چنگیز نے اعلان کیا :

”آج سے ہمارے نام کا ختم ملے گا۔ اب ہمیں صرف چنگیز خان کے نام سے پکارا جائے۔“ یہ قرون وسطیٰ کے عیسویوں کے آغاز یعنی ۱۲۰۹ء میں منع ہوئی۔

۱۲ اس وقت تو میں مدلول سے غارتگی میں مبتلا تھیں اور صدیوں بعد یہ نتیجہ پایا تھا کہ یہ نام اقوام ایک جہت سے اور ایک دھار کے تحت متحد ہو گئیں۔

چنگیز خان کے انتخاب کے بدستوروں نے خوش عقیدت میں یہ سمجھ لیا کہ ان کا تاج اور مردار اٹھا چنگیز خان بولگروں کے مکان سے اتر ہے۔

یہ سب ان کا جو ش عقیدت تھا کہ ان مختلف طبیعتوں اور ذہنوں کے ایک مخلوق کو جو ش عقیدت ہی تو تھا تو میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ انہیں کسی دوسری نظام کے تحت لامروری تصور نہ طاقت کا یہ اٹھنا ہوا سیلاب نہ جانے کیا رخ اختیار کر جاتا۔

خان تو میں سے اب صرف چنگیز خان نہ تھا کہ اسے کھانا دیا جا رہا تھا کہ اسے اپنے اہل و عیال کو کافی نظام تو موجود تھا مگر مختلف قبیلوں اور قوموں کو صرف اس ہی نظام سے تو قابو میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اس لیے یہ تصور دلائل و قیاس کی ضرورت تھی۔

چنانچہ — اس ذہین مخلوق یعنی چنگیز خان نے قوانین کا ایک مجموعہ ترتیب دیا جس میں کچھ پرانے قانون سے اور نئے تھے کچھ نئی رسم و رواج اور اصول تھے۔ باقی تمام قوانین اس نے خود ترتیب دیے اور اس مجموعہ قوانین کا نام اپنا کر رکھا۔

یاما کے عند وجود ان قوانین خاص طور پر بتائیں ذکر میں :

۱۔ چنگیز خان نے اپنے پہلے قانون میں واضح کیا کہ جو یہ اور مال سے جائیداد میں اور ان کی سزا موت ہے۔ اگر کوئی کھانا کھوڑا چلائے تو اس کی سزا موت ہوگی۔

۱۔ بولگروا سے کہتے تھے کہ اس قانون میں ایک نیا نظام تھیں دیکھ کر زمین پر رمارتے تھے۔ یوں ترتیب تبدیل سے جاری مخلوق نے چنگیز خان کو بھی ایک دیوتا کا درجہ عطا کر دیا تھا۔

خود اقبال پر کم کر کے سیرم کرنا پر کاربند ہونے۔ خوں میں انسان کی زبان کو بے صلاحیت دیا جاتی تھی اور
وہ پر اعتبار کیا جاتا تھا۔

کے نام صرف ہنر سے وہی کہے جاسکتے تھے۔

۷۔ چنگیز خان کی پرورش گاہوں کے شکستہ سالگرہاں گناہوں میں جوتی تھیں
اس کا قانون مذہبی معاملات میں نرم تھا۔ دوسرے فرقوں کے بزرگواروں، اہل
پیشواؤں اور مسجد کے مؤذن کو عاقلانہ امور سے الگ کیا جاتا تھا۔

چنگیز خان کے غیر ذکاوت کے نتیجے میں پھر بزرگ پوری بحق درجہ جیتے
تھے۔ زبردستی اس پر غرض، آواز نہ کرو، چکروا دیا جیسے ہوئے اور لیکن جلد
ہی دہشت گردوں کے شیطانی سے متاثرہ معلوم ہوتے تھے۔

۸۔ یاسا میں جاسوسی، غدار غلام، جاسوسی گواہی اور کالے جادوی مزامنات رکھی
گئی تھی۔

چنگیز خان ہزار اٹھ سے پہلے غزنیوں سے نالاکھو آغوشی ملان ہوئے اور
عیسائی تھے۔ آخری زمانے میں اسے ایک عیسائی بھائی پر بڑا اعتماد تھا مگر اس نے
ان غزنیوں کی پیش گوئیوں کو دیکھ کر دیکھ کر غزنیوں اور حور انہیں چھوڑا۔

۹۔ یاسا کا سب سے پہلا قانون بے حد قابل غور ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ:

”حکم دیا جائے کہ مارے انسان ایک خدا پر یقین کریں جو زمین و آسمان
کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو اللہ کی امر پر غور کریں، زندگی یا موت انہیں دے
دے گا۔ اگر تاجے جس کی طاقت اور حکومت پر تھے اور غرضی پر کمال اور کمال ہے۔
یہ حکم قانونی طور پر عیسائیوں کی تعلیمات کی بازگشت معلوم ہوتا ہے۔ چنگیز خان
نہیں جانتا تھا کہ ان پر عیسائیوں کی تعلیمات کی بازگشت معلوم ہوتا ہے۔ چنگیز خان
خاندان کی چنگیز یوں کو ہوا دے۔

ابہرین غیبات کا خیال ہے کہ یاسا کے تین مقاصد تھے:

۱۔ چنگیز خان کی اطاعت

۲۔ خاندان پرورش قبائل میں اتحاد و اتفاق

۳۔ غلیظوں کی سخت مرزا

یاسا کا تعلق انسانوں سے تھا یا جادووں سے نہیں۔ کوئی ایسی اہل وقت ملک خدا وادہ سمجھا جاتا تھا۔

چنگیز خان نے یاسا کے اصولوں پر اس قدر سختی سے عمل کر دیا کہ چند ہی ماہ میں ان سطحوں میں بھائی چارہ
اور باہمی کائنات کی صفت پیدا ہو گئی۔

اسے ایسی قوت عین جادو جوتی تھی کہ وہ اسے لگا جم کر ایک منظم اور متحد لشکر بنا دیکر کٹا تھا۔
اس لشکر میں عقلیت اور پراسرار تہذیب تفرات، جفا کشی کا مادہ نہ تھا۔ چنگیز خان کا اپنا قبیلہ تھا جو خود
انسانی اور برکت، انسانی مصلحتوں کے خاموش اور انسانی قوت برداشت کے ایک باشندے شکاری
اور ایشیائی بلند کے نام سے مشہور ایک واحد غیر ان قبیلہ میں جمے ہوئے تھے جس کا مردار وہ خود تھا۔
لیکن خان نے اس متحد قبیلہ کو کھل رستوں کی قوم کا نام دیا تھا۔

یاسا کی اصلاحات! ان کے تھے:

۱۔ ایک دوسرے کی مدد اور

۲۔ دوسری قوموں کو نصرت و ناپور کرنا

یہ قبائل بڑا لڑا لڑا کے جو کہ اور پرانی رہا بتوں کے زخم خوردہ تھے۔ ان لوگوں کو صرف ایک ہی طریقہ سے
متحد کرنا جاسکتا تھا اور وہ طریقہ تھا:

”انہیں ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری جنگ میں اکٹھے رکھنا۔“

ورنہ یہ باہمی خاندانہ جنگی اور جلاہل کا یہاں اپنا قبیلہ خرد کر دیتے

چنانچہ توتائی خاں ہوتے ہی ایک دن چنگیز خان نے اپنے بوجی گزرت اور دوسرے مرداروں کو دفن
کر دیا۔ لیکن اس پادشہ کی دماغ میں جس کا سایہ اس کی پیدائشی زمین پر پڑا تھا اپنے نو یا کون کی دوسروں کا
برجم کرنے کے لیے جبر کرنا:

یہ دلائل جو مستقبل میں راحت اور مصیبت میں برائیاں تو ہونے کے رہنما کی دغا داری اور طاقت

آپنے کی طرف مبالغہ و شقاق میں، ان سب کو مہم، مصلحت کا کام دیتا ہوں، میری تمنا یہ ہے

کہ مصلحت اس دنیا کے تمام کائناتوں سے زیادہ طاقتور ہوں اور سب پر حکومت کریں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ قہرمان نے ایک بار پہلے ہی یہ لوگ ہی ایک فوج داخل کر دی تھی جس سے ہوشے اور انہوں نے چین میں داخل ہو کر وہاں قتل عام کیا تھا یہاں تک کہ ان کی روک تھام کے لیے ہم کی دیوار پر ایک عظیم تعمیر کی گئی۔

اور اب سوشل پر حکومت کرنے والا یعنی پیپلز خان یہ فیصلہ کر رہا تھا کہ دیوار پر چین مقب ہوں چنے والا ختم ہو کر چین اور وہ ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتے۔
دوسری طرف چین کا حکمران خاندان کن اسی کوشش میں تھا کہ خاندان بدوشوں کو شمال میں دھکیل دے۔
مگر اس سے پہلے پیپلز خان نے کاشت شدہ زمین کے مل دولت پر دھارا پونے کا ارادہ کر لیا۔

پیپلز خان نے عقل قبولوں کے بے ترتیب بچے کو ایک عظیم لشکر کی ترتیب و تنظیم میں پرو دیا تھا۔ اس نے دس دس سواردوں کی وحدتیں بنادی تھیں۔ یہ وحدتیں دس ہزار کے توپانوں کی شکل اختیار کرتی تھیں اور ایک توپان سوارد فوج کا ایک دستہ سمجھا جاتا تھا۔
فوجوں کے سردار ارخان کہلاتے تھے جو خان پیپلز خان کے سالار کہلاتے تھے۔ ان کی جملہ تعداد گیارہ تھی۔

پیپلز خان کے لشکر میں سوہانی بھادر بھی شامل تھا جس نے کبھی کبھی غلطی کا ارتکاب نہ کیا تھا۔ اس میں گزشتہ سال اور تجربہ کار عقلی بھادر بھی تھا اور آتشیں بھی توپان بھی۔
لشکر کے ہتھیار سفر کر رہے آخر ان کی نگرانی میں رہتے تھے جہاں ان کی حفاظت اور صفائی کا انتظام ہوتا تھا۔ جب کسی حملے کے لیے مستعد ہونے کو طلب کیا جاتا تو ان میں یہ ہتھیار یعنی نیزے، دوزخیاں اور ڈھالیں قیمتی کیے جاتے تھے۔ سپاہی اور ہوا انہیں پس کھینٹ کر آجاتے تھے اور سالار ارخان ان کا حاشہ کہتے تھے۔

عقل پیپلز خان بیخود مول لینے پر تیار نہ تھا کہ کئی کوکھ آدمی آزاد اور پوری طرح مسلح ایک کوکھ مرلے میل کے میدان اور ہاڈی علاقہ میں پھیلے رہیں۔

لشکر کو حرکت رکھنے کے لیے یا سالار حکم تھا کہ

موجودہ سرزمین پہلی سخت برف باری اور بھاری گھاس کی پتیوں کی پہلی ٹھوکے درمیان

تھے لیکن ۲۰ ہزار سال پہلے انھوں نے خانہ بدوشی اور چرت کے طریقے ترک کر کے مستقل بسیاں بنائی تھیں۔
 پھر جب ان کی آبادی میں اضافہ ہوا تو انھوں نے آبادی کو مختلف طبقوں میں تقسیم کر دیا۔
 پیگلز، خان کی سرزمین کو جس کے برعکس چین میں رہنے والوں میں غلام بھی تھے اور کسان بھی۔ ان میں
 عالم و دانش، سپاہی و فوجی، امرا اور دلوں کے سب طرح اور سب طبقوں کے لوگ موجود تھے۔ ایک ان کا مشن تھا
 ہونا تھا جسے جیتی زبان میں
 "قان" "تسہا"
 یعنی خزانہ آسمان کا اور مانا جاتا تھا۔

میرانا اگلیدن بیگم ہے اور میں مشتہا و باربر کی بیٹی، مشتہا و ہمالیوں کی بہن اور ایک عظیم کی بیٹی بھی ہوں۔
 روایت ہے کہ ۱۲۱۰ جو بارہ ہزاروں کی مشرقی میں بیٹھ کر سال کا جاتا تھا، میں چین کے تخت پر فتن یا
 لن یا چین (مخاندان زین) مشتہا و ممکن تھا۔ اس کا دارالملکت بن لنگ تھا جو موجودہ دارالسلطنت
 چین کے قریب تھا۔

چونکہ یہ ملک (چین یا خن) ہزاروں سال رہا تھا اس لیے اسے ایک ایسی صنعت مآخذ سے تشبیہ
 دی جا سکتی تھی جو برے پیلے سے سادہ تا بڑے ہلوس میں لگان دیاں میں محروم۔ چین کے اطراف میں بہت سے
 بچے ہوں مگر چین کی پرورش و پرورش نہ ہو سکتی ہو۔

چینی ٹیگ وقت پر سوتے اور ٹیگ وقت پر بیدار ہوتے تھے۔ ان کی زندگی میں کمناست تھی۔ یہ
 معرنا تو ان (مشتہا و چین) اپنی سوانی پر خاوند کے چلوں پر آمد ہوئی اور قبرستان میں جا کر وہاں
 باقی تھی۔

اسی صنعت خاتون یعنی مشتہا و چین کا پاس دلوں کے لیے کرشمہ کا ہوتا تھا لیکن اس کے غلام سوتی
 کو بے نیلے نکلے سر ہوا کرتے پھرتے تھے۔ اعلیٰ حکام کے سر پرندہ ماہ کیے جیتے رہا کرتے تھے۔ ان کے
 خاتون کے چوٹوں کے اندر پردے کھڑے ہوتے۔ چڑھانگے دھوک کی پابندی کا جانی اور ساری توجہ اس
 بات پر دی جاتی کہ عادات و اطوار میں شائستگی کیسے پیدا کی جائے۔ یعنی سوائے اخلاقیات کے پربار
 کے اور کس امر پر توجہ نہ دی جاتی تھی۔

بڑے پیلے نے پریشکار کھدیا جیسے اور بارہ سنگھوں، ہرنوں اور گوزروں کا بھی کیا تھا؟
 چین کے مشنہا و زین کی حکمرانی میں داخل ہونے سے پہلے اس نے ایک اور قرون وسطیٰ شہنشاہ اور اپنے
 نفاذاتوں میں اعلان کر دیا،

"میرم ہماریں قرون وسطیٰ کے شہنشاہوں کے اور تمام اعلیٰ افراد سے توجہ ہے کہ ہر فرد
 شریک ہوں گے۔"

اس اعلان کے ساتھ ایک مقدمہ بھی تھا۔ اعلان کا درجہ چھ پرچوں تھا:

تو میرمہ احکام شکنے کے مدبر ہے پاس نہ کہنے کا اور اپنے ہی مقدمہ میں رہے گا اس
 کی حالت اس پرچوں کی جو کہ جسے گریہ پانی میں پسینہ دیا جائے یا اس تیر کی سی ہوگی
 جو بھی ٹی گاس میں چلا جائے۔ وہ اسی طرح لایہ ہو جائے گا؟

اب بھلا کون ایسا تھا جو اس اعلان یا حکم کی نفی کر سکتا یہ ٹیگ پیگلز، خن نے اپنے اجداد
 کی روایات سے بہت کچھ کھدیا اور ان سے غامض تھا یا لیکن ایک مستقل عسکری نظم اس کی اور فتنہ اسکی
 خدا واد صلاحیت اور زہنی اچھ کا نتیجہ تھی۔

اس نے اسی شکر اور قوت اور طاقت سے اکٹھا کیا تھا اور اسے برقرار رکھے جو تھے تھا۔ اس کی
 بعد اس نظم کا فوجی طرح کا زمین پر تیزی سے حرکت کر سکتی تھی۔
 کان ہے کہ اس سے پہلے بھی ایرانیوں یا پارسیوں نے اپنی تیر فوج اکٹھا کی ہو مگر نہ تیر اندازی
 و تیر انداز جہاز اور فتنہ و نابود کرنے کے نہیں مشکل کے برابر تھے۔

پیگلز، خن کا فتنہ ایک ایسا زبردست تھا تھا کہ اگر اسے صحیح طور سے استعمال کیا جائے اور
 ساتھ ہی قابو میں بھی رکھا جائے تو اس سے بہت کچھ پیلے پر تباہی برپا دی جاسکتی تھی اور
 پیگلز، خن کے تیر کا ہاتھ کہ وہ اس ہتھیار کو دیوار چین کے اس پار ملک خن (چین) کے زین مشتہا
 کے غلام فرد و استعمال کر سکتا۔

پیگلز، خن اور اس کے قبائلی کی نسبت دیوار چین کے اس پار کے حالات و رشتہ کے ملک کے حالات
 سے بہت مختلف تھے۔ وہ ان کا ۵۰ ہزار سال رہا تھا جس میں تیسے اور تقریباً ۳۰ صدی پہلے کی کبھی ہوئی تھی
 تھیں۔ وہ ان کے باشندے اپنی زندگی لگان دیاں میں بھی گزارتے تھے اور میدان جنگ کے سرخ
 فتنوں میں بھی۔

ہزاروں سال پہلے چین کے لوگ بھی خانہ بدوش سوار تھے۔ وہ بھی تیر اندازی میں مشاق اور باہر

صرف ۲۰ سال پہلے "قن" بھی نکال کر طرف سے چین میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا تعلق بھی وحشی تباہی سے تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد وہ دیوار چین کی پہاڑی کے چم غفر میں مکمل ہو گئے۔ انہی کے حادثات و الحار طوں طریقے اور زبان و لباس اختیار کر لیا اور ان کے مومن کے پابند ہو گئے۔

یہ لوگ عیش و عشرت کا زندگی بسر کرتے۔ تفریح کے لیے جھلیں بنی تھیں۔ لوگ کشتیوں پر سوار ہو کر تفریح کے لیے نکلے۔ چاروں کی شراپیتہ اور غور تو لے کے ساتھ میں، یعنی ہفتی چاندی کے کشتیوں کا خوش کن فخر سنئے۔

ان کی کشتیاں جب کچھ بڑے لگے پگھوڑوں کے پیچے سے گزرتی تھیں تو وہ مندروں کے لہجے کی دل فریب آواز سنئے۔

یہ لوگ عید تہیک کے نام سے پکے کاغذ پر لکھے ہوئے اور ان کا طائر کرتے اور نامک خاندان کی تدبیریاں فزون پر بحث کرتے۔

یہ لوگ روایات کے خلاف تھے اور ان روایات کی سب سے بڑی تعلیم منشاہ وقت کی احاطت تھی۔ یہ روایت بھی مشہور ہے کہ:

استاد کا نامک و کنیت شمس کے زمانے میں ایک بار منشاہ ایک طوائف کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر نکلا۔ اس کے پیچھے کی سواری پر کنیت شمس تھا۔ لوگوں نے آواز دیا کہ:

"ہوس آگے آگے آ رہی دیکھی تھی!"

چین کے منشاہ کا یہ زمانہ "عید جاسیک" کے زوال پر زمانہ کا فخر تھا۔ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ باطل اسی قسم کی کیا سنت اور سب سے پہلے بنیاد کے اسی عیش و فخر آتا ہے۔ اس دور کے علمی مشاغل ادب پارے ہیں اس لیے جسی کلمہ شے ربط و روش کا منشاہ نظر آئے تھے۔ چنانچہ یونانی ہند کا ایک ادیب لکھتا ہے:

"ات کا منشاہ اچھا تھا۔ اب منوش دیوار سے چڑھا بلکہ کچھ بولنے کا آواز نہیں آتا۔ راست کی کنارہ کی میں مردوں کی روئیں اور ادھر ادھر آکر پھرتی ہیں۔ ڈوہاتا ہر چاند کو گئی ہوئی برف پر چلنا ہے۔

فصلوں کے پتے خندوں میں خون جم گیا ہے اور دروں کی راز میں پر برف جم گئی ہے۔ بہتر چھوڑ دیا جا چکا ہے۔ بہر حال ان کی زندگی بیکار ہے۔

جنگی روماری طاعت سلب ہو چکی ہے۔ اس طرح ان کی کا شہر و شمس کے تہفہ میں آیا ہے!"

ذرا غور کیجیے کہ کیا یہ ہمارے جدید اخلاص یعنی "علاصی" اخلاص کا ایک مکمل محسوس نہیں ہوتا؟

وہ اصل سبب محرم نامک اور ادب پر جو بھاری ہو جاتا ہے تو اسی قسم کے ادب پارے ہم لیتے ہیں اور ایسے بھی بے مطلب اور بے مقصد مناظر دیکھنے پڑتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ بنیاد کے زوال پر جیسا دور آمد ہیں کے منشاہ کے زوال پر بعد، دونوں کے دونوں کا عیش ایک ہی وقت میں اور ایک ہی طاقت کے ذریعہ موزہ ہستی سے مل گئے۔ منشاہ میں کو چنگیز خان نے خیمہ کا اور علانیت جاسیک کا چراغ اس کے پر تے کا کوٹھان سے لٹک کر دیا۔

صدیوں کی بے حسیتوں کو فضا میں لینا پانا تھا اور اہل خلت نے تقدیر پر راضی رہنا رہنا میراث سمجھ لیا تھا۔ ان کے پاس جنگی مشینیں بھی تھیں اور ان کے ادب کا توپ کا ہتھیار بھی جنہیں میں میں ٹھوڑے سمجھتے تھے۔ متغیث ایسا کہ ہر کی کا فزون و سما آدھی بچ پاتے۔ یعنی تو اس قدر بڑی بڑی تھیں۔

ہر کار سبیلان کھینچنے کے لیے دو دو سو آدمیوں کی ضرورت پڑتی۔

چینیوں کے پاس اس وقت بھی آگ بھی تھی اور ایسی آگ جو ہل کے اندر بھر کر دلی طرح اڑانی باقی تھی۔

خدا کا طریق ایک مرتب تھا اور یہ ہزاروں وقت سے تھا جس نے مسیح دے اور جنگی رنڈ ایشیا کے محرواؤں میں بنیاد رکھی کی مٹنی کر گئے تھے۔

اُس دور میں فوج کی خبر کلاہ میں ایک مندر میں اس لیے ایسا کہ کیا مانا کہ اس میں بیٹھ کے ٹکر کیا سلاہ فن تھا اپنی جنگی جیروں پر زور فون کر کے۔ چین کے جنگ کے دیوتا کا نام کاقتہ تھا جس کے بے شمار ہیرا کار تھے۔ خدا کی طاقت اس کی فوج کی افزائی تھی جس کا شمار کرنا ممکن نہ تھا۔

اب وہ اسی چین کے لشکر کا کردار، تو اس کے بارے میں سترہ سو سال پہلے ایک سپر سلاہ نے لکھا تھا:

"کوئی بادشاہ اگر اپنی فوج پر اس طرح حکومت کرے جس طرح اپنی سلطنت پر حکومت کر جاتا ہے تو وہ اپنی فوج کو تباہ کر دے گا۔ کوئلہ فوج کے

اندرونی حالات سے اور ان حالات سے جو ان فوج کو تباہ کرنا پڑا ہے

بے حد متاہ ہے۔ اس طرح فوج لٹری کا ہر سوا فی ہے اور سپاہیوں میں بے یقینی
بے یقینی پیدا ہو جاتی ہے۔

جب فوج میں بے یقینی اور بے اعتباری ہو تو اخلاقی پرچم جاتی ہے
اور فوج اٹھتے ہیں جاتی ہے۔

غنائی اصل کمزوری اس کا ششہ تھا جو خود میں لنگ میں، ششہ تھا اور اس کے سپہ سالار فوجوں کی
مردار کرتے۔ بغلاف اس کے دیوار میں کے اس پر خانہ بدوشوں کی طاقت کا زمانہ کے خان کی حکومت
تھی جو بعض نفیس فوج کی ان کا تھا۔

چینی ششہ اپنے درجہ کے زمانہ میں چین کے دیوار پر کر کے خانہ بدوشوں کے خراج وصول کرتا تھا اور
کمزوری کے زمانہ میں اس کا خانہ بدوشوں کو جہاز، ان کا ششہ اور ششہ کے بیچوں کے لیے رقم لینا اور اسے
ششہ کا نام دیا جاتا تھا۔

اس وقت حملہ آور قبائلی کو بیشتر قیمت ششہ بھی یاد تھے اور چینی افروں کے فہم کو سمجھتے تھے جو فوج
وصول کرتے وقت ان پر ڈھاتے تھے۔

وقت کے ساتھ ساتھ ششہ کے زین ششہ کی گرفت کو بے خانہ بدوشوں پر دھڑک رہی تھی۔ چین کے
کی توں میں تو انہیں چین کی رہا ہی تھی جہاں تک گروہ آزاد اور خود مختار ہو چکے تھے اور ان پر ششہ چینی کا لٹری
برائے تمام کیا گیا تھا۔

پھر چنگیز خان کا دور آیا تو حالات کسیر بدل گئے۔ چینی کے کھانہ ٹھکانے والوں نے جب بولی کے خانہ بدوشوں
کو ششہ کی قیمت کے تحت کھے دیکھا تو انہوں نے نادانی سے چنگیز خان کے پاس تاسد بھیجے کہ وہ عہدہ شہنشاہ اور
گھوڑوں کا خرچہ ادا کرے۔

چنگیز خان نے انہیں دھتکار کر بھیجا دیا۔ اس کی نظریں تو خود ششہ بدوش کی وسیع و عریض سلطنت پر
تھیں۔ گروہ اس کے بارے میں اپنے انداز سے سوچ رہا تھا۔ اور اس کی سوچ کا انداز تھا:
کچھ تین سہ انشتار۔

چنگیز خان ہر جگہ سے پہلے پوری طرح ہوشیار اور چوکنا رہتا تھا۔ چھوٹے وقت کا انتظار کرتا اور جب انتظار کا
انتہام کرتا تو اس کا شکر کچھ خانہ کے اندر نہیں رہتا اور دشمن پر جا پڑتا۔

چنگیز خان نے سوارے کوئی ایک بھی موٹی اور ششہ کے دوران اس دیوار پر لٹری کی بارہ کیجا تھا جس کے نیچے
ششہ کا زین ششہ بھی تھا۔ اس نے صرف اس دیوار کو دیکھا تھا جس کی مٹی چونا اور انہوں تک کو ٹوٹا تھا۔

دیوار کے اوپر سے ہر چوں کی مضبوطی اندازہ لگایا تھا اور دیوار کی چوڑائی کو نظر انداز کر کے چلنے سے بڑھا تھا۔ اس کا
اندازہ بالکل درست تھا۔ چونکہ اس نے ایک ایک گنا تھا:

"اس دیوار کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس پر میرے چھ سو سارے سینہ برابر برابر روڑ
چلتے ہیں۔"

یہ اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا۔

پھر ایسا ہوا کہ چنگیز خان نے دیوار پر عظیم دریا کا فٹورے ٹوٹے ٹوٹے ٹالے پر اپنے پرچم جو نیا یاقوت
کی جڑوں سے آراستہ ہو رہے تھے، لہرا دیا۔

ان پرچموں کا انتہاء وسیع طور سے بھی دربارہ کی انہیں مغربی خانہ کے عائد افروں نے بھی دیکھا تھا اور دیوار پر
کی پرچموں پر بیٹھے ہو چوں کی نظر بھی اس نے ٹھکانہ میں لگ کر کے ان پر تو سہر نہ دی۔ لیکن کچھ لوگوں نے اسے
چنگیز خان کی طرف سے جنگ کا بلکل ارادہ دیا۔

یہ لوگ فہر کا عائد تھا کہ انہوں نے دیوار پر عظیم کسایہ میں رہتے تھے اور جب ششہ کا زین ششہ میر ششہ کا
پر لٹکا تو یہ قبائل بہت پر ششہ کی خدمت گزار کر رہے تھے۔ ان قبائل کا در بین نظروں نے مستقبل کے
خوف سے کوجانب لیا۔

ان قبائل کو ششہ کے ششہ کے درجہ میں ششہ کا بھی اندازہ تھا جس کی گنتی کا شمار کسی نہ تھا۔ کوئی گنتی
پندرہ لاکھ، کس کا اندازہ، جس لاکھ اور بیس تو۔ وہ لاکھ بڑھتے تھے۔

انہیں چنگیز خان کے لشکر کی صحیح تعداد کا علم تھا کہ وہ دھاتی لاکھ سے زیادہ نہیں لیکن یہ دھاتی لاکھ
ایک ایسا بات ہے جو کہ لاکھ کے ٹکڑی دلی کو کچل کے رکھ سکتا ہے۔

پھر ایک وجہ ان قبائل کے مردار اور لاکھ کے گڑھے تو ایک نہ تھا:
"چنگیز خان کے ان پرچموں کو دیکھ کر مٹا کے کاٹنے لگے گا توں پرچموں ہی نہیں لٹکی؟"
"زین ششہ اور چنگیز خان میں دو کتی ہے۔"

دوسرے نے ہنس کر جواب دیا:
"پھر انہیں کھانکر ہو سکتی ہے!"

پھر مردار کی بات کا جواب دوسرے مردار نے ایک زوردار تھق کے ساتھ دیا تھا۔ اپنے تھقے کے
انتہا پر اس نے مزید کہا:

"زین ششہ چنگیز کا دوست نہیں بلکہ اس کے شکر سے ڈرتا ہے۔ اس میں اتنی جرات ہی نہیں کہ

چنگیز خان سے پوچھ سکے کہ امانت کے دیوار چین کے ساتھ ساتھ پرچم لگا کر سرحد کی نشاندہی کی ہے۔
"تو نے بالکل سچ کہا۔"

ایک بڑے سردار نے تائید کی:
"چنگیز خان انگ کا گورنر ہے۔ ایسا گورنر سے کمرانے والا کبھی سوچ کر رہ جائے گا؟
پھر جیسے وہ لوگ ہم کو مکر مگئے۔ ان کی آنکھوں میں خون تیرنے لگا اور انہوں نے اس موقع کو
غوراً ہی بدل دیا۔"

کوڑی سورت سے اپنے خیر میں بلایا۔

چندر دار نے چنگیز خان کے سامنے پہنچ کر اسے سچائی و ستورہ کے مطابق سلام
کیا۔ چنگیز خان نے غصے ہو کر اس کی سورت انفرادی کی اور اس سے پوچھا:
"تمہارا زرب کے مزاج کیسے ہیں؟"
"وہ خیرت سے ہیں۔"

قاصد نے جواب دیا:

"اور انہوں نے اپنے دوست چنگیز خان کی خدمت و دیانت کی ہے۔
چنگیز خان نے کہا:

"ہم شمشادہ کا کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"ہمارے نامہ دار زرب کی جنوب کے ملک شاندان کی سلطنت سے جنگ شروع ہو گئی ہے۔"

قاصد نے جواب دیا:

"ہمارے شمشادہ کی خواہش ہے کہ اس اہم موقع پر آپ اپنے شمساروں کے ساتھ ان
کی مدد فرمائیں۔"

قاصد کی اس بات پر چنگیز خان چونکلا پھر چوت ایک ٹکر کے توقع سے اس نے کہا:

"ہم زرب شمشادہ کی ضرورت درک کر سکتے۔"

چنگیز خان کے پورے میں اس وقت بھی دوسرے سردار بھی موجود تھے، انہیں چنگیز خان
کے اس قدر مخلصانہ کرنے پر تعجب مانا۔ مگر وہ اس وقت تک اسے غورہ دینے کی جگہ
نہ دے سکتے تھے جب تک ان سے غورہ طلب نہ کیا جاتا۔

چوتھی صند نے چنگیز خان کا شکر بیا دیا:

"میں اپنے شمشادہ کا کارن سے شکر گوں کہ ہم سب ہمارا کا شکر ہو اور اگر تاہوں۔"

"شمشادہ کو کتنے شکر کی ضرورت ہے؟"

قاصد نے جواب دیا:

"شکر سب ہمارا فری طور پر جس قدر شکر فراہم کر سکتے ہوں شمشادہ اسے شکر ہے
کے ساتھ قبول فرمائیں گے۔"

چنگیز خان نے ایک فری صند کیا۔ امانت بھی زربان کو مخاطب کیا اور کہا:

"ہمیں دونوں سرداروں نے سچ کئی تھیں۔"

چنگیز خان اور زرب شمشادہ میں دوستی بھی تھی اور زرب شمشادہ اپنے دوست چنگیز خان سے غائب
ہو گیا۔

ان دونوں باتوں کے پس منظر میں ایک داستان بیان کی جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ:

"خاک کے زرب شمشادہ میں ایک لقب "تاجدار زرب" بھی تھا۔ یہی تھا کہ دائمی
و شعی خاندانہ سنگ کے ساتھ تھی۔ سنگ خاندان کے بادشاہ و باجے

یا ایک سی (جیسے چینی نژاد ہو سکتے تھے) کے سب میں حکمران تھے اور شمال میں قز
چن یا کی کا خاندان زرب حکومت کرتا تھا۔

دریائے ہانگ میں شمال اور جنوب کی مسافتوں کے درمیان قدرتی سرحد کا کام دیتا
تھا۔ دونوں حکومتوں میں چھوٹی تو روزانہ بھی جاتی تھیں مگر اکثر بڑی جنگ

بھی چھڑ جاتی تھیں جس میں چالیس چالیس ہزار افراد کا موت کے گھاٹ اتر جانا
کوئی شرمناک بات نہ تھی۔

پس کھسالی پیسے جب شمشادہ شمال اور شمشادہ جنوب کے درمیان جنگ
چھڑی تو شمال کے زرب شاندان بھی شمشادہ کے شمشادہ کو کمک کی ضرورت پڑی۔

اس نے فوراً ایک سردار کو مقرر کر دیا۔ وہ سردار کے آقا چنگیز خان کے پاس
جسٹ چنگیز خان کو سلام ہوا کہ شمسادہ کے شمشادہ کا قاصد ایک سے قاصد

”جی نو بان! چار توان شکہ کے ساتھ تاج ہی خٹا کا طرف روانہ ہو جاؤ۔“
جی نو بان نے اعلیت میں سر تو جھکا دیا لیکن اس کا منہ صرت سے کھٹا کھلا رہ گیا۔ ایک نو
میں دس ہزار کا شکہ ہوتا تھا۔
چنگیز خان نے بھی نو بان کو اس لشکر کا سر ماور بنایا اور اس کے ساتھ بارہ اور ارخان کو مقرر
جی نو بان نے اپنے ساتھ سے ملنے کے لیے خود ہی لشکر متعجب کیا پھر جب لشکر تیار ہو کر چنگیز خان کا
کے لیے صف بکھڑا تو وہ جی نو بان کے انتخاب پر مسکرایا۔
”بھئی نو بان؟“

اس نے غصے سے کہا:

”تم اچھا سنا دہی ہو اور اچھے مالار بھی۔ تم ہمارے انتخاب سے خوش ہوئے۔“
شہنشاہ چین کے نام کو کسی پر امید رہتی کیلنگز خان کی بیگم کا سامنے باشرط کے شکہ دینے پر آم
ہو جانے لگا پھر جب اس نے ”ہزار کا شکہ“ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔
جی نو بان ”ہو چنگیز خان کے شہنشاہیے جو خیاں کا ساتا دہی تھا“ اپنے ساتھ جلد ارخان اور
مالور اور شکہ کو لے کر شام کو ہونے سے پہلے روانہ ہو گیا۔
شکر کار وادی سے منسلک پشتر پنگیز خان نے جی نو بان کو بلا کر کہا:
”جی نو بان! آگئیں کھلی رکھا اور صلوات کے لیے پوچھو کہ جس کی مذکب؟“
جی نو بان نے جواب دینے کے بعد مرگے کی جگہ پر پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک گھوڑا لگے بڑھا
چین کے چالیس بیس لاکھ کے تین بیگمیز خان کے ہم ہزاروں کے ہیں ملک کے برابر ہی نہ تھے کہ شہنشاہ
زریں، اعانہ بدوش شکرگوں کے لشکر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔
یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شکرگوں کے ساتھ تاجدار زریں کی کیا خدمات انجام دیں لیکن اس نے اپنی اُم
کھلی رکھیں اور اپنی تعلیمات میں اضافہ نہ کر سکا۔

ان خانہ بدوش خٹوں میں یہاں صفت تھا کہ جب وہ کسی غیر ملات میں جاتے تو راستے کا قہم پڑا
وہیں کے پردوں پر آتا ہے اور انہیں دیکھ کر گوشوں میں غصہ کر لیتے۔
چین تاجداروں کی خانہ جنگی کے دوران انہوں نے اپنی اس صفت سے خوب کام لیا پھر جب
مورانگوں واپس آئے تو ملک خٹا کا ایک اجمالی نقشہ ان کے ذہنوں میں محفوظ ہو گیا تھا۔ اور ان کا نام
میں پیش کیا اسناد ہو چکا تھا۔



جنگ سے واپس آنے والے اعانہ بدوش خٹوں نے ملک خٹکے بارے میں عجیب و غریب حکایتیں
سنائیں۔ انہوں نے اکشتن کیا کہ وہاں دریا کے کنارے پتھر والے بیجوتوں پر ملی اور سات سحری ٹرکین
اور رنگ سیلی دکھائی دیتی ہیں۔ کھڑکی کے بستہ پاؤں میں تیرتے پھرتے ہیں۔ وہاں کے بڑے بڑے
شہر والے کے گزرا تھی اونچی دیواروں میں کہ کھڑا کھڑا چھلک لگا کر انہیں پارتی ہیں کہ سکتا۔
اپنی خٹا ناگنی ہارچے اور رنگ رنگ کے دیشکی کوٹ اور صدر پائی پہنتے ہیں۔ بعض ملا موں
کے پاس سات سات صدر پائی ہوتی ہیں۔
در باروں میں تعویج کا سامان اور نوجوان شہر امبار کرتے ہیں مگر رافی جنگوں کے ستونم قلعے میان
رہنے کے بجائے یہ شہر اور شہر کے پردے پر آشکار کھتے ہیں۔ ان اشعار میں حسین مور توں کے سر پہ
میان کرتے ہیں۔

وہاں ہر چیز جیو جیو اور حیرت انگیز ہوتی ہے۔

چنگیز خان کے سردار نے تاب تھے کہ ہمیں ہر جگہ کاٹے گا ایسے وقت میں خوشی قبول کی بات مان کر
نہر کھڑا خود ان کی تابی تھی۔ اگر کوئی مصیبت آتی تو زیادہ مشرقی خٹا میں ٹھکت کھا جاتے تو چنگیز خان
کے پرانے دشمن اس کی خبر لگے کہ وہاں کوڑا لگتے اور کچھ نہ بننا۔
چنگیز خان مچائے کوئی کے اس مقام پر پہنچا جہاں سے وہ جنوب مغرب اور جنوب مغرب کی تین طاقتوں
کو دیکھ سکتا تھا۔

پھر ملازم بھی دربار میں موجود تھا۔ سرحدی سردار کی زبان سے ایسا نام سن کر وہ چند قدم
 آگے گامزن ہوا۔ تاجدار نے اس کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے فرما دیا کہ کیا :
 "سرحدی سردار کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا جائے۔"
 شہنشاہ کا حکم ہوتے ہی دربار کے دو محافظوں نے فوراً سرحدی سردار کو قابو کیا اور اسے
 ہوشدار دے باہر لے گئے۔
 اس کے بعد پھر خاموشی ہو گئی جیسے کچھ چاہی نہ ہو۔
 زہریں تاجدار کی طبیعت کدو ہو گئی تھی۔ اس کے بعد وقت سے پہلے دربار برخواست کر دیا اور
 چلا گیا۔

پچھلے سے کہ جنگ کا فیصلہ میدان جنگ میں ہوتا ہے لیکن جنگ سے پہلے ہی اس کا کچھ
 منظور ہو جاتا ہے۔
 شہنشاہ جیسی ذاتی دنگ اور چنگیز خان کے درمیان جنگ سے پہلے کی سرگرمیوں پر غور کیا
 معلوم ہوا کہ زہریں تاجدار اپنے ایک سرحدی اور قید کر کے وطن ہو گا تھا۔ چنگیز خان نے ہم کو
 دعوت بابت دہی تھا اس لیے اس نے زیادہ سے زیادہ تلواریں ڈھلنے اور کھڑے ہونے
 جاری رکھا۔ پھر اس جنگ کا جو نتیجہ ہوا وہ اس ملک سے علاقہ تھا۔
 چنگیز خان نے صرف یہ نہیں کیا بلکہ اس نے شمالی خٹکے جنگجو قبیلوں کے سرداروں سے بھی رابطہ
 جیسا کہ زمانے میں شہنشاہ جیہیں نے شکست دے کر اپنی رعیت بنا لیا تھا۔ اس علاقہ کا نام یلٹو تک
 چنگیز خان نے قاعدہ بنایا۔ یلٹو تک کے سردار سے کو اپنے دربار میں بلوایا۔
 تھراوہ چنگیز خان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو بڑی دہشت سے دیکھ کر افسارِ اطلاع پاتے ہی
 چنگیز کے پاس پہنچا۔

شہزادے نے اب سے لڑنا کیا :
 "یاد رکھو کہ اس شہزادہ منگولوں کی حکمت تو کہ آفاقی اسلام میں کرتا ہے اور لشکر گزار ہے اور
 اپنے خادم کو اس امر کی اجازت بخشتا :

چنگیز خان نے سوال کیا :
 "شہزادے تم ہمارے لیے کیا کر سکتے ہو ؟"
 شہزادے نے بڑی مستقل مزاجی سے جواب دیا :
 "میں اعلیٰ حکم میں رہاؤں کی توفیق میں اپنے جنگجوؤں کے ساتھ آ کر سکھوں اور پہاڑوں کی
 چوٹیوں پر چڑھ کر پچھلے چھوٹے لگا سکتا ہوں۔"
 "خفا باشہزادہ! یاد رہے ہم ہماروں کی قدر کرتے ہیں۔"
 چنگیز خان نے اس کی آخری نصیحت :
 "ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارا پورا علاقہ شہنشاہ جیہیں کے تسلط سے آزاد کر کے تمہارے حوالے
 کر دیں گے۔"

"ہیں اور یاد رکھو کہ خاندان کے تمام جنگجو خاندان اعلیٰ کے اشارے کے منتظر ہیں۔"

شہزادہ لیاؤ نے شے اب سے کہا :
 "ہیں کم دیا جائے کہ میں کیا کرنا ہے ؟"
 "تم تو کب اپنی طاقت میں اضافہ کرتے رہو۔"
 چنگیز خان نے اسے حکم دیا :
 "اور جب ہمارا لشکر چین کے دل کے قریب پہنچے گا اسے کچھ حصوں میں تقسیم کر دے تو تم شمال چین
 میں شہنشاہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرو۔"

جیسا کہ لشکر افغانوئی میں پڑا ہوا گات اسے اپنے علاقے سے مارا گیا۔ ہم قیام میں جنگ کا شہزادہ
 تسلیم کر لیں گے اور تم ہمیشہ ہمارے زیرِ سایہ ایک آزاد حکمران کا دل حکومت کرتے رہو گے۔
 یہیں چنگیز خان اور شہزادہ لیاؤ نے اپنے وعدے پر قائم رہے اور وقت آنے پر چنگیز خان نے اس
 کی حکومت تسلیم کر لے۔



ہزار ایک ہزار سال بعد یہ علاقہ تھا کہ خاندان بدوش لشکر ایک ایسی متحدہ طاقت پر چھ کیے
 بڑھ رہا تھا جس کی فوجی طاقت اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ جنگ کے میدان میں چنگیز خان کی

حکمت علی صاف نظر آتی تھی۔

منگول لشکر کے ہار دل دے گا اگر ہوں کی صورت میں بت پسے میرا لے لوں گے ہر مہیج دے گئے تھے ان کا پیلا گروہ ان جاسوسوں اور سپاہیوں پر مشتمل تھا جن کا کام ان خبروں کی پکڑ کر لانا تھا یہ جاسوس گروہ دیوار منظم بنے بھی پہنچ چکے تھے۔ ان گروہ کے پیچھے "پیش رو" مارتھے۔ ان کی تعداد ۲۰۰ کے قریب تھی اور یہ دودھ کی بوتلی میں پیسے بہاتے تھے۔

ان پیشروؤں کے پیچھے اصل ہار دل دے تھے۔ ان کی تعداد تیس ہزار چھوٹے سپاہیوں پر مشتمل تھی جو بڑے نفیس گھوڑوں پر سوار تھے اور ہر ایک سوار کے پاس کم از کم دو گھوڑے تھے۔ یہ دسے آوازوں میں مشغول تھے اور ان کے ایک توپان (دس ہزار) کا سالار آگروہ کا "مغولی ہمارہ" تھا۔ دوسرے توپان پر آتشیں ہتھیار تھے یا توپان اور تیسرے پر عیوب وغیرہ توپان جو باقی ہمارہ زمین تھا جس کا پھر حال ایک کی نظر سے پچھلے صفات میں گزر چکا ہے۔

ہار دل فوج اور قلب فوج کے درمیان تمام سواروں کے ذریعہ اطلاعات کا مکمل انتظام موجود تھا۔ چیلنگز کی عقب فوج میں ہیں وہ خود ہمیشہ رہتا تھا، خبر بلند ہونے لگتی، اگر دسے بادل اڑا تھا ہار دل مستقر کے پیچھے بھی چلی آ رہی تھی۔

تھک لشکر کی تعداد ایک لاکھ سواروں پر مشتمل تھی۔ اس میں پرانے بڑے گارڈ چیلنگز خان کے قبیلے کا ایک بڑے بڑے گھوڑوں پر سوار تھے۔

میرزا محمد مسیحی ایک ایک لاکھ سواروں پر مشتمل تھا۔ چیلنگز خان اپنے سب سے چھوٹے بیٹے تھو خان کو تربیت دینے کے لیے ہمیشہ اپنے ساتھ قلب فوج میں رکھتا تھا۔

چیلنگز خان کا اپنا بھی ایک خاص دستہ تھا۔ اس دستہ میں ایک ہزار سوار شامل تھے جن کی ہمارا دار اور شہزادی شہزادی تھی۔ ان سواروں کی ذریعہ چہرے کی تیس اور یہ پوری طرح مسلح تھے۔ ان کی زانو تے منگول گھوڑے بہت تھے۔

چیلنگز خان کا یہ لشکر دیوار منظم کے سایہ میں بیٹھا اور بغیر ایک سپاہی منگول کے پورے کا پورا لشکر دیوار منظم پر گزرا۔

اس کی سیانی کی خبر یہ تھی کہ چیلنگز خان ایک عرصہ سے دیوار سے متصل سرحدی علاقے میں دوئی کی جنگیں جڑھانا تھا۔ چنانچہ جب لشکر دیوار کے پاس پہنچا تو اس کے سواروں نے لشکر کے لیے دیوار کا ایک دروازہ کھول دیا

اور یہ منظم لشکر گھوڑوں میں دیوار کے منگول سپاہیوں کا۔

ایک مورخ نے چیلنگز خان کے ملک خشا پشیا پر حملہ کا سال ان الفاظ میں بیان کیا ہے: چیلنگز خان نے دیوار پر حملہ کرنے سے پہلے اس کے بیویوں سیاسی کی خبرز آؤں کی معلومت تھی، اسے ذرا کیا یا ان نے اپنے بھنے سوار دستوں کے استعمال کا تجربہ کیا۔

جب چین پر حملہ کے لیے دستہ صاف ہو گیا تو وہ اپنے خاندان و دشمنوں کو جواب ایک منظم فوج بناتے تھے۔ اس اعتبار سے دیوار چین کے اس پار سے گیا جیسے کوئی لکڑی بان لے گا کوئی گناہ نہ تھا۔

اس نے کسی طرح کا خطہ مول نہیں دیا۔ دیوار پر آ کر تے ہی اس کا لشکر خلت ہموں میں مٹ گیا اور وہ خاشا اور چلے گئے کسی کے منظم انتظام میں پھیل گئے۔ اس کے لیے انہیں قطعی احکامات دیے جا چکے تھے۔ منگول کا پھلانا بلہ نہیں کے ان پیدل دستوں سے ہوا جو لاکھوں کی تعداد میں گروہ دو گروہ سرحد پر ٹھہر کر ان صفات پر مامور تھے۔ جن سواروں کو کھڑکیر یہ اور زیادہ مٹ کر یک جا ہو گئے۔ منظم سواروں نے انہیں گھوڑوں کی کامیابی کے دن ڈھالا یا پھر ترنار گھوڑوں کی پشت پر سے اس پیدل فوج کے حق خیر پر تیرنوں کی بارش کے قیامت بجا دی۔

شہنشاہ چین کی بڑی فوجوں میں سے ایک فوج حملہ آوروں کو تلاش کرتا کرتے جاؤں اور چھوٹی چھوٹی ہار دیواریں کی سرحدیں میں پانی پیتی۔ اسی چینی فوج کے سپہ سالار کا نیا تھا تو چھوٹا ہوا۔ ان علاقوں کے راجوں سے واقف نہ تھا اور کسانوں سے راستہ پوچھ کر گئے بڑھ رہا تھا۔

سالار چینی زبان میں اسے ان راستوں سے گزر چکا تھا کہ وہ ادھیڑ سے آ رہا تھا۔ جب چینی لشکر کے آگے کاغذ کی راہ راست کاٹ کر رات کے وقت لکھی ہوئے دوری طرف سے پہنچا لشکر کے عقب میں پہنچ گیا اور اس نے دوسرے دن خشا فوج کو ہری طرح کاٹ کر کھڑکیر دیا۔ جو باقی باقی بچے وہ شرق کی طرف بھاگے وہاں خشا کی بے بڑی فوج موجود تھی۔ ان شکست خوردہ فوجیوں

نے ان میں خوف نہ اس پھیلا دیا۔
اس بڑی فوج کو لے کر جسے کابلیت نہ ہوئی۔ وہ اس شہر کو فتح میں بھی
کر اس کا سپہ سالار فوج کو پھرنے کے لیے تخت بھال گیا اور چنگیز خان بدختر
مراحت کے نمانی ننگہ فوج لگا۔
یہ ایک مشہور واقعہ تھا جس کی تفصیل کافی لذت پس چنگیز خان نے اس کا
حامہ کر لیا مگر یہ فوجوں کے گردن لنگ لالہ طرف بڑھا جو دارالسلطنت تھا۔ اسکی
حکمت عملی یہ تھی کہ عامہ میں وقت خراب کرنے کے بجائے اُسے بڑھا جائے۔

چنگیز خان بایتخت میں لشکر کے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے لشکر نے اطراف و جوار میں جو تباہی اور بربادی
پھیلوائی اس کی خبریں اڑ چکے تھے۔ پریشانی والے بادشاہ زریں داغ ملک پہنچ چکی تھیں اور اس وقت
خونخیزہ چونکا تھا کہ دارالسلطنت چھوٹے کے بجائے لاکھوں میں تھا۔
اس وقت اس کے امروں اور وزروں نے اس کے گرد گھیر ڈال لیا اور اسے بھیجا یا کہ پادشہ تخت کی انہیں
نہایت بلندا درخو ط ہیں۔ دوسرے یہ کہ پادشہ تخت کے اندر شہنشاہ پرست اور قوم پرست فوج کے ایسے دستہ ہوا
میں جو ملک و قوم پر وقت پرانے پر آگاہ و بخون کی ہوتی تھیں۔
یہ قوم پرست صرف اس وقت تک نہیں آتے تھے جب ملک کے تمام قریب و دُشمن سے زیر و بمائی تھیں۔
چنانچہ ان دستور کے جو حکم دیتے شہنشاہ کا مشکل پادشہ تخت میں ٹھہرنے پر رضامند ہوا۔
اور چنگیز خان نے جب پادشہ تخت کے گرد گھیر لیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس قدر مضبوط قلعہ کو وہ اپنے
مختصر لشکر سے نہیں دوز نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی جنگ مو کا کھ بھی فتح نہ ہوا تھا۔ اس لیے اس نے
لشکر کو فوری دایہ کا حکم دے دیا اور یہ طوفان کو اپنے سارے دارماں، مویشی اور اناج وغیرہ کے ساتھ دایہ
ہوا۔ جب سونا کا موسم آتا تو اس طوفانی لشکر کے پرچوں کا رخ صحرائے گرن کی طرف تھا۔

خزاں کا موسم گزرا۔
بارگاہ امن نے اپنا منہ دکھایا تو معلوم لشکر نے ہر دریا و پہاڑ کی جھیلی جھیلی کے لشکر کو راستے میں لڑائی

دکھایا۔ گرجب و مغولی دربار والے شہر تائی ننگ کو پہنچے تو اس نے دیکھا کہ یہ قلعہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو
چکا ہے اس کی تفصیل پہلے سے زیادہ بلند کی جا چکی تھی اور محاذ پہلے عامہ سے تین گنا زیادہ فاصلہ دینے
نظر آ رہے تھے۔

چنگیز خان نے تو حکام عامہ کو لکھا کہ اس پر قبضہ کر کوئی صورت نظر نہ آئی تھی۔ اس وقت اس نے اس قلعہ
کو فتح کیے بغیر اُس کے دشمنان خلاف مصلحت تھا اور وہیں رک گیا۔
اس عامہ سے چنگیز خان کو یہ فائدہ منظور ہوا کہ اس نے اپنے لشکر کو قلعے کے چاروں طرف دور دور تک
پھیلا دیا۔ اس لشکر کو اس کا آپرنگا بنایا کہ عرصہ قلعہ کے لیے جو فوجی لشکر آئے اسے قلعہ تک پہنچنے سے پہلے ہی
منہ کر دیا جائے۔ اس طرح مغللوں نے بے شمار جینیوں کا قتل کیا اور بے انتہا مال غنیمت ان دشمنوں کے
لہو آریا۔

اس دوران چنگیز خان کو ایک مشکل اور پیش آئی۔
وہ مشکل یہ تھی کہ چنگیز خان کے حلیف شہزادہ ہماؤ کے سردار علاقہ ہماؤ تک پہنچا تو وہاں چینی فوج نے
قبضہ کر لیا۔ اس نے چنگیز خان سے مدد کی درخواست کی۔ چنگیز خان نے اس کی مدد کے لیے ایک تو مان (دس ہزار)
کا لشکر روانہ کیا۔
اس لشکر کا سردار چینی زبان تھا۔ اس جو امر و داریے دیاں پہنچ کے خزاں فوجوں کا منتب سے حاکم ہو گیا اور
ان پر یورش کر دی۔

جیو نیوز جب قلعہ اہل بیت کے سامنے نمودار ہوا تو خفاقی فوجوں کے علاوہ اہل قلعہ بھی تمام دروازے کھول کے باہر نکلا آئے تھے اور مخلوق کے چوڑے بونے اللہ اباب کو روٹ رہے تھے۔ ان کے جاسوسی نے انہیں یقین دلایا تھا کہ اب مخلوق کو اپنی کواکبی اگلاں نہیں۔

یہ سب ان کے سامنے حور اتر کر لادیا تو وہ ہلکا ہلکا ہرکھڑکھڑانے لگے۔ کبھی ان کی ٹھیس نہ آ رہا تھا کہ یہ کون ہو سکتے ہیں۔ معقول انداز میں ان کو توضیح دے ان کے گمان سے پرے تھا۔ ان کو اندازہ بھی ملک کا خیال کر سکتے تھے۔ ساتھ بعض گھر پر سے اور جلد باز لوگ ان میں اس لیے معروف تھے کہ دوسروں کے آہٹوں سے ان کا حکم نہ ہوتا تھا!

پھر جب سورج کی چٹخا کر زون میں سے غشیوں میں اندر لیکے نظر آجس تو ان پر کستہ سالاری ہو گیا۔ وہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے۔ یہ جیسے بحر سالاری ہو گیا اور زمین نے ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مضافات کشمیر اور دیر و ٹنگ کے شری جو باہم کی کراہی غیبت سمیٹ رہے تھے، بعض شمسوروں کی تشددوں اور گھوڑوں کی ٹانگوں کا نشانہ بن گئے۔

جیو یان کے دی ہزار سواروں نے اس قدر قتل کیا کہ گھوڑوں کی کھاست نہ رہ سکتی تھی۔ کیا شہر یاد اور کیا نوجوانوں کی لہروں کی طرح اٹکے۔ سبھی جوانوں میں جس قدر مال و سبب چھوڑ کر گیا تھا اسے یہ پانچ لاکھ اسے واپس مل گیا۔ غصہ یاد و جنگ یہ مینوں کا قبضہ ہو گیا۔

بھی فوایاں کا کھلہ ڈاکا سیب تنہا لگے کوئی خامی نہ نہ ہو۔ ساتھ ہزار خاتونوں کا دس ہزار
منزل کچھڑ ٹکے اور خاتونوں پر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔
اب جیو زبان تنہا لگے ہوئے ایک اور منجی پال استعمال کی۔ یہ جی پال اس نے جلیگر خان کے اکثر
میدان جنگ میں استعمال کرتے دکھائے۔

چنانچہ ایک سب سے خالص شکر نے دیکھا کہ ان پر حکماء در فعل مرا سیکھ کے عالم میں میدان جنگ سے واپس جا رہا ہے۔

جی نویدانے سواروں کو حکم دیا تھا کہ میدان سے کوئی چیز نہ اٹھاٹی جائے۔ چنانچہ بعض سوار اپنا ہتھیار سامان جسمیں خود ان کا ڈھیرا جو اسامان بھی تھا، وہیں چھوڑ کے صاف دھڑے۔

خدا کی شکر و مخلوق کا اس حرکت سے حیران رہ گئے مگر شام تک انہوں نے غلوں کے چھوٹے ہوئے
 سامان کی طرف تدریجاً توجہ دیا۔

پھر رات ہوئی۔
نصف شب گزر گئی۔

خدا ٹول کے جاسوئل نے اطلاع دی کہ معشوق شکر شاہ ایک پسپا ہو کر بڑی بے دلد سے واپس جا رہا تھا۔
خدا ٹول نے رات بھی خوب کے غنڈے میں گزار دی اور صبح ہو گئی۔

اب انیس یقین ہو گیا کہ مخلوق میں ان کا حکم اور اسی ہو گئے ہیں اسی لیے انھوں نے اُن کے ہر حکم کے
چھوڑے ہوئے سامان کو اُسٹروڈیکر دیا۔ قطعہ دلے بھی تھا اور اوازے کھول کر باہر نکلے اُسے اور اسی سوٹ
میں مثال ہو گئے۔

گھوم دو دیر علی غوث یہ چراگہ جی تو زانو پائے لشکر کے ساتھ تھا کہ وہاں بہت سی بہت سی بیٹیاں ہوں۔ رات کا ایک گھبراہٹ میں اسی بیٹیاں میں کیا گرا۔ پھر انہوں نے گھوڑے بدلے اور اپنے گھوڑوں کا رخ ایک بار پھر یاد تو ملک کا رخ کر دیا۔

اب ان کے گھوڑے ہلے باتیں کر رہے تھے۔ جی نو یاں اسمہ تیزی سے واپس لیا کر شمشاد اور نصف شب کا طے کیا ہوا حاصلہ اس نے صبح ہونے تک طے کر لیا۔

چنگیز خان کے ان حملوں کا یہ اثر ضرور ہو کہ چینی لشکر بڑے بڑے لشکروں میں منقسم کیا لیکن جیسے انہوں
 کو دیکھا کہ حملہ آور قلعہ فتح کرنے کے بجائے صرف لوٹ مار کرنے والے پلے جاتے ہیں تو انہیں قند سے
 جیسا ہو گیا۔

پھر چینیوں نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ حملہ کے دوران وہ قلعہ بند ہو جاتے اور جب چنگیز خان
 اہل قلعہ بلاتا تو وہ قلعوں سے نکلتے کہ چنگیز خان کے سفیروں پر جو دیواریں کھینچ کر قریب رہتے تھے اعلیٰ تر و عا کو دیتے۔
 انہوں نے ان حملوں سے چنگیز خان کے دونوں حلیف یعنی یاماتو، یانگ کا خیرادہ اور ہیکے خانہ بدوش بردار
 ت پریشان ہو رہے تھے۔

ان دونوں نے چنگیز خان سے ان حملوں کو روکنے کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ ان میں اتنی طاقت
 ہو کہ وہ خٹائیوں کے حملوں کو مزید برداشت کر سکیں۔

چنگیز خان نے اس لیے یہ صورت حال بری پریشان کن تھی۔ وہ کئی بار لیانگ کے زریں تاجدار کے بعد خٹا
 ناک تک تو پہنچ چکا تھا مگر وہ قلعوں سے لیے باقی ناقابل فیر تھا۔

خامبر ہے کہ ان حالات میں اگر کوئی اور مثل سپہ سالار ہوتا تو وہ اسی پر مطمئن ہوتا کہ وہ بہر حال خٹا
 تار کے کافی قریب غنیمت اور خیرات کی حد تک پہنچا ہے اس لیے خٹائیوں سے کسی بڑی جنگ کا خطرہ مول لینا
 دوری نہیں ہے۔

لیکن چنگیز خان جو خٹائی فوجوں کے اقوال و خبریں نہ بہن چکا تھا وہ اہلینان سے نہیں بیٹھا۔ اس نے
 یہ سفیروں کو بھی قتل کر کے خٹائی بھیجے اور انہیں انکار کرنے کو کہا۔

اب وہ پچھلے سے زیادہ بے چین تھے۔ ان کے قلعہ سے شہنشاہ چین کو نکال باہر کرنے کا کام
 آیا۔

میرانا اگلدن بیلگ ہے۔

میں تاجدار بند بار بار و شاہ کی بیٹی، مثل شہنشاہ ہوا ہوں کی میں اور اکبر اعظم کی بھی بیوی ہوں۔
 میرے باپ دادا سے دیوانے تھے کہ چنگیز خان چائے سے زخم جاٹ رہا تھا ۱۲۱۲ء کو فوج ہمارے
 دائی لے کر اٹھا اور جب موسم کا پلاسزہ پھوٹا تو اس کے میں مثل لشکروں نے تین اطراف سے ایک جگہ خٹائی

پسپا ہو کر واپس آنا اور اصل چنگیز خان کی ایک ذرہ دست پہنچ جال قبیہ جو وہ اپنے سے زیادہ مضبوط
 خیمہ کے خلاف استعمال کرتا تھا۔ یہ چال عامہ روں کے بجائے میدان جنگ ہی میں استعمال کی جاتی تھی۔ جہی
 اپنے آقا چنگیز خان کا ایک محبوب اور مجدد سردار تھا جس میں اس نے یہ چال لیا ڈیگ کے میدان میں
 چلی اور اس میں بوری طرح کامیاب ہوا۔

لیکن مثل لشکر کا بد قسمتی کہ ان کا قندار سپہ سالار چنگیز خان جو اس دوران مغربی دریا
 والے شہر تائی تانگ کا محاصرہ کر رہے ہوئے تھا، زخمی ہو گیا اور مثل لشکر کھٹا کو چھوڑ کر اس طرح
 واپس ہو ایسے جوار جاتا ماحول سے ٹکرا کر لوٹتا ہے۔

اب ہر موسم خٹائیوں میں مثل لشکر خٹا پر لیٹا کر کے واپس آتا تھا کہ تازہ دم گھوڑے فراہم کیے
 بائیں۔ گھوڑوں میں تو آدھی اور چار ذریعہ کی پاد پاد پر گزارہ کر سکتے تھے لیکن جابجہ میں شمالی چین میں
 گراہ کے لیے غوراک میسٹر بن جاتی تھی اس لیے وہ ان کی واپس پوری ہو جاتی۔

اس کے علاوہ ان کی باہمی کا ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ ہمسایہ دشمنوں کو مسلسل خوف میں
 مبتلا رکھا جاتے۔

چنانچہ اگلے مثل میں چنگیز خان نے اپنے لشکر کو پھر چین پر حملہ کا حکم دیا مگر اس ناکد کے ساتھ کہ
 وہ خود صرف لوٹ مار اور دہشت پھیلانے تک محدود رہیں تاکہ چینیوں کو آرام کا ایک لمحہ بھی نہ
 پہنچے پائے!

مغل لشکر جس مانتے سے گزرتا تھا اس کے ارد گرد کی تمام آبادیوں کو تیس دنوں کو تباہ کر دیا۔ مغل لشکر کی طرح لے جاتے تھے کہ لوٹ کے سامان کی گاڑیوں پر لا دیا جاتا اور ہر گھر سے چرائے گا کر دیا جاتا۔ بچے، عورتیں اور بوڑھے بھی ان کا لالچا لیں سے محفوظ نہ رہتے۔

دنیائے افریقہ میں لے کر اب تک کچھ توہم نے اپنی طاقت حاصل نہیں کی،
 سببخانہ مغولوں نے وہ مصلحتوں کو اس طرح ڈھکیچڑھائی کر دیا کہ وہ کسی
 اکھاڑے نہیں اپنی اپنی طاقت کیوں دی ہے؟

اس سبب تک جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

چین پر یو رشن کی۔
میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ چینگز نان کے چار بیٹے تھے۔

- ۱۔ جو جی خان
- ۲۔ اوغداٹ خان
- ۳۔ چغتائی خان
- ۴۔ تولوئی خان

یہ چاروں بیٹے ایک ہی ماں سے تھے لیکن جو جی خان کا باپ ایک اور قبیلے کا سردار تھا جس کی تفصیل: *گورچک ہے۔*

جذبہ سے جو شکر خاں پہلا آور ہوا وہ چنگیز خان کے تین بیٹوں جن خانی خان، اودخانی خان اور ترائی کے لئے بکریاں لیاں تھیں۔ اس لشکر نے خانی خان کے حوالے سے بکر ایک سو چوبیس لیاں کاشت کی۔
مثالی لشکر نے جو خانی خان کی سرکردگی میں خوزگان کا مسئلہ کوہ مور کیا اور شہزادہ لیاو کی کوچی کے ساتھ جا کر کیا۔

خود چنگیز نے قلب لشکر کے ساتھ یہ کنگ کے عقب میں بڑے عمدہ رکے کئے جہاں سپاہ

ان فیوں لشکر دہلے بالکل انوکھے انداز میں پیش قدمی کی۔ یہ ایک دوسرے سے الگ الگ رہے اور انہوں نے مضبوط اور طاقتور شہروں کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ سے پہلے سیکریٹریز خانہ نے ہر قلعہ دار کو ایک پیغام بھیجا:

”اپنے قلعے کا تفصیلین توڑ دو اور دروازے کھول دو۔ اس عورت میں تمہاری جان بخش ہو سکتی ہے۔ ورنہ کیا ہو گا؟ اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے!“

چلیکر خان کے اس بیجا کام سے بہت کم عفو و ادوانے فائدہ اٹھایا یا اس لیے کہ ان کے قلعہ منجموڑ نے
 نیلگیر خان اپنے لیے حلقہ میں ان گھوڑوں کا سامرا کرنے کے بجائے اپنے لشکر کو اس کے ہی اگلے کیلئے تیار کیا۔
 بعد ازاں یہ متفقہ کرکٹ لگائی گئی۔

پس جس تعداد نے محمداری سے کام لیا اسی نے قوم کے ہوا سے کھول دیے اور حق سپہ سالار
مقابل کیا اور جان کی امان پائی۔

دوسری صورت میں چٹائی سزی لشکر نے قلعہ کی فصیلیں توڑ کے انیس دن میں کے برابر کر دیا اور پوری آبادی

”شفشاہ پر چھتے میں کہ شہال کے خنوں کا وفد کہیے آیا ہے؟“

مغل سردار نے جواب دیا:

”میں تمام خنوں کے آقا اور مشائخ کو مل کے سپہ سالار جینگیز خان کا ’پھین‘ کے شفشاہ کے لیے ایک بنام لایا ہوں۔“

وزیر اعظم نے شفشاہ کے حکم پر کہا:

”وفد اگر تحریر کا صورت میں پینا آلا یا ہے تو پیش کرے!“

دندے جواب میں کہا:

”پینا تم تحریری نہیں، زبان ہے۔“

وزیر اعظم نے کہا:

”پینا بیان کیا جاتے!“

”میرے آقا نے پینا دیا ہے۔“

مغل سردار نے پینا سمجھنا نہ سکا:

”مگر وہ بات ہو الگ فکے خال کے سارے صوبے میرے قبضے میں ہیں۔ اب ہماری اور تمہاری لڑائی کے مسئلے تمہاری کیا بات ہے؟“

آنا کہ مغل سردار مائل بنے کو کہتا تو پینا وزیر اعظم جی کہ پینا ختم ہو گیا ہے۔ اس نے فوراً پوچھا:

”بس۔ اتنی ہی پینا ہے کیا؟“

پینا ختم نہیں ہوا۔“

مغل سردار نے کہا:

”میں مائل بننے کو کہتا۔“

وزیر اعظم پینا نے کہا:

”بقیہ پینا ابھی سننا با جاتے۔“

مغل سردار نے بیان شروع کیا:

”میرے آقا نے یہ بھی پینا کو دیا ہے کہ میں اپنے گھر واپس جا رہا ہوں کیوں کیا تم میرے سرداروں کو خائف رہے بغیر واپس جانے دو گے۔ پینا ختم ہوا۔ اسی کا جواب دیا جاتے کہ میں واپس جا کر اپنے آقا کے ماتھے بیان کروں؟“

تغلب لنگ کے ماتھ بن لنگ کے اس غلام فصل کے قریب اپنا غیر غضب کر دیا جس میں زمین تاجدار تھا
جینگیز خان کے چند سرداروں نے عرض کی:
”اے ہمارے آقا سپہ سالار اور غلاموں کے سپہ سالار! ہمیں ملک شہال کے سب سے بڑے تلوار پر حملہ کر
اجازت دی جائے۔“

جینگیز خان نے صرف ایک لفظ میں جواب دیا:
”نہیں!“

ایک بار نہیں بلکہ ان سرداروں نے اس تلوار پر حملہ کرنے کے لیے پیسے بھی کئی بار جینگیز خان کی منت مانت
کی تھی مگر اس نے صرف ”نہیں“ کہہ کر ان کی درخواست رد کر دی تھی۔

یہی جینگیز خان کی اطلاع کا دلیل تھی۔
منشی سپہ سالار کو معلوم تھا کہ یہ تلوار ناپاکی تھی۔ اگر اس پر حملہ کیا گیا تو سارے خنوں کے ہائی زب
کے اے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

اس کی جنگ حکمت عملی یہ تھی کہ شفشاہ پھین کو خوفزدہ کر دے اسے اس قدر پریشان کر دے کہ وہ خود ہی پھین
ڈال دے۔

پھر خنوں کے تاج تاجدار نے زمین تاجدار کے پاس ایک دکنی وفد بھیجا۔ ایک منشی سردار کا پرہ
اڑاؤ تلوار کے صدمہ بردار نے پرہ پینا۔

تلوار تلوار کے استقامت دروازے میں بنے ایک چھوٹے دروازے کو کھولا گیا اور سوار کو اڈرے کر
دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔

اس منشی سردار کو جینگیز خان کا نامہ مدار ایک دکنی وفد تھا۔ اڈرے کے تختے پر بیٹھے زمین تاجدار
کے ماتھے پیش کیا گیا۔

تاجدار نے اس کے لیے ایک زرنگاری مگر منشی سردار نے اس پر بیٹھے سے انکار کیا
شفشاہ پھین کا پینا پھر دیکھ اور بیٹھ گیا۔

پھر شفشاہ نے اپنے قریب کھڑے وزیر اعظم پھین کے وزیر دھندے دریاخت کیا:

میرے بعد اگلے بڑا عجیب قسم کا پیغام آیا جس کا تعلق اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ درخواست ہے یا شہنشاہ کا آئندہ جنگ کی اطلاع دی گئی ہے!
اگر اسے درخواست سمجھا جائے تو اس کی منظور کی صورت میں جو تحائف حاصل ہوں گے انہیں جنگیز خان کے سرداروں میں تقسیم کر کے ان کے لیے تاجوں پر بند باندھا جائے گا۔
دوسرے نظریے میں جو کہ انظر میں آ رہا ہے وہ ہے کہ وقت کی اور زرین تاجدار کی عزت پر کما واقعہ ہو جائے گی!

چونکہ وزیر اعظم نے جنگیز خان کی درخواست پر مطالبہ کی سخت مخالفت کی۔ اس نے آہستہ سے شہنشاہ سے کہا:
”اے دنیا کے عظیم ترین شہنشاہ! اس غلط فہمی کو آپ کوئی نقص نہ پہنچے۔ مجھے جاسوسوں نے اطلاع دی ہے کہ نسل کشی کے گھروں میں کوئی بیماری پھیل گئی ہے اور وہ دلاور جو گور رہے ہیں۔“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“
شہنشاہ نے اسے گھور کر دیکھا:

”صاف صاف کہو۔“

”اے عظیم شہنشاہ!“

وزیر اعظم نے دست بستہ سر کی:

”مغلوں کی حالت ابتر ہو رہی ہے۔ وہ ناکام ہو کر پسپا ہو رہے ہیں۔ ہمارا لشکر تازہ دم ہے آپ میرا لاکھ دیکھ کر وہ قطعہ سے باہر نکل کر مغلوں پر حملہ کر دے اور انہیں گہوڑوں کی طرح جیسا کہ رکھ دے۔“

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ اگر شہنشاہ اپنے وزیر اعظم کا مشورہ مان لیتا اور حتمی لشکر مغلوں کی جنگ باہر نکل کر مغلوں پر حملہ کرتا تو اس کا نتیجہ کیا تھا؟ مکین بن (کس، بن) خاندان کا یہ تاجدار اس قدر متعصب دانشور تھا کہ اس میں ذرا سا حوصلہ بھی باقی نہ رہتا تھا۔

پس زریں تاجدار نے اپنے وزیر اعظم کو تدبیر بھرا تیز الفاظ میں ڈانٹ دیا:
"تم نے اسے اتنی جوتی۔"

زریں تاجدار کا ڈانٹ بے لافقت مغل مردار سے اتنی دور تھا کہ خود شمشادہ حسین اور اس کے دربار
کی گفتگو نہ سن سکتا تھا۔ اسے ان دونوں کی حرکات و سکنات سے بے اندازہ ہو گیا کہ وزیر اعظم اس پر
شمشادہ کے سامنے جیکبزر خان کی مخالفت کر رہا ہے جبکہ شمشادہ پر کاما دہ ہے۔

زریں تاجدار کی ڈانٹ سے وزیر اعظم کانسز اڑ گیا۔ اس پر دوا یہ کہ شمشادہ نے اسی حکم دیا،
"وزیر اعظم سخت تھکا کر اپنے ساتھ لے گا۔ یہ شام تک تھکا رہا مان رہا گا۔"
وزیر اعظم دل میں تو بت بھلیاں کیا کر سکتا تھا۔ اس نے تھجھک کے کہا،

"شمشادہ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔"
وزیر اعظم تعمیل حکم کے لیے اپنی جگہ سے ذرا ہٹا۔

"معلوم وزیر اعظم!"
شمشادہ نے دوسرا حکم ماریا کیا:

"شام کو تم اور ہمارے تمام بڑے درباری مغل تھکا کر ملت و احرام کے ساتھ صفت کرو گے۔ خاص
کے ساتھ جیکبزر خان کے اخروں کی حفاظت میں تین باجہ سوجان غلام، باجہ سو کینزریں، انصاف،
گھوڑوں کے ربڑ، کچے دھیم کے ۱۰۰ تو دے اور سونے کے ایک سو ڈھیر بیجھا جائیں گے۔ یہ ہم
تخافت تمہاری گرائی میں گاڑیوں پر بار ہو گئے۔"

وزیر اعظم نے ایک باجہ شمشادہ کے سامنے بھر دیا اور مغل تھکا کر اپنے ہاتھ لے کر دربار سے
نکل گیا۔

مغل تھکا کر وزیر اعظم نے ایک آراستہ بیریو سٹیل میں رکھا۔ اس کی آنکھیں محل کے مادیو مانیٹ
دیکھ کر کھلی کھلی لگیں۔

شام کو شمشادہ کے حکم کے مطابق مغل تھکا کر صفت کیا گیا۔ اس موقع پر ملک خاں کے ناکارٹ
بڑے فوجی مردار اور امیر و وزیر موجود تھے۔

مغل مردار تیز سار ایک سو چھ بھڑن اور اتنی ہی گاڑیوں پر تحائف لاوے جوئے اپنی خیر گاہ میں۔
تو خان بظلم اور دوسرے لڑا جہان نہ سنے۔

اس سامان کے علاوہ ایک سو چھ بھڑن پر وہ غلام اور کینزریں جو شمشادہ نے جیکبزر کا

رواد کی تھیں۔

میرے مرداروں اور زمین شناس بھرا اجماع سے تمام کاٹھن اسی وقت اپنے سرداروں اور لشکریوں میں
تقسیم کر دیے۔ یہاں تک کہ تمام سو کینزریں شمشادہ نے اس کے لیے یہ بیجا تھا۔ اسی دم تمام لشکریوں
میں ہلاکت ہو گیا۔

اب سوائے غلاموں اور کینزروں کو کٹا اور چیز باقی نہ رہ گئی تھی۔ غلاموں سے تو کسی دیکھی نہ تھی۔
کیونکہ غلاموں میں غلام رکھنے کا رواج نہ تھا۔ ان حسین کینزروں پر غلاموں کی نظریں ضرور جمیں ہوتی
تھیں جو شاہی جیکبزر خان کی خوشنودی کے لیے زریں تاجدار نے بھیجی تھیں۔

جیکبزر زریں تھیں جو عین توجہ اس لیے ان کینزروں کا انتخاب شمشادہ حسین کے حکم سے کیا گیا تھا اور
یہ انتخاب اس قدر دھیاری تھا کہ شاید فورے ملک خاں میں (سوائے شاہی خاندان کے) ان حسین دوشیزاؤں
سے بڑھ کر کوئی حسینہ نہ رہ گئی تھی۔

تمام حسین کینزروں کو ایک بڑے خیمہ میں جیکر دیا گیا۔ مغل رواد نے یہ سوچ کر کہ یہ سب کینزریں
خان اعظم کو پسند آئیں گی، اپنی اوالہ میں نظریں ان کا طرف سے پھر لیں کہ کچھ میرے بعد جیکبزر خان نے اپنے
تمام بڑے بڑے سرداروں کو لینے بڑے خیمے میں طلب کر لیا۔

ان کے آگے یہ خان اعظم نہ گیا:
خیمے کے مادیو۔ ان نشست میں اگرچہ سب مالا مال اور جھڑپا تھے لیکن تم نے اب تک یہ دیکھا ہو گا
کہ میں نے اسی حکم سے رکھا ہے کہ لوٹ مار کے دوران جو چیزیں خیمے کے آگے آجائے وہ اسی کی ملکیت جو
گئی ہیں، خیمے کے آگے آجائے۔ اس لیے مغل نے اس سے کوئی چیز نہیں لی۔

تم جانتے ہو کہ میں نے خیمے کے شمشادہ سے اپنے اخروں کے لیے تحائف طلب کیے تھے۔ پس وہاں سے آئے
والہ تمام سامان اوالہ زریں بڑے اخروں کے لیے ہے اور میں نے فوراً ہی اس کی تقسیم کر دی۔

دیکھو۔ عورت ایک ایسی میسر ہے جس کے لیے اگر خیر میٹھی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ نہ سوچ رہے
ہو گے کہ خاتمے والی ان حسین کینزروں کو میں نے اپنی خدمت کے لیے تنخواہ کر لیا ہے۔ یہ بات نہیں ہے
یہ سب ایک سب کینزریں ہیں میرے اخروں کے لیے ہیں جو میری خاطر اوالہ مغل پر جم کر رہ گئی ہیں۔
لڑا دیتے ہیں۔

جو کہ ان کی تقسیم ذرا مشکل تھی اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج کا رات سب طرف تاریکی پھیل
جائے اور آج کا رات کچھ نہ دے۔ اس وقت تم میں سے ایک ایک افسر اس خیمے میں داخل ہو جائیں کینزروں

کو رکھا گیا۔

ہر افروجا جانتے تھے کہ اندھیرے میں وہ بھی کینز کا لٹھ پکڑے گا اور کینز اس کی ملکیت ہو جائے گا اور وہ اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔

چنگیز خان کی اس ترکیب کو سب نے سرا اور ان کا یہ خیال غلط ہو گیا کہ چنگیز خان نے ان کینزوں کو اپنی خدمت کے لئے غصی کر لیا ہے۔

شاہ ہو چکا تھا۔ تصور دیر بعد ہر طرف اندھیرا مچ گیا۔ کینزوں کو چنگیز خان کا حکم پہنچا دیا گیا تھا کہ خیر میں اندھیرا ہے گا اور یارے گا ایک ایسی غلطی سرور خیر میں داخل ہو کر اندھیرے میں سے ایک کینز کا لٹھ پکڑے گا اور کینز کو لٹھ زراں کے ساتھ جلا ہوگا۔

دو ہی طرف چنگیز خان نے اس عجیب و غریب انتخاب سے پہلے اپنے افسروں کے لیے ایک اور حکم صادر فرمایا جسے حکم دیا:

"میں افسر اس طرح کا منتخب کی گئی کینز کو اپنی ہاتھدھیری نہ بنا سکیں گے بلکہ اسے صرف کینز کے دوسرے پر کیس لگے ان کی اوڑھیں مٹلی بچوں میں تھار نہ ہوں گی۔ افسران کینزوں کو سب جابیں آپس میں تبدیل کر سکتے ہیں۔"

کینزوں کی تقسیم شے پر مکتون ماحول میں تھی۔ خان، اعظم کا ایک سردار کینزوں کے پیچھے میں داخل ہوا مٹولی کا ایک کینز کا لٹھ پکڑا اور اسے باہر لے آتا۔

اس کی طرفت شب جنگ تمام کینزوں کی تقسیم ہو چکی تھی چار کینزیں باقی رہ گئی تھیں۔ انہیں چنگیز کے حکم سے دوسرے درجے کے پلار افسروں میں تقسیم کر دیا گیا۔

چنگیز خان کے اس عمل سے اس کے سرداروں کا اس پر اور زیادہ اعتماد بڑھ گیا۔ انہیں لپٹیں ہو گیا کہ ان کا آقا لڑی اور بدستار نہیں ہے بلکہ وہ جو کہہ رہے ہیں اسے عمل تو کم کر لیے ہے۔

چنگیز خان فوسفہ ہاؤس کو ڈھونڈ رہے تھے کہ وہ کھنڈر کھنڈر جاتا تھا اور اپنی قوم کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ مٹلی دنیا کی سب سے باوقر قوم ہے اور وہی حکومت کرنے کا حق رکھتی ہے جو قوم بقدر عشق پر کثرت مضبوط رکھ سکتی ہو۔



لاگشت پانچ چھ سالوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ چنگیز خان کو ہم جن میں دبا نہیں گیا بلکہ چمکے گا کہ اپنے لشکر میں مقیم رہا۔

کینزوں کا اس انوکھی قسم کے بعد چنگیز خان نے شمشادہ جہیں سے ایک انوکھا مطالبہ کیا۔ اس نے اس مسئلہ کو دیکھا اور اسے اپنے پیٹ میں تھام لیا کہ وہ راضی نہ سمجھتا۔

تھامد حاضر ہوا تو چنگیز خان نے ہسرے دربار میں تھامد کو حکم دیا:

"تھامد کے ذریعہ تاجدار کے دربار میں جاؤ اور حکاماریہ پیغام پہنچاؤ کہ مٹلی آقا خان اعظم نے اس مامان غلاموں اور کینزوں کے لیے شمشادہ کا خشک یہ ادا کیا ہے جو اس نے ہمارے افسروں کے لیے غنے کے طور پر بھیجی ہیں۔

اب خان اعظم کا خیال یہ ہے کہ اگر اسے پوری ہے تو جہیں کے شاہی خاندان کی سب سے حسین عورت کو مٹلی خان اعظم کے عقد میں دیا جائے اور اسے ہماری بیگم کاہ میں بھیج دیا جائے۔

چنگیز خان کے اس حکم پر اس کے سرداروں میں سے بعض تو مسکرا کر رہ گئے اور بعض نے اس لیے اس کی تعریف کی کہ خان اعظم کے اسی مطالبہ پر فرد کوئی راز پوشیدہ ہے جسے ان کا عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔ مٹلی چنگیز خان کا اس قدر اثر تھا کہ وہ اس کی ہر بات کو اس مٹلی حکم سمجھ کر فوراً اور بلا چون و چرا قبول کر لیتے تھے۔

مٹلی تھامد گھوڑا اڑا آتا چھان لنگ کے قلعہ میں پہنچا۔ اسے اہل سب ہی پہچانتے تھے۔ جہیں سے جو تحائف مٹلی کو بھیجے گئے تھے وہی مٹلی سرداری کرکوں میں دوا کر کے لے گئے تھے۔

شمشادہ جہیں کو مٹلی تھامد کے آئے گا کھانا دیا گئی اور نہ رہنا تاجدار نے اسے فوراً صلب کر لیا۔ مٹلی گردن اڑا لے ہوئے دربار میں پہنچا۔ وزیر اعظم جہیں اس کے استقبال کے لیے دربار کے پہلے صدمہ میں موجود تھا۔

"سحرز مٹلی تھامد"

وزیر اعظم میں نے اس سے کہا:

نیکاب کے شمشادہ کی تحسیم کا طریقہ بتاؤ۔ آپ ان کے سامنے پہنچ کر اسی طریقے سے تعظیم بجالائیے گا۔

مٹلی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

نیکاب کے ہولناک ہے۔ مٹلی سوائے اپنے شاہی چنگیز خان کے کسی اور کی تعظیم نہیں کرتے۔ میں کھانک

تعلیم پیش نہیں کروں گا۔

وزیراعظم کھیر گیا۔

"تم جیگ کھتے ہو ملن تاحمد۔"

اس نے بے حد زلی سے کہا،

"میں معلوم ہے کہ تم کسی کی تعلیم نہیں کرتے لیکن یہ تو ایک سفارشی رقم ہے۔ بیب ایک مہلکے بادشاہ تاحمد دوسرے مہلکے بادشاہ کے پاس سفارت سے کرنا ہے تو ان کی رقم کے مطابق بادشاہ کو تعلیم پیش کرتا ہے۔"

"میں کسی رقم کی پابندی نہیں کروں گا۔"

مغل اپنی بات پراڑ گیا اور بولا،

"چرخہ دار بادشاہ ہمارے خانہ عظم کے برابر کا تو نہیں۔ وہ تو ہمارے آٹا کا حکم ہے۔ میں کسی حکوم کو تعلیم کیے پیش کر سکتا ہوں؟"

"میں تم کیسے کہتے ہو کہ ہمارا شمشاد ہمارے خانہ عظم کا حکم ہے۔"

وزیراعظم چرخہ گیا،

"دونوں برابر کے بادشاہ اور آپس میں دوست ہیں؟"

مغل سردار نے پیش کر جواب دیا،
"کیا تم اسی بات سے انکار کر سکتے ہو کہ ہمارے بادشاہ نے ہمارے بادشاہ سے اپنے اصولوں کے لیے عاقبت عہد کیے اور ہمارے بادشاہ نے یہ مطالبہ نہیں کرتے ہوئے تھانہ بھیجے۔"

کان کھولنے میں ہوتا ہے وزیر کے میرے آگے پہلے جو مطالبہ کیا وہ پورا کیا گیا اور جو مطالبہ میں اب لیکر آیا ہوں وہ بھی تمہارا بلو شاہ پورا کرے گا۔"

وزیراعظم کو بھی غصہ نہ کیا اس نے کہا،

"وہ تمہارے آٹا کو درخواست میں جو قبول کر لی گئی اب تم کیا مطالبہ کرنا کہتے ہو؟"

"تم کتنے ہوتے ہو مجھے سے پوچھنا۔"

مغل سردار نے ہکا ماتھور کہا،

"میں تمہارے بادشاہ کے سامنے مطالبہ پیش کروں گا۔"

اتنے میں شمشاد بین کلازم خانہ جو تختہ کے بائیں جانب ٹھہرا تھا، جھگٹا ہوا آیا اور وزیراعظم سے

مگر گشتی کرتے ہوئے کہا،

"شمشاد بہت نامنق ہو رہے ہیں۔ میں تاحمد کو اب تک پیش نہیں کیا گیا؟"

وزیراعظم کو پسینہ آ گیا اس نے مغل تاحمد کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور خود آگے آگے تیز قدم اٹھاتے ہوئے چلا پڑا۔

مغل تاحمد آواز دے والے تخت سے اتنی دُور جا کر خود ہی دنگ گیا جہاں اسے پہلے کھڑا کیا گیا تھا تخت کے دائیں جانب سچ کو وزیراعظم ٹھہرا جو چکا تھا۔ شمشاد تاحمد گروشیوں میں اپنے وزیراعظم کو جلدی جلدی کچھ بھجھا رہا تھا۔

شمشاد سے گفتگو کے بعد وزیراعظم نے مغل تاحمد سے کہا،

"بادشاہ ہوں کے بادشاہ ہمارے شمشاد خا اپنے دوست پیچگیر خان کے تاحمد کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

مغل سردار نے بغیر سر جھکانے اور کسی قسم کے احساں کشی کا شکار ہونے بغیر بڑے سادہ الفاظ میں جواب دیا،

"میرے آٹا کو مغلوں کے سب سے بڑے خان پیچگیر خان نے جیس کے زریں تاجدار کے مزاج پر چھے ہیں؟"

"ہم مغل اعظم کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔"

شمشاد کا طریق سے جواب دیا،

"کیا میں اعظم کی طرف سے کوئی خاص پیغام ہے؟"

"ہاں۔"

مغل تاحمد نے جواب دیا،

"میرے آٹا نے جن کے زریں تاجدار سے ایک خوبصورت اور دلچسپ مطالبہ کیا ہے۔"

یہ کہہ کر تاحمد غائب ہو گیا۔ مطالبہ کے لفظ پر پور سے دربار میں سننا پھٹا تھا۔ جب خاموشی طو کیج گئی اور تاحمد نے کوئی لفظ نہیں کہا تو شمشاد صرف سے سوال کیا گیا،

"کیا ہمارے دوست مغل اعظم نے کوئی خاص پیغام بھیجا ہے؟" پھر شمشاد اور وزیراعظم مطالبہ کے لفظ کو بالکل الگ لگے۔

مغل سردار نے کہا،

”تمشتاہ چین کا خیال حد سے ہے۔ میرے آگے تمشتاہ سے ایک خوبصورت چیز طلسمی ہے۔“
اس وقت تمشتاہ اور وزیر اعظم میں کچھ دیر گفتگو ہوئی۔ مغل مردانہ لگاؤ اور توجہ پرستی مقل
گورنر ولکے چہرے کے اثرات سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ تمشتاہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وزیر اعظم اس کی
مخالف کرے گا۔ مگر تمشتاہ ہوشیار تھا۔ اس نے وزیر کو شاید کچھ سختی سے کہا جس پر وزیر اعظم نے
مذہم شگفتے ہوئے جواب دیا:

”تمشتاہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دوست مغل اعظم کے لیے ملکہ تنہا کی حسین ترین چیز عقد میں پیش
کر سکتے ہیں۔ اس میں کتنا آگیا بدلتے ہیں اس نے خواہش کی ہے۔“

”میرے قافلے کے لیے۔“

مغل مردانہ لگاؤ صاف کرتے ہوئے فرمایا:

”تاہم دار زربے اس کے اخروں کے لیے جو تعارف ہیچھے وہ تاک کے تمام مغل اخروں میں اس کی
تعمیم کر دیے گئے ہیں، وہ ان پیچھے تھے۔ میرے آگے ان میں سے ایک عقد بھی نہیں لیا کیونکہ زربے تاجدار
نے ان کے لیے کوئی تمیز نہیں چاہی۔“

مغل خاندان خوش ہوا تو تمشتاہ نے اپنے وزیر سے مشورہ کر کے جواب دلوایا:

”ہمارے لوگ شاہوں کے بادشاہ تمشتاہ چین کے فرستے ہیں کہ انہیں اس بات کا ملے حد اخروں سے
کہ انہوں نے مغل اعظم کو کوئی عقد نہیں بھیجا۔ اس پر توجہ دے اپنے دوست کے لیے شایان شان شکر بکسے بغیر
عقد بھیجیں گے۔“

”اے ملک شہزادے زربے تاجدار۔“

مغل مردانہ سنیں کر کے:

”میرے قافلے کے لیے اگر کم در دو لوہ میں ملے عقد ہے تو تمشتاہ کو ان کے ساتھ رشتہ داری
کنا ہوگا کہ شاہیں سخت لگی پیدا ہو جائے۔“
مغل خاندان کی بات سن کر کچھ میں نہ آ سکی۔

”اے مغل خاندان۔“

وزیر اعظم نے اس کی وضاحت چاہی اور بولا:

”تمشتاہ دلی کرنے کا کہہ رہے ہو۔ یہ کس طرح ممکن ہے۔ وہ صاف ملکہ کے بلتے ہیں۔“
مغل خاندان نے صرف وضاحت کی بجائے صاف الفاظ میں کہا:

”میرے دوستے داری اس طرح ہو سکتی ہے کہ چین کے شاہی خاندان کی ایک خاتون ہمارے آگے ملکہ عقد
میں دی جائے۔ یہ خاتون اعظم کی خواہش ہے۔“

قبل اس کے کہ تمشتاہ کوئی جواب دیتا، وزیر اعظم بغیر اس کے مشورے اور صلاح کے بہت زور
سے چیخ کر بولا:

”نہیں نہیں۔ یہ بزرگ نہیں ہو سکتا۔ چین کی شہزادی کی شادی جیگرستان سے نہیں ہو سکتی۔ یہ شاہی
خاندان کی لڑکی ہے۔“

وزیر اعظم کی بات اس پروری بھی نہ ہوئی تھی کہ تمشتاہ عین اچھل کپٹے اڑوے والے تخت پر کھڑا ہو
گیا اور پوری آواز سے پچھا:

”تم زبے حق ہو۔ میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ تمیر وزیر اعظم اس کے لیے دو قونے بنالیا ہے؟“ اور حقیقت
یہ تھی کہ خواہش ہے اس کو وزیر اعظم کا تھا۔

تمشتاہ کو کچھ سے پورا دربار کرنا تھا۔

وزیر اعظم نے خود اٹھ کھڑی تھی۔ مغل خاندان کا مطالبہ درست تھا یا غلط؟ اس کا فیصلہ تمشتاہ کو کرنا تھا۔
وزیر اعظم کو کیا حق تھا کہ اس نازک معاملے میں اپنا نام لگا لڑائے۔ اسے اپنے لیے کس سرائی لگا اور وہ بہت

آہستہ دربار سے نکل گیا۔
زربے تاجدار کا عقد کچھ کم ہوا تو وہ دوبارہ تخت پر بیٹھ گیا اور اپنے لازم خاص کو حکم دیا کہ مغل خاندان
کا عقد کچھ کے لیے سخت شاہی کے اس قدر قرب لے گئے کہ وہ خاندان سے براہ راست سوال جواب

کر سکے۔
خاندان خاص مغل خاندان کو تخت کے بالکل قریب لے آیا۔

”اے ہمارے مغل دوست کے ساتھ۔“

زربے تاجدار نے مسکراتے ہوئے کہا:

”جیسے میں کہت خوش ہوئی کہ تمہارا آقا چین کے شاہی خاندان میں رشتہ کرنا چاہتا ہے۔ ہم اس
کی اس خواہش کو پسند ہوگا کہ نظروں سے دیکھتے ہیں اور اس کی خواہش کے مطابق چین کے چین دکن یا تین خاندان
کی چین زبے شہزادی کو اس کے عقد میں دینے کے انتظامات کا حکم دیتے ہیں۔“

خاندان کا حکم نہ فرمایا:

”جو کہ یہ ایک شہزادی کی شادی ہے اس لیے اس کے انتظامات میں چندوں ضرور لگیں گے۔ ہم چاہتے ہیں

”ہمیں سب سے پہلے یہ بات متین بتانا چاہیے تھی:

خمشادہ نے جواب دیا:

”بات یہ ہے کہ سلطنتِ خفا کا سب سے بڑا دشمن یعنی شمال کا لیڈر خاندان جس سے اب ہماری دوسری کوئی اس نے اس دوسری کو مزید بچنے کرنے کے لیے یہ بیٹنا کیا ہے کہ شاہی خاندان کا ایک خوبصورت لڑکی نے عقد میں دی جائے۔

یہ سلطنت خفا کے لیے بابرگ ٹھکان ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم جیگر خاندان کے صدر میں چین کی صہین ترین دیکھ کر یہ سبے دیکھ کر اس کو خفا کی نقل چھلانے آجائے۔

”خمشادہ نے جو سوچا وہ بالکل درست ہے۔“

ملکہ نے زہن تاجدار کی رائے سے پورا پورا اتفاق کیا:

”مگر صہین ترن و دشمن کا انتخاب اتنا جلدی نہیں ہو سکتا۔

”کیوں نہیں ہو سکتا۔“

خمشادہ نے براہ منہ بنایا:

”کیا شاہی خاندان والے ہمارے مکر پر عمل نہیں کریں گے اور اپنا لڑکیوں کو گھروں میں چھپا لیں گے؟“

”خمشادہ کا یہ خیال بھی درست ہے۔“

ملکہ نے جواب دیا:

”ہو سکتا ہے کہ شاہی خاندان والوں کے دماغ میں خود پیدا ہو جائے اور وہ اپنی بیٹیوں کو شاہی عمل

بھیجے جسے گریز کریں۔“

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ شاہی خاندان کے بعض ایسے درواہے جس سے کچھ غلطی پر آد میں آد

تاک شاید یہ خبر پہنچ جائے اور اس کا انتخاب میں حصہ نہ لے سکیں۔

اگر خمشادہ مناسب سمجھیں تو لڑکیوں کو انتخاب کے لیے دو چار دن بعد بلا جائے اس کے علاوہ دور

ایک ہر ایک اس بات کی تشریح کے لیے کہ شمال کے سفارت خانوں سے ہماری صلہ ہو گئی ہے اور اس صلہ کو

ہو لانے کے لیے جن کی ایک شہزادی جیگر خاندان کے صدر میں دی جائے گی۔

خمشادہ نے اس رائے کو پسند کیا اور اس کے مطابق اعلان کرادیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی خاندان کا ہر شہزادی نے جیگر خاندان کی ملکہ بننے کے لیے دل و جان سے دوش

میں شہزادہ کوئی۔

کہ یہ یہ نعلِ اعظمی ہونے والی ملکہ کا جلوس منور شہر کا گاہ میں پہنچے تو ہر شخص پر کاراٹھے کہ یہ واقعی ہمیں کی کسی شہزادی کا جلوس ہے۔

دربار پر بالکل سناٹا طاری رہا۔

کھمکو چون کر کے ایک بہت نہ ہوئی بلکہ وہاں موجود ہر سردار ایک ایک کر کے خمشادہ کے قریب گیا اور ہر ایک نے اس کے پیشانی پر کیا۔

ایک سردار نے تو بے اعتدال کیا کہ چونکہ اگر خمشادہ وزیرِ اعظم کی بات پر عمل کرتے تو میں ملکہ تھا کہ منور شہر ایک بار پھر پرنس کنگ پر حملہ آور ہو جاتا۔

دربار پر خاموشی مچنے کے بعد خمشادہ اپنے عمل میں پختہ اور اس نے فرمایا جاری کیا:

”شاہی خاندان کو یہ تمام شہزادیاں جو اب تک کواری میں اور انیس لگان بھی ہے کہ وہ خوبصورت ہیں، وہ آج رات ہمارے ساتھ کوئی نہیں شریک ہوں۔“

ملکہ چلن جو پورے ہی اور اس وقت خمشادہ کا ساتھ تھا اسے خیال ہوا کہ شاید وہ اس عمر میں کسی دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

”اے بوناشا ہوں کے بادشاہ اور میرے سرے تاج!“

ملکہ نے اپنے اندر لپٹے کے تخت فرما کر اصرار کیا:

”کیوں نہ خمشادہ کو علاوہ خمشادہ کے دل سے اس قدر تازگی ہے کہ وہ اس عمر میں ایک نئی ذیلی

دماغ بنانا چاہتے ہیں؟“

”کیوں نہ!“

خمشادہ چپے خمشادہ کے منہ پڑا:

”تمہاری عقل شگفتہ ہے۔ ہم اس عمر میں اس کی کوئی حماقت نہیں کر سکتے جس سے ہمارے دل و خداداد ملکہ چپیں کو ذرا سی تکلیف ہو۔“

”چھپنے سے ہمارے خمشادہ سے اس امید ہے۔“ ملکہ خوش ہو کے بولی:

”خمشادہ ان لڑکیوں کو کیوں بھیج کر رہے ہیں؟“

اس دفعہ حکم نے شہنشاہ کے مشورے سے ہر خطا سے ایک دوشیزہ کو پند کر کے الگ کر لیا اور باقی کو دو درجہ اڈا کر کے رخصت کر دیا۔
 منتخب کی ہوئی یہ تین لڑکیاں اس قدر حسین تھیں کہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق معلوم ہوتی تھیں۔
 مہر افسران میں یابست کی عورتیں۔ (انہیں کوئی بھی نام دیا جاسکتا تھا۔
 انتخاب کا آخری مرحلہ بہت وقت طلب ثابت ہوا۔
 شہنشاہ اور ملکہ جب ایک لڑکی کو دیکھتے تو کہہ اٹھتے:
 ”بہا سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔“
 مگر جب ان کا نظریں دوسری پر پڑتے تو ان کے دل بکارتے:
 ”یہ اس سے بہتر ہے۔“
 اس طرح جب تیسری لڑکی پر نگاہ پڑتی تو اسی پر رحم کے نہ جاتی۔ جب وہ انتخاب کرنے سے عاجز آئے تو شہنشاہ نے ایک نئی ترکیب نکالی۔

”کھڑے چہن!“
 اس نے بوڑھے ملکہ کو مخاطب کیا:
 ”تم حسین ترین لڑکی کا انتخاب کر لو گی؟“
 ”کیسے؟“ اس نے انتخاب میں شریک ہوئی۔
 ”ملکہ سے جواب دیا،
 ”مگر کسی فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتی۔ پھر میں کس طرح انتخاب کروں گی؟“
 شہنشاہ نے غصہ کیا:
 ”تم انتخاب کر لو گی لیکن کبھی نکھوں سے نہیں! بند نکھوں سے!“
 ملکہ کی سمجھ میں نہ آیا:
 ”میں کچھ نہیں سمجھ رہی۔ بند نکھوں کس طرح انتخاب کر سکتی ہیں؟“
 ”میں تماری نکھوں پر پیچ باندھ دیتا ہوں۔“
 شہنشاہ نے سنجیدگی سے کہا:
 ”یہ لڑکیاں جس ترتیب سے کھڑی ہیں ان کی ترتیب بدل دیتا ہوں۔ تم ان لڑکیوں کے پاس جاؤ گی اور جس لڑکی کو پہلے اٹھ لادو گی وہی اڈا منتخب ہوگی۔“

ملکہ چہن کے پاس تو ہر دم دوشیزاؤں کا گلچن لٹا شہزادوں اس کے گرد بیٹھے۔ منڈو لڑکی کیونکہ انتخاب کا حکم شہنشاہ نہیں بلکہ ملکہ ہی کی مددگار ہو گی اسی سے اب شہزادہ کی حکم کی خدمت میں مل گیا کہ وہ اسے جیگر نانا کے لیے پسند کر لے۔
 چار دن بعد جب چہن دوشیزائیں ذوق بیکار رہنے لگیں اور تسم کچھ ترقی نہابی کل کے بعد بارگاہ میں جمع ہوئیں تو یوں معلوم ہوا کہ چہن نے نور زکمت کو دیا تھا اور باقی دو۔
 پھر نور حسینا جس کو ان دنوں لڑکی پھر رہی تھیں جیسے لوگوں کا دنیا کو زبرد زہر کے ملک دین گی۔
 ایسا اور شہزادہ دوشیزائیں پہلے پہلے کہ تمام انتخابی تھیں کہ ان کی شرمیلی نگاہوں سے کوئی کٹا نہ ہو جائے۔
 ہر دل، ہر روپ، ہر ادا اور ہر بات چیں کی تائید ایسی شہزادوں پر دے دربار مال میں تیلوں کی طرح اڑتی پھر رہی تھیں۔

زین تلمدار اور ملکہ چہن انتخاب کے لیے ال میں داخل ہوئے تو تمام دوشیزائیں باادب ہو گئیں اور دل بٹانے کے انداز اختیار کر لیے تاکہ اسے پسند نہ کر لیا جائے۔
 اس وقت ال میں تقریباً ۳۰ شہزادے لڑکیاں موجود تھیں اور ہر لڑکی اس قدر خوبصورت تھی کہ ہر اکھ نہ ٹھہرتی تھی۔
 ان لڑکیوں کو کچھ منوں میں تسم کر دیا گیا۔
 شہنشاہ چہن اور ملکہ نے دوشیزاؤں کی صفوں کے درمیان پہلا چکر لگایا۔ یہ پکڑا لڑکی ہر مری ماضی کی شہنشاہ کے لئے نہ ہو سکتے۔ ہر صف میں دس لڑکیاں لگ گئیں۔
 ان لڑکیوں کو ال میں روک لیا گیا اور باقی سب لڑکیوں کو ایک ایک بڑا اڈا دے کر ملکہ رخصت کر دیا گیا۔
 منتخب کردہ ان تین لڑکیوں کی تسمیں مختاریں بنا دی گئیں۔ اس طرح انتخاب کا دوسرا مرحلہ شہزادہ لڑکیوں کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔

۰ ارشد شاہ احمد نے میری شادی کو دس توہنیں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی :

شہنشاہ خوش ہو گیا اور بولا :

۰ "ساوچی ۔ تو خوبصورت ہونے کے علاوہ عقلمند بھی ہے ۔ یہ تو منصف اعظم کی بیوی بن کر اس کے پاس پہنچے تو اپنے شہنشاہ اور اپنے ملک کا کھوکھول نہ جا ۔"

مہر گر نہیں ۔

ساوچی نے بولے ہیں سے جواب دیا :

۰ میں اپنے ملک اور اپنے شہنشاہ اور ملک کو کبھی نہ بھولوں گی ۔

دوسرے دن شہزادہ علی میں اعلان ہو گیا کہ کو تو انی شہر کی بیٹی ساوچی کا عقد حسن اعظم کی بیٹی کے ساتھ کیا جا رہا ہے ۔ اس لیے بولوگ دکن کو چڑھا دیا جاتے ہیں وہ چڑھنے کا سامان نہ سنا سکتی فراچی کے پاس جمع کرادیں ۔

اس اعلان کے ہوتے ہی شہزادہ علی کے ہر گھر سے پڑھارے آنا شروع ہو گئے ۔ یہ سبیت ہر گھر سے کچھ نہ کچھ چڑھا دیا منور کیا ۔

خود بھی اور میری بیٹی پڑھا دے لوئے دلوں کا نام اور ان کے پڑھادوں کی تفصیل ایک فرست میں درج کرتے جارہے تھے ۔ جب یہ فرست مکمل ہوگئی تو معلوم ہوا کہ شہزادہ علی میں کوئی گھر ایمان تھا جس نے پڑھا دیا دیا جو ۔

اس دوران میں کھڑے غازی غلام کو زریں تاجدار نے صحت کر دیا تھا اور اس شادی کے تمام انتظامات اسی کے سپرد تھے ۔

وزیراعظم میں اس کام میں اس قدر دلچسپی اور بھرتی دکھارے تھے جیسے وہ اپنی بیٹی یاہ راہے ۔ ساوچی سے اس کا توشہ اقلین بھی پیدا ہو گیا تھا کیونکہ شہنشاہ حسین نے ساوچی کے باپ کو کو تو ال شہر سے اپنا تاج و وزیراعظم بنا دیا تھا ۔

عقد کے موقع پر شہنشاہ ، ملکہ ، شاہی خاندان کے تمام افراد کے علاوہ بعض امرا اور وزرا کو بھی مدعو کیا گیا تھا عقد کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا ۔

اس کا وجہ یہ تھا کہ خلیوں میں شادی کی رسومات اور طرح کی تفصیلات میں کچھ اور طرح کی تفصیلات اس لیے صرف یہ کیا کہ جو چاہئے خاندان کا نام نہ لیا گیا اور دوسری طرف دکن میں ساوچی کے باپ کو کھڑا کیا گیا ۔

۰ "یہ تو بڑی بڑھلکھ ترکیب نکلا ؟"

ملکہ نے مسکاکر کہا :

۰ "میں تیار ہوں مگر اس طرح اندھوں کی طرح ٹوٹنا کچھ اچھا لگے گا ؟"

۰ "میں اب چون چران کی ضرورت نہیں ۔"

شہنشاہ نے ضحکہ کر دیا :

۰ "میں تمہاری آنکھوں پر رمال باندھ رہا ہوں ۔ اپنا رمل لاؤ ۔"

ملکہ نے اپنا سر جھکا دیا ۔ شہنشاہ نے اس کی آنکھوں پر رمال باندھا ۔ لڑکیوں کی ترتیب بدل دی اور ملکہ کا رخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا :

۰ "ملکہ اب تم سبھی ان لڑکیوں کی طرف مڑاؤ اور میں لڑکی کو سب سے پہلے چھو لوں گا ، دوسری منتحب بھی جائے گی ۔"

ملکہ نے آہستہ آہستہ لڑکیوں کی طرف بڑھنا شروع کیا ۔ وہ جتنا کہ انداز سے آگے بڑھ رہی تھی ۔ بالکل پتہ نہیں تھا کہ کون لڑکی کس بلکہ کھڑی ہے ۔

اس طرح ملکہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک لڑکی سے ٹکرائی اور اس نے ٹوٹ کر لڑکی کا ہاتھ زخمی گرفت میں لے لیا ۔

شہنشاہ ملکہ کے پیچھے پیچھے چلا آیا ۔ اس نے آگے بڑھ کر ملکہ کی آنکھوں سے دمال ہٹا دیا ۔ ملکہ نے سب لڑکی کا ہاتھ تھامنا دیکھ کر منتحب ہو گئی ۔

شہنشاہ نے لڑکی سے دریافت کیا :

۰ "تیرا نام کیا ہے لڑکی ؟"

۰ "میرا نام ساوچی ہے ۔"

لڑکی نے شہنشاہ سے جواب دیا :

۰ "میں کو تو ال شہر کی بیٹی ہوں ۔"

۰ "بہت خوب ۔"

شہنشاہ نے خوش ہو کر کہا میرا احمد ہے سوچو :

۰ "ساوچی ۔ کیا تو منصف اعظم کی بیوی شہنشاہ احمد کی ہے ؟"

ساوچی نے غصے سے جھٹکیں ۔ اس نے کہا :

پھر ساروجی کے باپ نے اعلان کیا:
 "میں زہر بنانا بھلا اور شمشادہ میں کی حقیر رعایا اور گریز یعنی اپنی بیٹی شہزادی ساروجی کو مقلعہ
 چنگیز خان کے عقد میں دیتا ہوں؟
 شہزادی ساروجی جو اس وقت عروسی لباس میں پری معلوم ہو رہی تھی، اسے عقد کریم کو بڑی دلچسپی
 سے دیکھ رہی تھی۔ پھر جب اس کے باپ نے چنگیز خان کو تمام کیا تو اس نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔
 ساروجی کے باپ کے بعد چنگیز خان کی طرف سے اس کے قاعدہ نے اعلان کیا:
 "میں اپنے تمام مقلعہ چنگیز خان کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے چین کی شہزادی ماژن
 کو اپنے آغا چنگیز خان کے عقد میں قبول کیا۔
 اس کے ساتھ ہی مبارک باد کا غلغلہ بلند ہوا۔ تمام موجودہ خاتون نے ساروجی کو اور مردوں نے اس
 کے باپ کو مبارک باد دی۔ اس طرح عقد کا یہ مادہ (اور پڑتار تقرب اعتقاد) کو پہنچی۔
 مقلعہ قاعدہ کو اسے ہونے بہت دن ہو چکے تھے اس لیے اس نے الگ ہی دن شمشادہ سے واپس
 جانے کی اجازت لی۔

o

"اے زہر بنانا بھلا۔ میرا قادیانی کا انتہا کرنا ہے اس لیے مجھے واپس بلانے کی اجازت دی
 جائے؟"
 "مقلعہ قاعدہ!"
 شمشادہ نے ہنس کے جواب دیا:
 "یاد رکھو اب ہم تمہارے آغا کے رشتہ دار ہو گئے ہیں کیونکہ میں کی شہزادی ساروجی اب مقلعہ چنگیز خان
 کی بیوی ہے۔ پس شاہی خاندان کی اس طرف کو پہلے تم خرافات دے گئے۔ اس کے بعد شاہی خاندان کے تمام
 افراد باری باری وطن کو اپنے محل میں مدعو کر کے روٹنائی کریم آدا کر رہ گئے۔
 ان مقلعوں کے بعد اسرار اور وزرا کو اجازت ہوئی کہ وہ وطن کو اپنے اپنے گھر مدعو کریں اور جو یہ خیریت
 نذرین پیش کریں۔ تم تو اس سے گھر لائے قاعدہ!"
 مقلعہ قاعدہ سوچا میں پڑ گیا۔
 "اے زہر بنانا بھلا۔"
 کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھایا اور بولا:
 "اب اپنے گھر میں جو زمینیں ادا کرنا چاہو ہر ضرورتیں لیکیں یہ بھی خیال رکھیں کہ میرا نام اس غیر معمولی
 تاثیر پر کیسے چلتا ہے، ناراض نہ ہونا ہے۔"
 شمشادہ نے بھی ایک گھر سوچا پھر جواب دیا:

دینے والی تیز ہیں۔ ان کے علاوہ صرف لباس تبدیل کرنے والی درجن بھر سے زیادہ کمریز ہیں۔
مطلقاً حد سے کم تر نوزوں کی اس فوج پرست ہنر اہل کیادوان سب کو ساتھ لے جانے سے انکار کر
اس لیے کوئل معائنہ میں کمزوری اور غلط کھینے کا کوئی رواج نہیں تھا۔
شہنشاہ چین کے بے حد اصرار پر صرف دو نوزوں کو شہزادی ساہوچی کی آراستہ و سپر اسٹار گارڈ
میں بیٹھنے کی اجازت دیا گئی۔

ان کے پیچھے اس سامان سے بھرے ہوئے ۲۰۰ چوڑے قصبے تھیں کہ جہاز لیا جاتا ہے۔ اس سامان میں چھ
کے حملات میں آرائش کے لیے استعمال ہونے والی تمام چیزوں کے علاوہ خالص سونے اور ہیرے
چیتا سے بنے ہوئے کھانے اور پینے کے برتن تھے۔

کئی چٹوڑوں اور شہزادی ساہوچی کے زیورات بار کیے گئے تھے جن میں حواہرات کے ٹاروں کے دو
ڈبے تھے اور ہر ڈبے میں دس دس مختلف قسم کے اترے۔ اتنے ہی چوڑے خالص سونے کے بھرے تھے
یہ سونا انہوں کی شکل میں تھا۔

سب سے آخر میں ساہوچی کی گارڈ تھی۔ اس پوری گاڑی کے گرد سونے کے چر مندے ہوئے تھے
گاڑی کے ساتھ ایک ہزار چینی محافظ ساروں کا دستہ تھا اور دیگر سامان کی دیگر بحال اور حفاظت کے لیے
۵۰۰ مزید محافظ سوار تھے۔ گئے کے چو جوس کے دونوں اطراف میں چل رہے تھے۔ ایک انداز کے
محافظ شہزادی کے رخصتی کے اس سلسلے کی بنیادی عمل تھی۔

مطلق نامحدود گھوڑا چلوں کے آگے آگے چل رہا تھا۔ اوردہ خود غور سے سر بلند کیے گھوڑے پر اور
اگر کسی شخص کا جیسے کہ شہزادہ کیل کے دل میں جا رہا ہو

یہ بات یہ سمجھ بھی نہ سکتے تھے کہ یہ زمانہ کچھ کے شاہی خاندان کی خاتون کو انجاء و جنت میں لانگے کا
مقصود تھا کہ اسے چین کی خوبصور و پسنندنی اور خواتین بد صورت اور بدی ہوئی تھیں۔ یہ بات ہرگز نہ تھی



میرانا گلبدن بیگم۔

میں شہنشاہ اکبر کی بیٹی شہنشاہ جہان کی بہن اور اکبر اعظم کی چوتھی بیوی۔
مجھے یقین ہے اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ میرا بعد ایسی مصلیٰ اعظمی کے زمانہ اپنی جوانی کے زمانہ میں

میں تھیں اور شہزادی ساہوچی کو بلوا زبرد و سخت کرنے کا کوشش کر کے ہم نے نیکو کیا کہ
شہزادی کو دربار میں حیاقت دی جائے جس میں شاہی خاندان کے علاوہ ہمارے تمام اراکین داخلہ
میں ملائے جائیں۔ پھر کبھی ہی دربار میں رہ کر وہاں ادا کی جائے اور نہ زراستے پیش کیے جائیں۔

مطلق اس بات سے بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا:

میں اس صبر پائی کے لیے شہنشاہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں؟

دربار والی حیاقت بڑی شاندار تھی اس رات شاہی خاندان کی تقریباً تمام سیدیں و ن کا مال
تھا اور جن کی حیاقتیں خفا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مختلف قسم کی خوش بوؤں سے سارا محل منک
مطلق قاصد کو اس مطلق میں خاص طور پر بلا لیا گیا تھا جو کہ وہ مطلق کا نام نہ تھا اس لیے اسے شہزادہ ساہو
کے بالکل مطلق میں لایا گیا تھا۔

قاصد نے شہزادی کو دور سے دیکھا تھا کہ اب وہ اس کے مقابل بیٹھی کسی کمر میں بیٹھی
اس نے مطلق خاتون اور چینی خاتون میں ڈانٹن محسوس کیا۔ چینی خاتون کا طرز و رویا نے اور چھوٹے
کی ہوتی ہیں جبکہ مطلق خاتون نہ صرف دو آواز اور زانہت ہوئی ہیں۔

شہزادی ساہوچی کی رخصتی کے وقت بھی پورا شاہی خاندان اسرار اور زرد ماحول میں تھا۔
موجود تھے۔

قلعہ کے باہر کاشتری بھی ہی سے قطاریں باندھے اپنی شہزادی کی رخصتی کا منظر دیکھنے کے لیے
ہو گئے تھے۔

پہن لٹک کے قلعہ کو اس لیے بھی مانتا تھا کہ شہزادہ کی کیا تھا کہ اس کے گرد ہر جہاز اور
فیصلیں تھیں۔ وہاں موجود افواج کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ بیگلر کو یہ تمام حالات معلوم تھے اس لیے
اس نے عہدہ اٹھایا تھا۔

شاہ کے وقت شہزادی کی رخصتی کا جلوس ترتیب دیا گیا۔
سب سے آگے سرچوڑوں پر کامیاب شہزادہ اور بیٹی باجہ جات تھے۔ اس کے بعد ۵۰ چٹوڑاں اور
کے آرائش کا سامان تھا۔ پھر ۵۰ چٹوڑوں پر شہزادی کی شہنشاہ اور اس کے سوار نے دایاں

عیاش نہ تھا بھراب تو وہ سن رسیدہ ہو گیا تھا اور اس کے بیٹے جوان ہو گئے تھے۔

بات واصل ہو چکی کہ چنگیز خان نے شاہی خاندان کی ایک خاتون کو اپنے عقد میں اس لیے طلب کیا تھا کہ اس سے بچوں کے خاندان کی تدریس اور توجہ پر قادر بنے۔ خاندان میں اس کا غور و نظر پیش پیش ہو کر رہ جانے لگا۔ چنگیز خان نے اس وجہ سے اس رشتہ کی مخالفت کی تھی مگر شہنشاہ بچپن میں اس کی سبک نہ دے گا تھی کہ وہ چنگیز کے معاہدہ کو رد کرے ایک خاص جنگ کو دعوت دیتا۔

چنگیز خان صبر کے بعد بڑے بڑا دل سے لڑتا تھا۔

شہنشاہ بچپن کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دایہ نے اسے قاتل کر دیا۔ ایسی کاجا ہوا نمازہ لگایا تھا۔ اس سے زیادہ گزر چکے تھے۔ اس کا گھر سنہ پور کی طرف تھا۔

نکاح اور انجمن کے زمانہ میں چنگیز خان کا مزاج ایک دم گرم ہو گیا تھا۔ اس کا گرم ہونا اس کے لشکر کے لیے اطلاع نہ تھا۔ چنانچہ اس طرح لشکر نے ان کا پیلا ہوا سامان سمجھا کر روک دیا۔

چنگیز خان کا غصہ بڑا اچھا رہا تھا مگر وہ ہنسنے کا علم میں نہیں تھا۔ وہ نے بیکار نہ رہتا بلکہ بڑے تھکنے سے حالات کا مشاہدہ کرنے اور دیکھ کر اپنے لیے کچھ کوئی حکم صادر کیا کرتا تھا۔

اس نے زہری تاجدار کے پاس اپنا قاتل بھیج دیا۔ وہ یہ فریاد کر رہا تھا کہ اگر شہنشاہ بچپن نے شاہی خاندان کی ایک خاتون کو اس کے عقد میں دینے سے انکار کیا تو وہ بیکار کیا ہو گیا۔

کر لے گا خواہ اسے اس میں کچھ نقصان نہ ہو تھا۔ اس نے چنگیز خان سے دوبارہ جنگ شروع کرنے سے پہلے ایک اور تیر فرما دیا۔ خاندان کی لگائی طرف روانہ کیا۔ اس کا مدد کے معاملے کو دوسرے دن اس نے ایک اور قاتل اس کے پیچھے روانہ کر دیا۔ اس طرح مسلسل سات دن تک ایک ایک خاندان کی لگائی طرف بھیجا جاتا رہا۔

یہ قاتل ایک ایک بعد دیوگے شہزادی ماو چو کے ہاتھ سے ہلے گئے جو کچھ روز پہلے ان کے کھلے سے روانہ ہو چکا تھا۔

شہزادی ماو چو کی بیوی چنگیز خان کی عروسی تھی۔ مگر وہیں پہنچا تو نقل نشکر کی اس کی آن بان اور شان دیکھ کر حیران رہ گئے۔

چنگیز خان کو دین کے ہاتھ سے آنے کا شرف بھی تھا۔ اس نے اپنے خاص ارادہ کو وسیع مالاں بھی فرمایا۔ کوئی تاجدار کی شہزادی کے ساتھ آنے والا سامان حفاظت کے ساتھ خیموں میں رکھا دے۔

چنگیز شہزادی ماو چو کے استقبال کے لیے وہ خود اپنے خیمے سے نہیں نکلا بلکہ اس کے خیموں کے باہر

کھانا نہ لگا کر دے ہوئے اپنی سوتیلی ماں کی بیٹریاں لگا۔

دین کو سردی سے آگاہ کر اس کی دیکھ بھال کے ساتھ جو اس کی سیدیاں تھیں، غصہ خاص میں پہنچا دیا گیا، جسے جلد عروسی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ چنگیز اس غصہ میں اپنی بیٹی کو ذلیل دین سے ملاقات نہ کیے گئے تھے۔

حبیب علی شہزادی کے ساتھ آنے والا تمام مال اس سبب اس کے لیے زبردات کے جو اس وقت اس کے جسم پر تھے، اس کی شکر میں اس طرح تقسیم کر دیا کہ جس طرح مال غنیمت بانٹا جاتا تھا، حالانکہ یہ تمام سامان شہنشاہ بچپن نے شاہی خاندان کی ایک شہزادی کے جیسے میں دیا تھا اور اصل طور پر اس سامان پر شہزادی ماو چو کا حق تھا۔ لیکن خوں میں تو اب چنگیز خان کے "بابا" کا قانون رائج تھا جس کی شد سے ابھر سے حاصل ہوئے۔ اس لیے اس پر جبر نہ کیا گیا تھا۔

شہزادی ماو چو کی سب سے بڑی شکست یہ تھی کہ وہ ایک خاص جنگ کی تیاریاں جو شہزادہ چو کی تھیں ان کا ناقص ہو گیا اور اب شکوے مستقر یعنی قراقرم واپس جانے کی بات ہونے لگی۔

اس دوران چنگیز خان نے حکم دیا کہ وہ تمام تہذیب جس میں شکوے کے ساتھ پہنچا رہا تھا، اب کوتر تیغ کر دیا جائے۔

پہلے صحرائے کدے کے قندیلوں کے چمغ کو تھوکر دیا گیا۔

مجھے یاد ہے وہاں اس سماں کا کوئی جادو نظر نہیں آتا۔ مگر ان میں اس پر بریت کا یہ بیان کاٹھ ہے کہ خوں کا قاتل تھا کہ وہ قندیلوں میں سے ہر مندوں کا طوفان اور خوں کو ایک کر کے باقی سب کو تھوکر کر دیتے تھے۔ اس لیے کہ اس وقت تک خوں کے یہاں غلاموں اور کیریزوں کے رکھنے کا کوئی رواج نہ تھا۔

اس طرح کے واقعات عموماً اس وقت پیش آتے تھے جب بعض لشکر کسی بڑی اہم سفارت ہو کر اپنے گھروں کو واپس جاتا تھا۔

ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ قندیل قاتل کے عالم میں ہزاروں میل طویل جزیرہ آؤں کو لگنے پر طے بھی کر سکتے تھے جس کے بار خوں کا قاتل تھا۔ چنانچہ انہیں قندیل سے آزاد کرنے کے بعد اسے خوں میں قندیل سے

بہا آ کر دیتے تھے۔ لیکن اس طرح بھی کوئی برائی نہ تھی۔ غصہ بیکار ہے۔

شہزادی ماو چو کی اسانی جانوں یا بڑی بھری کھینچوں کی کوئی اجیت یا قیمت نہ تھی۔ ان کی خواہش تو یہ تھی کہ قندیلوں کو واپس لے کر انہیں اپنے دیو دیوں کی چڑا گاہوں میں تبدیل کر دیں۔ جلد خفا کے بعد

ختم کر دیا۔

دراصل شہنشاہ کے حوصلے اس قدر بہت ہو چکے تھے کہ وہ جیکب خان کا ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار تھا۔ اور اس کے صلہ میں یہ چاہتا تھا کہ یہ بھٹے ناگانی پیر بن کر کلک لا رہ نہ کرے۔

مطلق الملک اس بار بار مطالبہ پر زوریں تاجدار نے سالہو چو کو دامن بنا کر جین کی تقریباً ایک سو تھائی دولت کے ساتھ خفست کر دیا۔

ایک ہدایت کے مطابق پہلی شہزادی ساہو چو کو مطلق الملک کے حضور میں ایک ہفتہ یا ایک مہینہ تک بار بار انھیں نہ ہوئی۔

میرزا گلبدن بیگ۔

میں شہنشاہ! بری بیٹی، شہنشاہ ہمالیوں کی بہن اور شہنشاہ اکبری پھو بھی ہوں۔

میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ شہزادی ساہو چو پر ایک ہفتہ یا ایک ماہ کے دوران جو کیفیت گذری، اگر وہ پرگردی تو یا میں اس غم اور ذلت میں اچھی ماں سے گزر جاتی یا پھر بے خبر کے سامنے اس بڑے شہر میں، جس میں جیکب خان تھا، شہنشاہ اور جس کے دھماکے پر دن رات یہاں کی انکھیں اس کی آہ کے انتقام میں جی رہی تھیں، میں سوچہ پا کر اس خبر میں گیس جاتی اور خبر اس کے سہیے میں آتا تو جی یا اس کے خبر کا نشانہ بن جاتی۔ اگر اس میں دوسری بات کا اعان زیادہ تھا۔

لگے۔

سے جاری شہزادی ساہو چو کی کچھ نہ کر کہ اور اس وقت اس میرزا خان میں صرف اپنا خون ملاقا رہی، پھر ایک رات اس کے خواب میں بدبو بچن برا چاہا، ہمارا کھلی۔

مطلق الملک کا ایک خون شہزادی کے خیمے میں داخل ہوا اور پھر صوبہ لیسو میں بولا:

ہمارے گا جیکب خان نے جی شہزادی کو طلب کیا ہے۔
ایک دینی جو ایک ملک کی شہزادی جی تھی، اسے پتہ نہ تھا کہ شہزادی کی طرف سے بھٹے جانے کا یہ انداز کس قدر تمیز تھا، جبکہ وہ نہ تو متفقہ رسم و رواج سے واقف تھا اور نہ اس وقت تک اسے کسی صورت نے وہاں کے رسم و رواج کی تربیت دی تھی۔

مطلق الملک نے فرسے کہتے تھے کہ انہوں نے ملک ختم کیا، بعض شہزادوں کو سار کے اس طرح زمین کے برابر کر دیا ہے کہ اگر اس باتا شدہ شہر کے ایک سر سے دوسرے سر تک گھوڑا دوڑایا جائے تو اسے کھانا پکے ہو کر نہ ملے۔

پہلی شہنشاہ نے جیکب خان کی ہر خواہش پوری کر دیا تھی، اس نے اپنے افسوں کے لیے تحائف مانگے، جو ایک خواہش نہ تھی بلکہ ایک نفاذ کا حکم تھا، جس کا مطلب تھا کہ:

"اگر تو یہ حکم مانگے تو ہم پھر وہاں آکر تہہ سے تہہ شو کو تاراج کریں گے۔"
شہنشاہ اپنے شہزادوں کا تاراج پر پہلے ہی پریشان تھا، شہزادہ راج نہ ہونے سے بلکہ انہیں زمین کے برابر کر دیا گیا تھا۔

شہزادوں کا اس درباری کو اگر چشم تصور سے دیکھا جائے تو انسانی زمین کے تار پتے پتے پھیلنے لگتے ہیں۔ جس کے شہنشاہ یعنی زوریں تاجدار کے تصور میں ہی خوف ہو گا جس نے اسے مجبور کیا کہ وہ مطلق الملک کو اپنے سرداروں میں تقسیم کرنے کے لیے اس قدر غیر تعداد میں تحائف بھیجے جسے گاؤں و سمور میں نہ کر سکیں۔

جیکب خان کا شہنشاہ سے تحائف طلب کرنا دراصل اس سے ایسا رخسار یا اور سرداروں کی نظروں میں نہ ملے، خواہ کرنا تھا۔ چنانچہ جب تحائف سے بھرے ہوئے چھوٹے دارالسلطنت بن کر لگے سردار نہ ہونے کو ہر ایک زبانی پر ایک ہی جملہ تھا:

"ان پھلوں میں میں شہنشاہ ہیں کا دھارا و غلطی مطلق الملک کے دربار میں بھیجا جا رہا ہے۔"
اور یہ بات جیکب کو بھی مطلق الملک نے ان کے ختم کرنے کی نیت کو ایک پھیلی انگلی سے خیر نظر سے دیکھا اور حکم دیا:

"ان تمام تحائف کو مطلق دستوروں کے سرداروں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

چین کے زوریں تاجدار اس کی تعریف اور ذلت سے شاید جیکب خان کا قدر گیزر مطلق نہ ہو اور اسے زور زور سے تاجدار سے اس کے تخت و تاج جیسی قیمتی چیز طلب کر لی۔ یہ بھی تمام دعوں کی عزت اور تخت و تاج کی حرمت۔

اس طلبی کے لیے اس نے بری نظر لی جس کا نام لا۔ اس نے شہنشاہ کو لکھا:

"اگر مطلق اور بی بیوں میں صلح ہی ہوتی ہے تو تب ہی غافلانہ ایک عورت میرے غنڈی دی جلتے۔"

یہ بھی ایک نفاذ کا تاراج اور پھر جلال و عہد تھا۔ چین کے زوریں تاجدار نے اس مطالبہ پر بھی ہر قسم

شہزادی سا بوجی کا معمول دل خلید کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔ اس لیے اس نے نہ تو اپنے والے کو کوئی جواب دیا اور نہ اس پر صبر بھی کیا۔

”ہمارے آقا نے یہی شہزادی کو طلب کیا ہے۔“

مغل ارغون نے اسی رسم سے دوبارہ مطالبہ کیا:

”اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔“

شہزادی کا طرف سب اچھا کوئی رد عمل نہ ہوا۔ ارغون نے شہزادی کی خاموشی کو اپنی توہین خیال کیا اور سخت لہجہ میں بولا:

”جہیز شہزادی کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں مغل اعظم کا تان باغی ارغون ہوں۔ دس دس گیارہ گیارہ ہزار سوار میرے ایک اٹھارے پانچ ہزار عیسویان کر دیتے ہیں۔“

آپ میرے آقا کا حکم نہ مان کر ان کی اور میری توہین کر رہی ہیں۔ آپ خود سے میرے حاقہ جانے پر تیار نہیں تو میں آپ کو زبردستی اٹھارے گاؤں گاؤں۔“

اتنا سننا تھا کہ شہزادی سا بوجی جو پہلے ہر سہی سادی معلوم ہوتی تھی اور جب چاہے مغل ارغون کی باتیں سن رہی تھی، ایک دم تڑپ کے اٹھی جگہ سے اٹھ اور کہتے ہی دیکھتے شعلہ آگ پر گری ہوئی راس نے اپنے بائیں سر کے کسی حصہ میں چلیا پتھر یا ساجھڑا سا بھجور کا لالا اور نیر کے جھتے جھتے چراغ کی روشنی میں اسے چمکاتے ہوئے بولی:

”اوش غلام! تجھے حرات کیسے ہوئی کہ جہیز شہزادی کو اٹھلے بٹلے کا نعرہ دے گا۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ کوسا پاک اور نواز و دین تیرے آقا کا امان ہے۔ میں لوٹ کا مال نہیں کہ تیرے ہاتھ میرے جسم کے نشیب خزانہ کو ٹٹول سکیں۔“

کاش اس وقت تک لنگ کا قلعہ ہوتا تو میں شاہی غلام کو کھلم کھلا دیتی کہ شہزادی سا بوجی کے ہم کو چھوٹے کے قصور کا پاداش میں تیری دونوں آنکھیں نکال کر تجھے ہمیشہ کے لیے اندھا کر دیتا۔“

تندرتیز اور گھبراہٹ سے شہزادی سا بوجی کو واقعہ ایک معمولی سی بات خیال کیا تھا کہ جب اس نے اسے آٹھ سے اٹھوڑا یا تو ہوش ٹھکانے لگنے۔

”جہیز شہزادی....“

اس نے ٹھٹھکانا شروع کر دیا:

”میں نے تو آپ کو مغل اعظم کا حکم ماننے کو کہا تھا کہ آپ خود بخود....“

”جہیز جہیز گستاخ!“

شہزادی سا بوجی بچہ پڑی:

”تو ایک ادا کردار! جہیز کی شہزادی اور مغل کی بیوی کو کھلم دینے والا کون ہو سکتا ہے۔ میری نظر دل کے سامنے سے دور ہو جاوے نہ میں یہ سچتر تر سے سینے میں انا کر دوں گی۔“

ارغون اور زیادہ گھبرا گیا۔

ایک طرف چنگیز خان کا حکم، دوسری طرف جہیز شہزادی کا غصہ۔ اس کی جھج میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کہے اور کیا کرے۔

اب اسے یہ فکر بھی لگ گئی تھی کہ شہزادی سا بوجی کو چنگیز خان سے اس کی شکایت نہ کرے۔ پس اس نے عقد تہنہ انکار اختیار کیا:

”شہزادی عزیز! میرے کہنے کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا۔ میں تو آپ کے لیے آقا کا یہ پیغام لکھ کر....“

”جانکل مانجیے۔“

شہزادی غصہ سے کاپ رہی تھی،

”اپنے آقا سے جانکے کہ وہ کہہ کیا تو نہ جہیز کی شہزادی سے اس لیے شادی کی تھی کہ اس کے جسم کھ ترے غلام اپنی آنکھوں کے سامنے سے نہ لگ سکیں۔“

ارغون، شہزادی سا بوجی کو مزید کوئی جواب دینے بغیر چپ چاپ چلے سے نکل گیا۔ پھر جب وہ چنگیز خان کے شعیب واصل پورا تو اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

چنگیز خان اس وقت تنہا تھا۔ اس نے اپنے سردار کو دیکھتے ہی غصہ سے گھبرا کر دیا تھا کہ اس کے پاس اس کی تھی تو نہیں آ رہی تھی۔

ارغون کو شے می تھا آتے دیکھ کر وہ جھٹکا۔

پھر اس کی باتیں گھومنا وہ جو کہ شہزادی کی طرح دھڑکا:

”جہیز نے ایک کام سے میرا آقا۔“

”جی ہاں۔“

ارغون مردہ آواز میں جواب دیا:

”میں کاپ ہی کے کام سے لگتا تھا۔“

چنگیز خان چند لمحوں کے اندر گھبرا کر شہزادی ارغون کے کچھ بیان کر کے کھلے کھلے کہہ کر کھڑا ہوا۔

چنگیز خان کا ماں پر چڑھا۔

”اد پائل“

وہ گرجا: ”تو جواب دینے کیوں کرتا رہا ہے کہیں تو نے کوئی حماقت تو نہیں کی؟“

”جی ہاں آقا“

ارخون کا بورا بدن تھرتھانے لگا:

”مجھے سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔“

”غفلت۔“

ادو چنگیز خان سفید منہ کی منہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا:

”تجربہ آسمانی درجوں کی مار ہو، کہیں تیرے آٹھ شہزادی کے جسم تک تو نہیں پہنچ گئے؟“

”نہیں آقا۔“

ارخون نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا:

”میں اس حد تک تو گستاخی نہ کر سکا۔ لیکن اگر شہزادی مجھے زندہ رکھتی تو میرے ہاتھ اس کی کمر تک

مزدور پہنچ جاتے۔“

”تیرے ہاتھ ان ہاتھوں کو جسم سے الگ کسے تیرے غم کے لپو لنگھواؤں گا۔ یہ کتنا ہوا چنگیز خان

اپنے غم ان نائیچے سے نکلا۔“

ارخون بھی اس کے پیچھے ہوا۔

چنگیز خان نے بیرونی آواز سن کر تڑپ کر پوچھا:

”کون ہے؟“

”میں ہوں آپ کا غلام۔ آپ کا غم۔“ ارخون کا آواز گھبراہٹ سے تھا۔

”تو کیوں آ رہا ہے؟“

چنگیز کا غصہ ابھی کم نہ ہوا تھا:

”کیا تجھے اپنے سر کی فکر نہیں؟“

”آقا۔“

ارخون نے جلتے ہوئے کہا:

”نہیں اس لیے آ رہا تھا کہ شاید شہزادی کو میری نادانی پر رحم آجائے اور میرا رحمت رہ جائے۔“

”تیرا خیال غلط ہے اور تیرے“

چنگیز خان نے کہا کہ میں کجا بخیر کھینچتا ہوں:

”کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ شہزادی تجھے معاف کر دے گی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا بزرگ نہیں۔ میں میری

ایمان توں کو ڈیوڑھی لگا دوں گا جس کا اوپر سے پورے کے گھڑے ہو کر اپنی موت کا انتظار کر رہا۔“

چنگیز خان نے غصہ دبا کر کہا کہ میں اس کا دانت دے دوں تو رے پڑ سکوں جو کہ شہزادی کا بچے کے چھکے ہوتے

ہم بڑھا دیے۔

شہزادی کی خدمت پر چنگیز خان نے صرف ایک کینڑ مقرر کیا تھا۔ دن میں وہ کینڑ شہزادی کے ساتھ ہوتا

ورنات ہوتے ہی شہزادی اسے خست کر دیتی کہ کیا پتہ رات کے کس پر اس کے خوابوں کا شہزادہ اس کا

بیٹا شہر پر چنگیز اس کے پاس آجائے۔ مگر اس کا یہ خیال ایک ماہ سے خیالی ہی رہا تھا۔ چنگیز نے قبول کر

ہوا اس کا رخ نہ کیا تھا۔

”ساجم آج اس کا خیال حقیقت کا روبرو دھار رہا تھا۔ وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی کہ ایک ماہ

بڑی بد بختی ہو چکی ہے۔ وہاں کے ساتھ اس کے غم کی طرف آ رہا تھا۔“

شہزادی ماہی نے کئی بار اپنے غم سے چنگیز خان کو پستے پستے دھڑکے دیکھا تھا۔ اس نے ملے کے

بڑھتے ہوئے انداز سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ مرانے چنگیز کے اوپر کی نہیں ہو سکتا۔

چنگیز خان نے دھڑکے شہزادی کے غم میں داخل ہو گیا چونکہ وہ رات میں اسے شہزادی کی پشت

نظر آ رہی تھی جو اس کے گتے سے چلی یہ نہ لکھا کہ کھڑی ہو گئی تھی۔

چنگیز خان نے غم میں داخل ہوتے ہی اپنے خیال میں بڑے غم میں کہا:

”شہزادی! مجھے بہت افسوس ہے۔“

اس کا غم بڑھ کر ہونے کے باوجود اس کا غم شہزادی چنگیز کی طرف سے اس نے پٹ کر چنگیز خان کا

دیکھا۔ پھر ایک عالم غایت میں بولی:

”میرے آگے میرے ساتھ۔ آپ کس بات پر افسوس کر رہے ہیں؟“

”اس بات پر جو آج تمہیں پیش آئی۔“

چنگیز نے اس کی حرکت سے نہیں کہا:

”کیا یہ بات کس عادت سے ہے؟“

شہزادی نے چھکائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

میرے ساتھ تو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا میرے دل پر:

اس نے بھیگتی ہوئی آواز میں جواب دیا:

”ہاں ایک عرصہ غمزدہ چل رہا ہے اور وہ یہ کہ میں اس وقت شمنٹا ہول کے شمنٹا: ”جرات“ شہنشاہ کے پیکر، سنگول قوم کے آقا اور منشی، علم کو اپنے غم میں دیکھ رہی ہوں۔“

کیا یہ دیوتاؤں کی سرکاری فائیس کہ اس نے میری کارڈوں کے پیکر کو میری دعاؤں کے صلے میں دیا ہے۔“

جگلین خان کو پوری بات معلوم تھی اس لیے اس نے شہزادی کی باتوں کا اتنا ہی مطلب سمجھا اور پھر کہہ رہا:

”تو کیا تم نے اس مسئلہ کے بارے میں کون سا فیصلہ کر لیا ہے؟“

میرے ساتھ میرے آقا:

شہزادی کو پیکر بولا:

”کسی کی بات ہے کہ وہ میری طرف اٹھ کر چلے۔ میں حکومتِ خٹا کا خٹار اور دنیا کے ظلم ترین نا“

جگلین خان کی آواز میں:

”میں اس قدر رازدار ہوں کہ حفاظت کرنا جانتا ہوں۔ اگر کوئی اٹھ کر چلے گا تو میرے بدن کی طرف“

بڑھے تو میں اسے تسلیم کر دوں گی۔“

”تو پھر... تو پھر وہ اتنا اپنی کسی غلطی کا اعتراف کر رہا تھا؟“

جگلین خان لہجے میں بولا:

”میں نے تو اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔“

”اس تو ان کا شمنٹا ایک غلط فہم و غلط کام تھا۔“

شہزادی نے مضامین کرتے ہوئے بتایا:

”اس نے کہا کہ میرے آٹھنے آپ کو طلب کیا ہے۔ میں خاموش رہی۔ اس نے یہ بات بھی دہرائی۔“

”میں پھر بھی اس خیال سے خاموش رہی کہ میں یہ نہیں یہ کون ہے جو جرات کی بات کر رہا ہے۔“

میری خاموشی کو دیکھ کر شہزادی نے بڑے غور سے اعلان کیا کہ اگر میں اس کے ساتھ نہ لگتی تو وہ مجھے“

زبردستی اٹھا لے جاتا۔“

اس پر مجھے شین آگیا اور میں بخیر کھینچنے کے اس کے سامنے ہو گئی۔ میں نے اسے صاف الفاظ میں بتا دیا

کہ اگر اس نے ذریعہ تاحید کے بغیر رادھل ہنٹم کی آواز کو جھوٹے کی کوشش نہیں کی تو میں بخیر اس کے سامنے“

جگلین خان حیران نظروں سے شہزادی کو دیکھ رہا تھا۔

”شہزادی ماہی“

اس نے بے یقینی سے کہا:

”کیا تم نے تو ان کا بھی کوئی واقعہ یہ جواب دیا تھا؟“

”میرے ساتھ“

شہزادی نے فی الفور کہا:

”کیا آپ جی شہزادی کو اس قدر سے غرت سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے جسم پر کسی غیر کو اٹھانے دے گی۔“

اپنے موقع پر تو صرف ہی ہو سکتا تھا کہ وہ اپنا اور دوسرے کا جان ایک کر دے۔ آبرو پر قربان ہو جائے، یہ“

تو مدت کا اولین فریضہ ہے۔“

”شہزادی۔ میں نہیں بتا سکتا“

جگلین خان نے بڑے غصے سے کہا:

”مجھے یہ معلوم کرنے کو بھی ہوئی کہ جیسا کہ تم کہتے ہوئے شاہی ایوانوں میں ابھی غرت کی چند“

جگلین خان باقی میں:

اور شاید جی شہزادی ماہی کا یہ اظہار غرت ہی تھا کہ جگلین خان میں سا بڑا ہونے میں سنگول اس وقت“

ملک شہزادی کے لیے کہ شہزادی کا شرف بخت ستارا جب تک کہ میں یہ ہے بخیر ان کے ذریعہ تاحید“

اپنا دارالطہفت چھوڑ کے جاس لیا ہے۔ اس خبر نے اس علاقے کی سیاست کو ایک بار پھر بھڑک“

دکھ رہا تھا۔

جگلین خان بچھے کچھ بولے جیسا کہ مسلسل ناست و مارا کرنا اور جو محض ان گزرنے پر نشتا میں“

اپنے مستحق کارن داجس جلا جاتا تھا کہ یہ پچھلا موقع تھا کہ وہ اس موسم میں داجس جلا جاتے تھے“

کھارے ڈیسے والے پڑا تھا۔

توجہ دیتے ہیں۔ یہ بات اس کے معمول کے خلاف تھا اور اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اس بلا اس کے ارادے کے خلاف

مطلع صاف نہ ہو جائے۔

چنگیز خان کا کسی جگہ جتنا اچھی اطلاع نہ ہو سکتی تھی اس جگہ کے دوران شہنشاہ چین نے اس کا اپنے

افسردوں کے لیے تحائف منگوائے۔ اس کے بعد ایک چینی شہزادی کو اپنی زوجیت میں دینے کا مطالبہ کرنا۔

یہ ایسی باتیں تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سال دہائی جانے کے بجائے شہنشاہ سے جبراً چار شہزاد

کو ساتھ لے کر اپنے محلے پہنچے۔ لیکن وہ اپنے محلے کے لیے اٹھا کر کے۔

پھر اچانک اس نے حکم دیا کہ تمام گرفتار شدہ قیدیوں کی گودیں اڑادی جائیں۔ یہ وہ آخری کا اٹھا

چنگیز خان اپنی واپسی سے پہلے کیا کرتا تھا۔

وہ اپنے لشکر کے ساتھ ان بھوکے پیاسے قیدیوں کو اپنے علاقوں میں لے جانا خوش متحجب تھا اور

انہیں قیدیوں کی اور قیدی حیات دونوں سے آزاد کر دیتا تھا۔

چنانچہ قیدیوں کے اس قتل کے بعد محل لشکر کو بے یقین ہو گیا کہ اب ان کی واپسی میں کوئی بات

عالمی نہیں ہو سکتی۔ مگر اچانک ہر بات کی کہ:

”چین کا زری تاجدار اپنے صوبے سے بڑے بڑے لوگوں کو گلی میں چھڑ کر مغرب

کی طرف چل گیا ہے۔“

اس خبر پر انشاہ کے محلے میں واپسی کے لیے چھڑوں پر سامان کو دے گا کام روک دیا گیا۔ چنگیز خان

کی شہزادی ساوچی کی طرف بھی ہوتی نظر میں مگر گیس اور اس کا رخ بین گنگ کی طرف ہو گیا۔ پھر منگو کے آقا

نے حکم دیا:

”مطہ وادرا متھا کر و۔“

یہ قول غلطیوں کے سبب لیا جاتا ہے مگر زیادہ امکان ہے کہ یہ خود چنگیز خان کا قول تھا۔ اس سے

پہلے اور بعد میں کوئی دوسرا معنی ایسا نہ پیدا ہوا جو چنگیز خان کی بہادری اور صفات و ذمات کو پہنچ سکتا

اس لیے یہ کنادرست ہے کہ یہ قول بھی اسی ذہن ستم گراور لرزہ زدہ جہاں کا تھا جس نے بعد قید کے تمام

اصولوں کو جھٹلا کر اپنا ایک الگ مذہب اور دستور بنایا۔ جس کا نام تھا:

”یاسا۔“

منظوم کی اس سورتی کتاب میں درج ہے کہ:

”جب کوئی اہم فیصلہ کرنا ہو یا کسی اہم فیصلے میں کوئی دقت پیش آ رہی ہو



”تیرے شک میرے آقا۔“

قلیبا خان نے شخص کے جواب دیا:

”اس تاخیر کا میں ڈرے دار ہوں مگر میری جمعی قوی۔“

”کیا جموری تھی تمہیں۔“

”چنگیز خان کا بچہ صفت ہو گیا۔“

”کیوں آنتا انتظار کر رہا تم نے۔“

”مداصل سے جا سوس کے اقبال پر مڑنا اگیا تھا۔“

”میرے آقا!“

جا سوس نے بڑی بے باکی سے جواب دیا:

”خوش سے یہ گستاخ و اصرار آپ کے حکم کی تعمیل میں ہوئی۔ آپ نے مجھے میرے فرائض سمجھتے ہوئے

مختی سے ناکہ کی تھی مگر میں مشتاقہ جیوں کے دربار سے ایک دن غیر حاضر نہ رہوں۔ حکمت کا کوئی صورت میں بھی

مرد چھوڑوں۔“

”جیتا بچہ جن سرکار دربار میں کماحقہ انقلاب آئے اور گزرنے لگو میرے قدم شاہی دربار میں حاضر ہاں سے

باز نہ آئے۔ میں واقعات کو اپنے ذہن میں محفوظ کرنا رہا اور اب جبکہ میں نے غم کو کیا کر دیا و رفتہ رفتہ

ہو گیا ہے اور دربار میں غم ناچنے کا یہ مفید نہ ہو گا تو پر لگے لگے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔“

”بہت خوب!“

چنگیز خان خوش ہو گیا:

”تم نے تمہارا انتخاب سعادت کے لیے درست کیا تھا تم پر پورے اترے۔ اس کی جہن خوشی ہے۔“

”اجنبات تفصیل بتاؤ کہ وہ کیا کمالات تھے جنہوں نے مشتاقہ جیوں کو بن لنگ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔“

”میرے آقا!“

قلیبا خان نے اطمینان سے کہنا شروع کیا:

”مکمل شہ کا زور میں تامل دار گاہی طرف بڑول ہے تو دوسری طرف اس کا دانا بہت تیز ہے۔ بن لنگ کے

قلو کا یہ کام تھا کہ جب عقل مشکوکا میں ہوا تو زمین ناچار راہ کو یہ اطمینان ہوا تھا کہ آپ اس مرتبہ میں سابقہ

روایت کے مطابق لوٹ مار کر کے اور دولت میں کرا دیاں جا رہے ہیں اس نے ملحق بن لنگ کے علاوہ تمام

مسما قلعوں کا زمین پر قبضہ کر کے مکمل دیدیا۔ جو لوں میں زور شور سے بھرتی ہو گئی اور بن لنگ کا حقا



میر ایک دن چنگیز خان کا وہ جا سوس واپس آ گیا جسے زمین چنگیز خان نے مشتاقہ جیوں کے دربار میں اپنا

نمائندہ بنا کے رکھا تھا۔

”شہزادی ساہواری کی شادی کی تمام رسومات اس نمائندہ نے ادا کی تھیں مگر وہ شہزادی ساہواری کے ساتھ

واپس نہ آ رہا تھا۔“

”یوں تو چنگیز خان میں ایک بے رحمی تھی جس کی وجہ سے اب تک اطمینان نہ ہوا تھا پھر جب

اس کا خاص جا سوس اس کے خیمے میں اچانک داخل ہوا تو چنگیز خان کے تعلق اور غریب سلوٹوں سے لبریز چہرے

سے اچانک مسکراہٹ جھانکنے لگی۔“

”مجھے بتا رہی انتظار تھا قلیبا خان!“

چنگیز نے جیسے اپنے جا سوس کا استقبال کیا:

”شک تو ہو؟“

”بالکل شک ہوا آقا۔“

قلیبا خان نے سر جھکا کر عرض کیا:

”آپ نے غلط کیا کہ کیا اور میں حاضر ہو گیا۔“

چنگیز خان نے جھٹھا ہوا سوال کیا:

”قلیبا خان! کیا تم نے اپنے میں دیرینہ کی بہت انتظار کرنا پڑا ہے۔“

کے لیے تھی اور فیصلے بنا شروع ہو گئیں۔

میں ان باتوں کو خود سے دیکھ رہا تھا اور اس نتیجہ پر پہنچ کر شاید زہن تاجدار خود کو اس کا دل بنا گیا تھا۔
 کہ کھٹکتا پڑھ کر محسوس میں وہ قلم بردار کے لڑنے کے بجائے میدان جنگ میں کھڑے آوروں کا ستارہ کر کے
 اس کے انداز اور لیے میں آ کر سترہ تھا اور نہنگت پیدا ہو کر اچھا لکھا ایک آپ کے حامد نے یہ ننگ کے
 دبا رہا میں ستر کے ٹپ سے بھائی سے مخاطب کیا:

”تمام مخلوق کے بارشاد اور ہمارے ساتھ چلیجی زخاں نے بیٹا کو بچا ہے کہ ہمارے اور قہری کڑائی
 کے متعلق ایک قہری کیا رائے ہے؟

دراپے سے اٹھ کر ٹوٹنے کے خال کے مارے ہوئے سرے تنہا میں ہیں۔ میں واپس جانا ہوں کیونکہ
 تم میرے افسوں کو تھامنے سے خوش کیے بغیر واپس جانے دو گے؟“

آپ کا یہ بیٹا ہم دو کئی کے پردے میں ایک ٹھنڈی دھکی تھا اور زہن تاجدار نے اسے انہی امن میں
 سمجھا۔ تمام وہ کئی تھی جبکہ چھوڑنے کے لیے کسی طور ماہر نہ تھا۔ اس کے بیٹوں، ان کے خاندان کے محل اشخاص، فوج
 کے سرداروں اور تمام دانشوروں نے اسے سمجھا کہ چلیجی زخاں کا شکر تھا ہوا ہے۔ اس کے سپاہی واپس جانا،
 چاہتے ہیں۔ پس یہ جنگ کے لیے بہترین موقع ہے۔ چینی فوجوں کو قلعہ سے باہر نکال دے اور خوں پر جھل کر کے
 ہولنہ کے لیے اس قلعے کا مدد بل کر دیجیے۔

لیکن — ٹھنڈا ہونے اپنے سرداروں کے مشورہ کے خلاف چینی کے جہاں میں غصے ادا کر دیے اور
 جب آئے تھے شاہی خاندان کی ایک شہزادی کو اپنے قید میں لانا تو شہزادی ما پوچی کو وہ صوم و دعا سے اس وجہ
 سے معذرتا میرے آگے....

چپ ہو جاؤ تھیں؟

چلیجی زخاں نے اپنے جاسوس کو ڈانٹا:

”کیا تو یہ سمجھتے ہو کہ تیرا ان کا بول سے تم سے تیرے ساتھ اندر کر دیں گے۔ تیرے پاس کتنے کیلے
 کوئی خیالات نہیں تھی تو ننگ لکھ کا بار چھوڑ کے کیوں آیا۔

”تم تو یہ بھی جانتے ہو کہ زہن تاجدار اپنا تکتا دھج پنے لیے کے چل کر کے چلا گیا ہے۔ اس سے
 آگے کچھ کرنا چاہیے تو کہہ۔ درہند پیپ پیچ سے نکلا جا۔“

جاسوس خوف سے اڑ گیا اس نے کہا:

”بڑے سٹھلی ہوئی میرے آقا۔ میں تم کا کہہ رہی خبریں اب تک خبر کا ہمیں نہیں پہنچیں....؟

”یہ تو دوری غلطی کر رہے تھیں انماں؟

چلیجی زخاں کا جواب ایک دم نرم پڑ گیا:

”خونے یہ کیوں سمجھ رہا تھا کہ تیرا کھانے پڑا ڈوڑھے میں وعشرت کے مزے لوٹ رہا ہے۔ یاد رکھ
 تھیلیا۔ سنی بادشاہ جاگتا ہے۔ اس کی رعایا سو رہے۔ اگر بادشاہ خود سو جائے تو رعیت اس سے نجات
 کر دیتی ہے۔“

مخلوق کا متعلق ننگراں کے لیے کچھ ہے کہ اس کا بادشاہ دیکھنے میں تو ننگراں کے ہمیں ہے گراں کا دل، داغ اور
 ذہن سب کے سب دشمن کے خوں میں جھانکنے پھرے ہیں۔

بچہ کتنے میں رہ رہتا تھا؟

تھیلیا خان نے تجاہت سے کہا:

”میں نادان امی باپ کا توں کو کمر طرح سمجھتا ہوں؟“

”تو پھر کتنے لگا تھیں؟“

چلیجی زخاں نے ایک بار پھر اسے ٹوکا:

”میں نے زہن تاجدار کے بیان جانے کے بعد کے واقعات بتا۔ کسی تمہید کے بغیر خاص حقائق بیان کرے
 ”بڑے تیرے میرے آقا۔“

اور جاسوس نے ایک جھرجھری کے کرکنا شروع کیا،

”جس وقت ٹھنڈا ہونے اعلان کیا کہ وہ ننگ کے کھاتے جو ن ستر پر تیار کیے گئے جا رہے تھے تو
 جیسے کے میڈیون ننگ کے مکان اور خاندان کے سرسیدہ امرا میں سمیت بے چینی پیدا ہوئی اور ان کے

ایک حد نے زہن تاجدار سے لڑائی کے اسے سلفیت خفا کے وقار کا واسطہ دیا کہ وہ ننگ نہ چھوڑے وہ
 ملک جہر میں نجات ہو جائے گی لیکن ٹھنڈا ہونے کی کئی زانی اور مات الفاظ میں کہا کہ یہ نہیں ٹھنڈا ہونے کے
 حکم کا وجہ کہ مکتبہ کے اور اس پر بار کوئی بات نہ کی جائے....“

”تمہید اس کے علاوہ کچھ اور بھی کہنا ہے۔“ چلیجی زخاں نے سرت اوج میں پوچھا۔

”صرف ایک بات اور کہنا ہے میرے آقا۔“ تھیلیا نے عرض کیا۔

”کوئی خیالات....“

چلیجی زخاں کو متفرک آئی تھا:

”مسلو اور میری نظر دے دو رہ جاؤ۔“

”میرے ساتھ“

نیلپانے جواب میں بتایا:

”خدا شاہ کے دارالسلطنت سے نکلے ہی بناوت ہو گئی۔۔۔۔“

”نکل جاؤ میرے لوت سے۔“

چنگیز خان شہر کی طرف دوڑا:

خود جیوسی کے نال میں جیوسی جوتے کے بار میں ہم دھرم آدھی بھیجیں گے۔

چنگیز خان کو نیلپانے اپنے من سے بہت مایوسی ہوئی تھی۔ جس روز نیلپانہ کو معزول کیا گیا، اسی دن چنگیز

کے ایک لکھی یا سوس نے اسے اطلاع دی:

”ملک خدا کا خدا شاہ اپنے محل کے لوگوں کو ساتھ لے کر بھاگا ہے۔ وہ اپنے ملک

کے قلب کو اس طرح خالی نہیں کرنا چاہتا تھا کہ بن کے ملک میں بادشاہت کا حول

بھی نہ رہے، اس لیے اس نے شاہی خاندان کے سب سے ہم درکن یعنی ملکہ

کو وہاں چھوڑا ہے تاکہ اس کی رعایا کو تسلی رہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ بن کے ملک کی حفاظت کے لیے وہ ایک طاقتور

فرج بھی چھوڑ گیا ہے۔۔۔۔“

اس کے بعد دوسری خبر یہ آئی کہ:

”پرانی امر (کو جس فقرہ لغوی کا اندیشہ تھا وہ شروع ہو گئی ہے، بعض سپاہی

جسٹین شہنشاہ اپنے ساتھ لے گیا تھا وہ اس سے باغی ہو کر رہتے ہیں

واپس آئے ہیں اور ادرادھر چکے پھر رہے ہیں۔“

چین کے دارالسلطنت میں ایک طرح کی بناوت شروع ہوئی تھی۔ اس موقع پر چین کے اعلیٰ افسر

امرا، شہزادوں اور غلامان سلطنت نے چین کی روایتی ”تسم کھانے اور حلف اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

اس تسم کھانے کا طریقہ یہ تھا کہ جو لوگ قومی روایتی تسم کھانے کے لیے تیار ہوتے وہ لوگوں پر جمع ہو

جاتے اور بادشہ ہونے کا اعلان کرتے۔ پھر سب ایک بادشہ ہوتی یہ لوگ وہاں سے نہ جاتے ان کے کھانے چہیتے

اور شہنشاہ کی کامالین سرکاری طور پر کیا جاتا۔

اس طرح کے سلف اور تسم کا اعلان ہوا کہ اور پراس وقت ہوتا تھا ملک خدا پر کوئی شہنشاہ کے حکم کا حضور

ہوتا تھا۔

چنگیز خان نے ملک خدا پر حکمران کے اسے بہت زیادہ نقصان پہنچایا تھا کہ شہنشاہ نے حلف یا تسم کھانے کا اعلان نہیں کیا تھا۔

دراصل چین کے ذہن بجاہدار نے شروع میں چنگیز خان کو کوئی اہمیت نہ دی تھی اس کا خیال تھا کہ جیوسی کا کرداروں کا نشانہ رہیں کر کہ دیکھا اس لیے اس نے حلف یا تسم کھانے کا ضرورت محسوس نہ کی تھی لیکن جب ضرورت محسوس ہوئی تو وہ ملک چھوڑ کر ہی بھاگ گیا۔

اب ملک کا حفاظت اور کاروبار و سلطنت چلانے کا اور اچھو عوام پر ان بڑا تھا۔ ان عوام میں شہزادے تھے ملک کے دانشور تھے۔ امرا اور اعلیٰ مسکن تھے۔ فوجی اعلیٰ افسر تھے اور اعلیٰ سپاہی بھی تھے۔ اب ان میں کوئی بڑا چھوڑا نہ تھا۔ انہیں حکم دینے والا بھی کوئی نہ تھا۔ وہ خود ہی حکم اور خود ہی ملکہ تھے۔ ان سب کا مقصد نصب العین اور اعلیٰ نظر ایک تھا اور وہ یہ کہ وہ ملک خدا کے دغاوار ہیں گئے اور دشمن سے جنگ جاری رکھیں گے۔

اس طرح تسم کھانے والوں کا یہ گروہ جس میں ہر پیشہ اور ہر کسب فکر کے خاندانے شامل ہوتے، وہ شنگر زین، کنگ کی سب سے بڑی شاہراہ پر جمع ہوتا تھا اور عباداتی نیلے آسمان کی طرف سب سے شاہک دیکھتے رہتے کہ کب بادشہ اور ان کے سر عینیں تاکہ وہ گڑ گڑا کر تسم کھائیں اور دعا مانگیں۔

دوسرے سب سے کہہ خاندانہ گروہ دس دن کی مسافرت کے لیے آسمان تلے ڈھار ان لوگوں کو کھانا اور پانی دینے کے لیے جاتا تھا جو بندہ خدا کے گڑ گڑا کر تسم کھانے کے لیے ہوتے تھے اور ان میں جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ ان کے اشارے پر مہیا ہو جاتی۔

دس دن کے بعد ان کی سکاٹا اور جھلم ایساٹ کے پانی برما کے بڑے محل میں پوری بارش ان کے کھلم ہوتے سروں سے گرنے لگتی۔ کپڑے اور جوتے تک پانی میں غرا ہو کر گئے گروہ مصیبت اپنی اپنی نگہ ڈٹے اور بچے تھے۔

پھر اس بارش کے دوران چینیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کی آواز بلند ہوئی: ”ہم صدقہ دل سے تم کو کھاتے ہیں کہ ہم کہنا خداؤں کے ولی خدا اور امرا کا ساتھ دی گئے۔“

اسے آسمان سے برسنے والے پانی کی تعاری تسم کا گواہ رہنا۔ پھر تسم سے سامنے حلف اٹھاتے ہیں کہ ہم شہنشاہی خاندانہ کے دغاوار ہیں گئے۔

ہمارا تاجدار ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے مگر ہم دشمنوں سے جنگ جاری رکھیں

گئے۔ اسے آسمان سے رہتے ہوئے پانی! تو ہمارا گواہ رہنا۔
 بیٹھتے ہوئے چنبیوں کی اس قسم کا ایک عجیب رویہ ہمارے چین کے شمشادہ والی دھک کے ملک و قوم کو
 بے سارا چھوڑ جانے سے عوام و بزرگ و اشراف پر ضررہ اور بے دل ہو گئے تھے اور ان کی تمام سیاسی بارہ و فوٹو کو
 جسے کسی نے سلب کر لیا تھا مگر چینی قوم کے نام نہوں نے جس دن یہ قوم کھائی اسی دن دھواں روں کی پرانی اور
 جاگتی روح جل جیسے سے سرے سے بیدار ہو گئی۔ ان کے پیلے چہروں پر سرخ دھو گئی اور گول میسے بارہ
 گردش کرنے لگا۔

ادھر چینی رعایا اور خاندان حکومت میں ایک نئی قوتِ ثقل پیدا ہوئی اور دوسری طرف بگڑے شمشادہ
 ایک اور بڑی حرکت کی۔
 خود ساختہ معزول اختیار کرنے والے شمشادہ نے ایک نامحد کے ذریعے ایک شاہی فرمان بھیجا جس
 میں صرف ایک جملہ لکھا تھا:

ولی محمد شہزادے کو مارے باس! مسجد بنائے۔
 فرمان کے پیشے شمشادہ والی دھک کے متعلق تھے اور کیا دھک لکھا تھا:
 "اسمذمان پر فوراً عمل کیا جائے۔"
 چین کے مامور اور جبری سپاہیوں نے اس فرمان کی سخت مخالفت کی! ایک نے کہا:
 "ہم ولی محمد کو جنوب میں نہیں جانے دیں گے۔"

دوسرے نے کہا:
 "شمشادہ جانے کے بعد ہی مدہی ہمارا شمشادہ ہے۔ ہم اپنے شمشادہ کو کیسے ہلا کر سکتے ہیں؟
 شمشادہ نے ہم سے بے وفائی کی ہے۔"

ایک اور مامور جس کے خون میں زیادہ گرمی تھی پہنچ کے بولا:
 "پھر ہم اس کے دنا وار کیوں رہیں۔ زمان چارو کے چھک دیا جائے۔"
 ایک ہوا ناس اس سے بھی زیادہ چلا تھا، اس نے پلک کے کامد کے آتھ سے فرمان چھین لیا اور
 اس کے پڑنے کے لیے چھوڑا اڑا دیے۔

ہم شمشادہ کے ٹکڑے کی بابت مدہی نہیں کر سکتے۔ ولی محمد ہمارا شمشادہ ہے۔ ہم نے بارش میں ننگے
 کر کھڑے ہو کر اس سے دنا دار کائی شمشادہ ہے۔ ہم اس مدہ سے کیسے چھو سکتے ہیں؟
 پھر غمناک بڑے بڑے امرا، جرنیلوں اور دانشوروں نے رول محمد سے درخواست کی کہ دعا پر طبیعت

کے لیے تازہ احکامات جاری کریں۔

شہزادہ بڑے چودھا مارا خاندان میں گھڑا ہوا۔

"آپ کو لڑنے جو حکم کیا درست کیا ہے۔"

اس نے بڑے دلکب سے کہا:

"میں اس سے پورا اتفاق کرتا ہوں مگر ہم سب نے دیوتاؤں کے سامنے شمشادہ سے دنا داری کی
 قسم کھائی ہے اور اس کے ہر حکم کو بحال لے گا۔ عہد کیا ہے پھر ہم شمشادہ کے فرمان کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں۔
 ہم دیوتاؤں سے کیسے ہمدرد کر سکتے ہیں۔ مجھے جنوب میں اس کے پاس جانا ہو گا۔"

ولی محمد یہ کہہ کر مچ گیا۔

امروں، دزیروں اور فوجیوں کے چہروں پر ہوا مانا اٹھنے لگیں۔ وہ حیرت اور بے بسی کے عالم میں ایک دوسرے
 کا منہ دیکھ کر دھک دھکے۔

ولی محمد مامور۔

کمن سال چنبیوں نے کہا:

"آپ ہیں پھر جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ آپ دھک خفا کے تیز رخشاں ہیں۔ آپ چلے گئے تو ہر طرف اذہب و
 پھیل جائے گا۔ ہمیں راستہ کن دکھانے کا۔"

پھر یہ نہ ہو گا۔

شہزادہ نے دھک بھرے لیے میں جواب دیا:

"ہمارے ذرا شمشادہ سے دنا داری کے بعد سے ہندھی ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں تو ہم شمشادہ کے حکم سے
 مڑنا نہیں کر سکتے۔ میں اپنے مدہی نوٹوں کا کام کرنا چاہتا ہوں تو اپنی مرضی سے جو چاہو کر سکتے ہو۔
 شمشادہ ہی اپنے کمرے سے دھواں اور طوفان کے باوجود پندہ نہ نکلے نہیں دیکھی جاتی۔ شمشادہ میں
 رہا کیا کہ لب بند اور صافستیں مغلطہ جو بجاتی ہیں۔ نہا کے ہر حکم کو خدا کی مکرمان کے اس کے سامنے رکھنا
 ہی دنا داری تھا حال ہے۔"

عقرب یہ کہہ کر شمشادہ میں اسراؤ کی نفی ہو جاتی ہے۔ دوسرے حکمائے کے علاوہ اور کچھ سوچا ہی
 نہیں کہتے۔

دوسرے دن ولی محمد کے ساتھ جانے کے لیے صرف تین سپاہی تیار ہوئے جس کے ساتھ دین لنگ
 سے روانہ ہوا۔

ولی حمد کو کسی نے الوداع نہیں کہا کسی کی آنکھوں میں اشک نہیں آئے۔ ولی حمد کے جانے کا انصاف تو سب کو ہوا مگر نصیب کسی کو نہیں آیا حالانکہ وہ اس سے بوجھ سکتے تھے کہ:
 اسے جلاوطن ہے! تو نے جس قلعہ میں آنکھ کھولی جس ملک کی تاب دہانے تجھے جسم کی
 پر دروغ کی اور بہن بیاروں کی نعمتوں اور مبتونہ نے تجھے عزت و دنیا دیا تو ان سب سے
 اس لیے مزبور ملے کہ تجھے ملک شہنا اور تلوین کلسکے کے دریا میں موت مستعد تھی
 نظر آتا ہے!"
 مگر کسی نے زبانی نہ کھولا اور بہت بے حد سب ولی حمد کو جانا دیکھتے رہے!



ملک شہنا کا شہنشاہ ہو یا ولی حمد اور حرف ملک شہنا کا ہی کیا تمغہ! بادشاہوں اور ولی حمد کی ولادت ہی
 ایسی ہوتی ہے کہ جب ملک پر کوئی نصیب آتی ہے تو یہ رعایا کو نصیب کے حوالے کر کے خود کسی محض نظام
 پر پہلے جاتے ہیں۔
 پھر یہ نصیب گھروں کے گھر صاف کر کے ہزاروں کو معمول و معذور کر کے چلی جاتی ہے تو وہ رعایا
 پھر اس اہلٹے گھر سے ملک میں اپنی بادشاہت کا دعویٰ جتانے والی آ جاتے ہیں۔
 طعن کی بات یہ ہے کہ معصوم اور بھولی رعایا انہیں پھر اپنے سروں پر اٹھا لیتی ہے۔ اسے کہتے
 ہیں بادشاہ گردی اور بادشاہ پرستی!
 مگر اس دفعہ معاملہ الٹا ہو گیا۔

شہنا کے شہنشاہ اور ولی حمد کے چلے جانے کے بعد تلوین کلسک میں شہنشاہ کی جو باتیات رہ گئیں
 ان میں شاہی خاندان کی چند خواہشیں، عوامی مسائل اور زمینیں تھیں جنہیں شہنشاہ نے خود اپنے ساتھ لے جانا تھا۔
 دیکھا اور ولی حمد کے ساتھ انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔

شاہی خاندان کے رخصت ہوتے ہی رعایا نے ایک تقی کروٹ لیا۔
 جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ ہر طبقہ حکمران کے نامہ عدل سے موسلا دھار بارش میں گھرے ہوئے ہر قسم کی
 صفی کہ وہ ولی حمد اور ملک و ملت کے نفاذ دار ہیں گئے۔ اب شہزادہ تو نا پید ہو گیا صرف ملک و ملت
 باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ پوری رعیت نے یک زبان ہو کر ملک و ملت سے رشتہ توڑا۔ اس رشتہ نے

انہیں نیا عزم اور ولولہ دیا۔

وہ بہتہ لموا کی طرح ملک و ملت کے نام پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے پاس زورِ فاع کی کمی تھی اور نہ افروزی قوت کی کمی۔

جسٹیشن نے اپنے طور پر ایک مجلس عمل قائم کی اور بڑے بڑے سرداروں میں انتظامی اور عسکری ذمے داریاں تقسیم کر دیں۔

فوری طور پر چند نوجوانی دستے تیار کیے گئے جو کہ کوئی تھے کلہوڑے میں نوہویں کی تعداد کم از کم ۲۰ ہزار تھی اور یہ دستے تیار میں ۲۰ سے زیادہ تھے۔ اس طرح جیٹوں نے ہزاروں کے اندر چار لاکھ فیوج میڈان میں کھڑی کر دی۔

فرح کے یہ دہستے ناشتی نہ تھے۔ پس انہیں خوری فوجی کاروائی کا حکم دیا گیا تاکہ مغلوں کا خاتمہ کیا جاسکے۔

بکلیگر خان نے اپنی داد بالکے وقت جگر بکگر کاغذ و ستے قمر کے تھے۔ اس طرح اس نے اکہد و بچن سے زیادہ نوبی ہو کر قائم کر دی تھی۔ ان کو کس میں ختم منقول ہو رہی تھی۔ کیا تاہم دم گھوڑے بزم تیار رہتے تھے۔ ان میں سے دو ماہر نے دلے چھوٹے بڑے واقعات و حالات کی خبریں بکلیگر خان کو دوا دے کر دی رہی تھی۔

چین کے وفادار مارنے بجائے بھائی تھی وہ ان کی کڑھائی تھی۔ چینی فوجی دستے بقیہ واراں بن کر محض محافظ دستوں اور چوکیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ وہ اہم قندرجوش وغیرہ سے (اڑے) کر محض فوجی حیران و پریشان رہ گئے۔

مخلو کی تعداد بہت کم تھی اور چینی میں میس ہزار کے ٹڈی دل سے حملہ آور ہو رہے تھے جس کے نتیجے میں مغلی حکمرانوں کا صفا بھونگا اور ان کا مت بھائی نقصان ہوا۔

ان وفادار چینی دستوں کے ہاتھوں سب سے زیادہ تباہی یام ڈنگ کے شہزادوں پر پڑی۔ چینگیز خان کے چینی پرستوں سے پہلے یام ڈنگ کا علاقہ دیوار چین کے ماتحت سامنے تھا اور اس کے حکمران شہزادے غنشاہ

جیسی کے باجگزار تھے اور دیوار جیسی کے عمارت کھاتے تھے۔
پھر جب مغلوں نے جیسی پر حملے شروع کیے اور دیوار جیسی بھی ان کو نہ روکی مگر تو کیا دھنگ کے ان

شہزادوں نے پیچھے شہزاد خان کی چاری کر لی۔
پہلے افسران شہزادوں کے بہت خلاف تھے اور انہیں ہند کر گئے تھے۔ اب جو صوبوں میں غمخوار تیار

کے علاوہ مغل پرچم میں ایک انسانی کھڑی سی لنگتی تھی جو بہت کا نشان تھی۔

مغلوں کے اسی جھنڈے کو دیکھ کر بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ یہی حال چینیوں کا ہوا۔ کہاں تو وہ بڑی بہادری سے یا ڈشتر اور ان کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور کہاں یہ خوفناک جھنڈا دیکھتے ہی ان کے ہاتھ سست پڑنے لگے اور ہر کام چھوڑ دیتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود ہی پسپا ہونے لگے اور یہ جنگ کے جتنے علاقے پر ان کا قبضہ ہوا تھا وہ سب آزاد کر دیا گیا۔

دوسری طرف چنگیز خان کا معنی دستہ جیسا کہ آج بھی کے متضاد ہیں روادیاں تھا اب وہ دھوکا دشمن کے ملک میں گھس چلا جا رہا تھا۔

چینیوں پر مغلوں کی اس قدر دہشت گردی تھی کہ مقابلہ کرنا تو درکنار مغلوں کو دیکھتے ہی سر پر پیر کر کے بھاگ نکلتے تھے۔

مغلوں کے اس دستے کے راستے میں صرف وہ سیٹی یا جنگل مافی ہوتے جنہوں نے پہلے نہ تو مغلوں کو دیکھا تھا نہ ان کے بارے میں کچھ سنا تھا۔

مغل دستہ ان کا ڈوں کو مہلتا اور مانتا کرنا ہوا اگلے ہی آگے بڑھتا رہا۔ انہیں راستوں کا کوئی علم نہ تھا صرف یہ بتایا گیا تھا کہ شہنشاہ مغل نے اپنے ہوانگ کو فرات بھاگ گئے ہیں یہ دستہ مارنا کا مٹا اور ڈاڑھ بڑا اسی دریا کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پھر انہیں ایک ایسا پہاڑ نظر آیا کہ مغل پرانے لگے۔

یہ پہاڑ نیچے سے اوپر تک جھلک جھلک رہا تھا۔ بالکل سرخ جیسے جیسے کے وقت دور پار سورج کی کرنیں پڑ رہی ہوں اور لہریں تھیں جھلک رہی ہوں یا جیسے جیسے ہوتی رت پر زرد کرنیں جھلا رہی ہوں۔

پہاڑ کا یہ نظارہ بڑا دلچسپ تھا۔ مغلوں کو اپنا وطن یاد آیا۔ مغل ڈاڑھیں گھول گئیں۔ سینکڑیں بریدیں میدانوں پر جب سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو ایسی ہی جھلکناٹ پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے یہی دیکھتے ہیں جہاں چھ ماہ تک بارش سورج چمکتا ہے اور رات کا ذخیرہ انہیں جھینا۔ پھر رات شروع ہوتی ہے اور چھ ماہ تک وہاں رات ہی رہتی ہے۔

مگر قدرت کا یہ انتقام ہے کہ اس رات کے دوران اتنی روشنی ضرور ہوتی ہے کہ انسان آسانی سے مل پھر سکتا ہے اور اپنے کام کو انجام دے سکتا ہے۔

یہ جنگ لگنا ہوا پھر دراصل "ارتق" کا تھا مارتق یا ابر کی دراصل ایک چیلنگ تھی تار چیز ہوتی ہے جو

اس طرح نہ یہ تار کان سے لٹکتی ہے کہ جیسے پاز کے پرت۔ لیکن یہاں کسی کان کے بجائے ابرق کا ایک چھوٹا سا پہاڑ تھا جو وہ چوبیس بجلیک جھلک رہا تھا۔ چوبیس سورج سے بلند ہوا تو لوہا کی زمیں بھی جھلکا اٹھی۔ کچھ زمیں پر بھی ابرق کچھ ابر تھا۔

دو اصل مغلوں کا یہ دستہ اس جنگ کے وقت پہنچا تھا اس لیے اس منظر سے لطف اندوز نہ ہو سکا یہ منفرد اور دلخیز منظر تھا۔

مانے جھلکانا باریک انداز میں پرکھ کر پوئی ابرق بھی جھلک رہی تھی۔ اس میں جھلک میں اس وقت اور بھی زیادہ اٹھتا ہوا جب مغلوں نے دیکھا کہ چند منٹ کے بعد جو بولے ان کا لڑت رڑھ ہے میرا۔

یہ جو بولے اس علاقے کے جنگی باشندے تھے جو پہلے تمام جرن پر ابرق کے دور کا جھانے ہوئے تھے۔ آٹھ لوگوں میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ ان کا رنگ سیاہ، آنکھیں مضبوط، جسم گٹھا ہوا، لکڑی سے جھڑا تھا۔ مرد یا عورت کسی کے جسم پر کوئی لباس نہ تھا صرف مردوں اور عورتوں کے بچے دھڑکے تھوڑے جھونکوں کی کیلے

بچوں سے ڈھانچا گیا تھا۔ اور یہ پتہ بھی کہ ڈور سے بندھے ہوئے تھے بلکہ معنی اور پر ہی اوپر چمکا دیے گئے تھے۔

دھمک کا پی ہونے کے باوجود ان جنگی عورتوں کے چہرے بہت مزید نظر تھے۔ ان کی آنکھیں بڑی بڑی اور روشن تھیں۔ سیاہ بال ان کے پروں تک گھٹنے تھے اور ان میں سے شمار چوڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ان کے گم کے گارڈ اور مضبوط تھے۔

ہر جنگی مرد اور عورت کے ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے تیر کا نہ تھے لہذا ان کی کانیں کا نہ انہوں پر اور دیا نہیں تھیں کا مطلب تھا کہ وہ پڑا میں ہیں اور رہیں ہی جائیں۔

قریب پہنچنے کے بعد وہ اپنے تیر کا نہ زمین پر ڈال دیے۔ یہ ان کی اہمیت کی نشانی تھی۔ مغل جو انہیں آتے ہوئے غور سے دیکھ رہے تھے اور دھڑکے کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے جب ان کی ہتھیار ڈالنے دیکھا تو

ان کے خوفناک چہروں پر مسرت نمودار ہوئی۔ وہ بولے مگلوں کے یہ تو خدا کا مٹی بنی بڑے۔

مغلوں کی اس پہنچنے پر جنگی مرد بھی خائف ہوئے اور ہنسنے لگے۔ اس وقت ان کی عورتیں میری کی تعداد دو تین کے قریب تھیں کہ ان کے چہروں اور لیے تو بچے مغلوں کے ماننے کا کڑی ہو گئی۔

پھر ہر مغل کے قریب جو عورت کھڑی تھی اسے اپنے پیٹ میں دبوچ لیا اس پر جنگی بہت ہنسے۔ شاید یہ ان کی خوشی کا اظہار تھا۔

زبان کا مسند یہاں بھی در پشیر ہوا۔

پڑ رہی تھی کہ علاوہ جگہ جگہ جانوروں کی کھوپڑیوں کے اندر کوئی سیال مادہ بھرا ہوا تھا اور جل رہا تھا جیسی تھے
 پڑ رہے بودار دھواں اٹھ رہا تھا۔
 پھر منیات شروع ہوئی۔

اس وقت میں کھانے کے لیے گوشت اور پینے کے لیے شراب تھی گوشت پر تم کے چوپایوں اور
 مردوں کا تھا اور یہ سب برہان تھا۔ یعنی ہر جانور کو ایک رنگ اور ہر جنس کو ایک رنگ تھا۔ مردوں اور چوپایوں
 کو بے بال پر اور کھال کے بھونکا گیا تھا۔ نلک یا کسی اور قسم کے معاملے کے استعمال سے یہ جنگل خفا
 ہوا کرتے تھے۔

گوشت چھوننے کے لیے قریب ہی ایک اور الاؤ ڈھک رہا تھا۔ وہاں سے مسلم پرندے ساؤ چوبائے
 وہاں کر کے بھیجے جاتے جنہیں نخل پر ٹھہرایے جانا اور پھر پڑنا شروع کر دیتے۔
 شراب کھڑی کی بڑی بڑی کٹھالیوں میں بھری ہوتی تھی جو کھڑکی سے بیٹوں اور کھوپڑی میں پی
 جا رہی تھی۔

شاید یہ سب تیرہ قسم کی شراب تھی کہ نخل توڑ دی پی پینے کے بعد بدست ہو کر جنگلی مردوں اور
 مردوں کے تاج میں شربت ہو گئے اور انے سب سے اچھے پرانے لگے۔
 دھن کے دہلے مراد اور دھن میں لاس تے بال کے نیاز تھے۔ انوں نے ہم کے کسی بھی حصے کو
 اہلنے کا تکلف نہ کیا تھا۔

جب نشہ اور دھن میں شدت پیدا ہوئی یعنی نخل رگ رگ رانی تو ان ناخن والوں اور دالوں نے
 اپنے لیے نخلوں سے نخلوں کے ٹپے چھانڈ کر انیں بھی نخل پرانے کر دیا۔
 زنہ کے رات کی سب تک یہ سب نخل دھن پرانے اور شراب لٹھائی جاتی رہی۔ پھر مردوں نے
 مردوں کے ہاتھ پڑے اور انہیں لے کر کھوپڑی بڑی چھوپڑیوں میں گھسے گئے۔ لطف کی بات یہ تھی کہ
 ایک ایک چھوپڑی میں کئی کئی خوشے داخل ہو رہے تھے۔

ان کی دیکھا دیکھی نخلوں نے بھی یہی حرکت کی مگر ان کی چھوپڑیوں میں داخل ہونے کے بجائے وہ اپنی
 ہند کی صورتوں کو لے کر اپنی جگہ میں آ گئے اور وہاں بھی تک اودھم مچاتے رہے۔ پھر جو بے خود ہو کر
 صوفے ترشا ایک ایک گھسے گئے ان کی کھوپڑیوں میں آ گئے۔

شام کو شاید انہیں ایک دم خیال آ گیا کہ وہ شہنشاہ ہیں کے عقاب میں سے بھی گئے ہیں۔ یہ خیال
 قسم قسم کے انہوں نے اپنا مختصر مال جانوروں پر بار کیا اور تیرہ سی سب کی طرف روانہ ہو گئے۔

زبان یا من ٹکی من ٹکی نام۔

مگر جب اچھی زبان دلے آپس میں ملتے ہیں اور باتیں بھی کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے سلام لیتے ہیں
 چونکہ اس وقت سنا نہ تھا اس لیے وہ دونوں طرف سے اشاروں کا تبادلہ ہوا۔ جنگلیوں نے وحشی مخلوق کو رات کی
 دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔

رات ہوئی۔ جنگلیوں کا ایک کھانا نخلوں کو بلائے گئے یہ ان کی جگہ کا میں آیا۔ یہ لوگ پہلے ہی تیار تھے
 چند آدمیوں کو حفاظت پر بھیج دئے باقی تاکہ تمام بھیدوں سے مسلح ہو کر ہر گھر کے ساتھ ہو لیے۔

یہ تمام کا تمام علاقہ جنگلی تھا مگر وحشت دور دور تھی۔ زمین پر بے شمار جڑواں تھیں جنگلیوں کی
 بہت زیادہ دور نہ تھی۔

یہ جنگلی ایک کھلے میدان میں رہتے تھے جہاں بھوس کی گولی گولی ہو پڑا تھا۔ کچھ چھوپڑی اور کچھ بڑی
 یہ چھوپڑیاں کسی ترتیب میں نہ تھیں بلکہ دور دور تھیں۔ شاید وہ لوگ ایک دوسرے کے قریب رہنا پسند
 نہ کرتے تھے۔

ان چھوپڑیوں کے قریب بڑے میدان میں ایک بڑا الاؤ روشن تھا جس کے گرد وہاں کا تمام آبادی
 بیٹھی تھی۔

یہ تمام مراد وہ دھن تھے جسے آگے اور پیچھے دو دو کیلے جتے چکے ہوئے تھے۔ یہی ان کا
 لباس تھا۔

ان جنگلیوں میں دو آدمی جتنے مسلم ہوتے تھے جن کے سروں پر سیلنگ اور پوں کا تاج تھا نخل اور دھن سب
 ان کے سامنے جاؤ گا۔

یہ دونوں گہرا کوٹھے ہو گئے۔ اسی وقت ایک جنگلی دوڑا ان کے پاس آیا۔ اس نے اپنے دونوں ہڈیوں
 کو نہ جانے کیا کہ وہ دونوں مردوں کے سامنے کون سا جنگلی گئے۔

مظہر دانتے ایک نڈھار ٹھہر گیا اور دونوں کو باری باری گلے ملائے۔ جنگلیوں اور وحشیوں کی دوستی
 کا مظاہرہ تھا۔

زمین پر چٹائیوں کا فرش تھا۔ نخل اور جنگلی دونوں طرف سے سامنے بیٹھ گئے۔ جیسے ہرے الاؤ کی

رواگی میں اتنا تیزی دکھائی کہ اپنے سیریاؤں سے بڑے جھلیکوں سے بھی نہ ملے جو دوسری شب کی نینت کے انقطاع میں ملے چوتھے تھے۔
 جس طرح یہ مثل رستہ شمشاد جبین کے تعاقب میں تھا اسی طرح شمشاد جبین کے جاسوس اس دستہ کے تعاقب میں چل رہے تھے۔



شمشاد جبین کو معلوم ہو گیا تھا کہ جیکب زناں اپنے وطن جانے کے بجائے جبین پر پھر حملہ آور ہوا ہے۔ اور اس نے شمشاد جبین کو قناری کے لیے ایک فوجی دستہ روانہ کیا ہے۔
 چنانچہ شمشاد جبین بھی اپنے جاسوس چھوڑ دیے تاکہ وہ تعاقب میں آنے والے خلوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں اور ان سے شمشاد کو باخبر رکھیں تاکہ وہ اپنی حفاظت کر سکے۔
 پھر جب شمشاد کو معلوم ہوا کہ مثل رستہ دیا نے ہوا ملک کو ایک پہنچنے کو ہے تو اس نے فوراً اپنے دشمن بادشاہ کے جاسوس قادیجا کو کہہ اس سمیت میں شمشاد کو پناہ دے۔
 جبین یعنی ملک شاد و حصوں میں تقسیم تھا:

جو علاقہ دریائے ہوا ملک کے شمال میں تھا اس پر چینیوں کا حق (کنٹرین) خاندان مکران تھا۔ جس کا شمشاد وائی ملک اس وقت بھاگ کے دریائے ہوا ملک کو کسٹار سے آگے کا تھا۔
 اس دریا کے جنوبی حصے یعنی جنوبی جبین پر سوگ خاندان کی حکومت تھی۔ شمال اور جنوب کی یہ دونوں سلطنتیں صدیوں سے لڑتی چلا کرتی آ رہی تھیں۔ یہیں ایک کوشکست ہوا تو کبھی دوسرے کو مکران میں سے کوئی دوسری قسمت یعنی دریا پار کر کے علاقہ پر اپنا قبضہ بٹھار نہ کر پاتا اور آٹھ تھامیں بچ کر اپنی جگہ پر زیادہ دیر برقرار نہ رہتی۔

سلطنت کن کا ناصر سلطنت سوگ کے دربار میں پناہ کی درخواست لے کر پہنچا تو وہاں کا شمشاد بہت خوش ہوا اور اپنے پرانے دشمن کو فوراً پناہ دے دی۔

شہنشاہ حسین وانی ملک دریائے ہواٹ کو بار کر کے اپنے بیٹے یعنی ولی ممدار دوسرے محلے کے سلطنت کو مل گیا۔ پنا گزین ہو گیا۔

چنگیز خان کا تعاقب کرنے والا کورستان حالات سے بے پروا دریا سے ہواٹ کوئی طرف آگے بھاگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

اس دستہ کے رستے میں جنگیں بھی ہوئیں اور پھر بھی آئے لڑکوں کی تعداد کم نہ ہوئی۔

ماڑوں کا سخت دم تھا۔ قاضی بھاڑوں میں دو ٹھنڈے ٹھونڈے راستے نکلتے رہے۔ انہوں نے بھاڑوں کے کنارے کو تیز بھاڑوں کی شاخوں کو زبردستی سے باغ و بادھ کو روک دیا۔

دراصل قاضی دستہ کے ساتھ ایک آدمی اور دو لڑکے تھے۔ ان کا راجہ اپنے لشکر سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ گروہ غور و شہنشاہ کا تعاقب کرتا رہا۔

یہ ان کے آقا قاضی کے قتل کا حکم تھا۔ انہیں ہر صورت میں اس حکم کی تعمیل کرنا تھی۔

شہنشاہ حسین نے چائے پنا ملک شیش کرلی قاضی کے خونوں کی کو شش بھری تھی۔ چنگیز خان نے اس تعاقب کو بے سود خیال کرتے ہوئے دیر سواروں کو جو بھول کر بیٹھا کہ وہ تعاقب کرنے والے دستے کو تلاش کر کے واپس لے آئیں۔

جب یہ دونوں سوار اس دستے کے پاس پہنچے تو وہ دریائے ہواٹ کو کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ اپنے آقا چنگیز خان کا حکم پلٹے ہوئے دستے اپنے متفرق گھروں واپس ہوا۔ اس واپس میں اس دستے کو جنوب کی سرحد حکومت کے کئی شہروں کا چھانچا گیا تھا۔

چنگیز خان نے اپنے خاص ارچون بھی فغان کو لڑی (دھن) کی طرف روانہ کیا۔ وہ وہاں پہنچ کے خونوں کو تیلنے کے اس دفعہ دھن واپس کیوں نہ آئے اور اس وقت کیا کیا کرتے نمایاں ابھارے رہے۔

ہیں اور کس محل میں ہیں!

چنگیز خان نے اپنے دوسرے ستودہ سواروں کو بھاڑوں کے شالی خانے کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ یہاں وہ کچھ اٹھوا کھٹا رہا۔

یہ خیال دیکھ کر ارچون کے ساتھ تقریباً ۲۰ ہزار سواروں کا لشکر بھرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ لشکر بدھ سے گزرا تو ان کی آبادیوں میں تلخ ہوتی۔ اگرچہ بدھ اپنے چھاپے اپنے ٹھکانے چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ یہ

مسلوں کی ویت کا آخر تھا۔

ارچون سواروں کی بھارتی اس دوران چنگیز خان کو اپنے اور شالی تین کے بارے میں بہت کم معلومات فراہم کیں۔ بندہ میں دن اند کو قاضی چنگیز خان کے پاس پہنچا تو وہ سوال کرتا:

”سودائی نے کیا پتا کیا ہے؟“

”سودائی بھارتی نے پتا کیا دیا ہے کہ۔۔۔۔“

قاصد پوٹوں پر زبان پھرتے ہوئے بتایا:

”لشکر کے تمام گھوڑے تندرست و توانا ہیں اور گروہ گھوڑوں کی جگہ تو اتنا اور تندرست گھوڑے مل کر لیے گئے ہیں۔“

”شالی خان کا کیا حال بتایا ہے اس نے؟“ چنگیز خان لڑکے کو پوچھا۔

”شالی خاتون بالکل امن ہے۔“

قاصد لاہروانی سے جواب دیتا:

”سودائی بھارتی کو گروہ کے لیے کی ضرورت نہیں پڑی۔“

اور کئی خاص بات؟“ چنگیز خان پیچ بڑھتا۔

”نہیں۔“

قاصد نفی میں سر ہلاتا دیتا:

”اور کچھ نہیں کیا سودائی بھارتی کرنے۔“

”پھر تو کچھ لے آئیے؟“

”سودائی بھارتی نے اپنے آقا کی حیرت معلوم کرنے سے پہلے ہی مجھے۔“

”نہاؤ دو سوار بھی لے آؤ۔“

اس طرح سودائی بھارتی نے کچھ بار چنگیز خان کے پاس قاصد بھیجے۔ گروہ بھارتی گھوڑوں کی صحت کے بارے میں بتانے کے اور کچھ نہ کہے۔ اس پر چنگیز خان کو بے زعفرہ بھی آیا۔ اگر اس نے سودائی بھارتی کو دیکھا۔

”یہ عجیب گروہ تھا۔“ شالی خاتون غائب ہونے کے بعد سودائی بھارتی چنگیز خان کے سامنے پہنچا تو اس نے اپنے آقا کو تندرست ضرور دیکھا۔

سودائی نے بونے میں بیٹھ کر چنگیز کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ چنگیز خان چند لمحوں کے لیے تیز

نظروں سے گھورتا رہا۔ بحرِ کرمیت میں دیا سنت کا؛
سودا بی: مجھے فضائل کا سالِ اسلام کرنے کی یہ سبالی تھا۔
جی ادا تھا۔

سودا بی نے انتہائی نرم آواز میں جواب دیا:
”بھئی اس کا پر ہامو کیا کیا تھا۔“

”عبر۔“
چنگیز نے اسی رنگ سے پوچھا:
”پھر تو سنئے سنیے شکر گوں حال میں پایا؟“
”اس شکر کا یہ سال پرچہ تھا۔“

سودا بی نے جواب میں کہا:
”لکھ میرے آٹکے شکر کی آبدی بہن کو عجب میں بہت دھڑک بھال گیا۔ میں نے گھوڑوں کا
پکھو دور کیسے تعاقب کیا پھر جو کیا تا کہ کسے واپس آ گیا۔“
چنگیز خان کا غصہ کچھ کم ہوا۔
”یاد ڈنگ کے شہزادوں کی تو نے کیا مدد کی؟“
میرے آٹا۔

سودا بی نے ادب سے جواب دیا:

”ہمارا فوج کچھ رہی اور اپنا ڈنگ کے شہزادوں کی فوج چین کے ہڈی دل شکر کو کاٹی رہی۔
جب وہ ٹنگ گئے تو میں نے حکم کیا کہ وہ ایک چھوٹے بھتیجے کو دے دیے میں نے بھتیجے کو کہ
حکم دیا اور انہیں خالی ہاتھ عجب میں ہی بلایا۔“

”تو نے ٹینگ کیا؟“
چنگیز خان نے اسے غصے سے دیکھا مگر پھر فوراً ہی نظریں بدل کر پوچھا:
”کیا تم کو ایک ہفتہ کا بھی مدد تھا پھر تو نے اسے ماہ کی مدد لگائے؟“

”میرے آٹا۔“
سودا بی نے دائروں سے انگوٹھے کاٹے ہوتے جواب دیا:
”باقی دنوں میں میں نے گوریا کا ملک فتح کر لیا۔“

”کیا۔۔۔ کیا؟“
چنگیز خان نے اسے حیران نظروں سے دیکھا:
”کیا کیا تو نے؟ گوریا کو تو نے فتح کر لیا۔ پتہ کچھ رہا ہے تو؟“
”میں آٹکے سامنے جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں۔“

سودا بی نے بڑی معصومیت سے کہا:
”میں نے کوریا پر حملہ کیا۔ وہاں کا بادشاہ میرے مقابلے پر تلوار پھینکے آیا۔ میں نے اس کی تلوار کو
کھینچ لیا اور اسے گھوڑے سے لپک کر اس کی گردن مرود دی۔
وہ رو گیا تو میں نے اس کے صفائی گوڈاں کا بادشاہ بنایا اور دو سو مثل سوار اس کی حفاظت کو بھیج دیے۔
اب میں تاربان و مول کر کے واپس آ رہا ہوں۔“

چنگیز خان یوں حیران ہوا کہ تھیسے اسے سودا بی ہادی کی باتوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔
”یاد ڈنگ کے علاقے میں اب کوئی بوڑھا تو نہیں؟ یہ چنگیز خان کا آخری سوال تھا۔“
”میں نے پوسے لیا ڈنگ کی سیاحت کی ہے۔“

سودا بی نے اسی معصومیت سے جواب دیا:
”اب میں بیلیج کا ڈنگ کا پیکر لگا کر آ رہا ہوں۔ ہر گنگ امن و امان ہے۔“
چنگیز خان نے غور سے سودا بی ہادی کو دیکھا۔ اس کی باتوں کی سچائی اس کی آنکھوں کی چمک
سے عیاں تھی۔ وہ مطمئن ہو گیا۔

سودا بی ہادی کو سرورِ تفریح کی جو علامت تھی اس نے اس وقت بت دنگ دکھا یا جب اسے ایک
آزاد سپہ سالار کی حیثیت سے فوج کی لکائن مونی لکھی۔ اس نے یورپ کا رخ کیا اور قلم و کلم سے شہ باب
رقم کیے۔
چنگیز خان نے خود کو کئی طرف کا رخ نہیں کیا بلکہ وہ ملک فوج کے ساتھ دوا رہا۔ جیسے کہ پاس ہی مقیم
رہا۔ اس کے بیٹے جو ان پر چڑھے تھے اور اس کا پوتا جلاخان تینید ہو چکا تھا، دوا رہا۔ جیسے کہ سامنے میں
نہیں بلکہ جنوں کے وطن کو بنے شامیلے میں۔ جہاں اس کی بہنوں بڑے بڑے شامیوں میں پیش کی

کہ زندگی گزار رہی تھیں۔

چنگیز خان کے ارپہ چاروں بیٹے جوان ہو چکے تھے مگر اس تجربہ کار شخص نے مشق و ننگوں کی کامان اپنے بیٹوں کے بجائے اسی کمزور و بے مشق ارغناؤں کے سپرد کی تھی جو اس کی طرح تجربہ کار تھے اور جن کی ہر رضا و معاف تھی۔ بلکہ ان کی وفاداری اور بہادری کے صلہ میں ان کی اور دونوں کی خطائیں بھی معاف کر دی گئی تھیں۔ چنگیز خان نے آزمودہ کار بھی نوایاں اور بولائی بہادر کو وہ طریقے سکھائے تھے جن طریقوں سے سواروں کو تلووار کھانا پڑے۔ معوی خان کو تو اس نے آزا یا بھی تھا۔ وہ اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر پورا اترتا تھا۔

میرانا گھدین بیگ ہے۔

میں مثل بادشاہ باہر کی بی بی اور ہمالیوں بادشاہ کی بہن ہوں۔

میں نے ابھی آپ کو بتایا ہے کہ میرے بچے ہمد چنگیز خان کا پوتا قبلائی خان صحرائے کوئی میں پیدا ہو چکا تھا۔

ظاہر ہے کہ آپ قبلائی خان کے باپ اور چنگیز خان کے اس بیٹے کا ناکا بننے کے لیے بے چین ہوں گے جس کے گھر یہ بچہ پیدا ہوا اور جو ان کے جا کر چین کے شہنشاہ وائی ونگ کی جگہ چین یعنی ملک شہنشاہ بنا۔

اب میں مختصر طور پر آپ کو ایک بار پھر اپنے خاندان کا شجرہ بتاتی ہوں تاکہ آپ کے ذہن میں کوئی الجھن نہ رہے اور آپ چنگیز خان کے بیٹوں اور اس کے سرداروں کے درمیان تیز کر سکیں۔

۱۔ بورجی گون یا بورجی جون

یہ میرے رواجی اجداد کا نام تھا۔

۲۔ میوکائی

بورجی گون کا بیٹا۔ یہ وہ ہمد مثل تھا جو ایک شادی کی مجلس سے اس دامن کو سب کے سامنے اس وقت اٹھ اٹھا یا تھا جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ رخصت ہونے والی تھی اس دامن کا نام دامن یا کی یا اولون خاتون تھا۔

۱۔ ہلاکو خان:

اس نے چنگیز خان کی سلطنت خیز لوں کے بعد نہ صرف اپنے دادا کا یاد تازہ دل بگئے علم و تہذیب میں اس سے بھی اگے بڑھ گیا۔

ہلاکو خان ہی کے اہل حق و انصاف کے سات سو سالہ عباسی دور کا خاتمہ ہوا۔ اس کی نقل و حرکت پر ایران پر قابض رہی۔ یہ لوگ ایٹلی کی کہلاتے۔

مغلی خاندان کے اس مختصر شوخ کے بعد اب کو چنگیز خان کے سلاطنت کی طرف سے سستی ہوئی۔ میں کہہ رہی تھی کہ چنگیز خان قلب لشکر کے ساتھ دیو لڑہین کے قریب ہی موجود رہا۔ اس کے ارغون بار بار اس سے درخواست کرتے:

”آقا! ہمیں یوں لنگ پر حملہ کی اجازت دیجیے۔“

چنگیز خان انہیں ہر بار ایک ہی جواب دیتا:

”مغرو اور انشہار کرو۔“

دراصل میں لنگ ہو ملک تھا کا دارالسلطنت تھا ایک ناقابل ترمیم قلعہ تھا۔ اس کے اندر اس قدر فوج تھی کہ جس کی تعداد معلوم نہ کی جاسکتی تھی۔ مرن اس قدر اندازہ لگا گیا کہ وہاں ایک کروڑ سے زیادہ فوج موجود ہے۔ اس طرح قلعہ میں جو سیلگی مازد سامان تھا اس کا بھی کوئی شمار نہ تھا۔ گمراہ موتیہ آگیا تھا کہ چنگیز خان اپنے انخوڑوں کو مغرو اور انشہار کروائے جائے کوئی مشیت ہوا دے کے۔

اس لیے کہ شمشادہ چین وائی دنگ نہ مرن یں لنگ چھوڑ گیا تھا بلکہ مغلوں کے خون سے ملک خا کو بھریا ہوا تھا اور اپنے دشمن ”مورگ خاندان“ کی پناہ میں رہا جسے ہوانگ نو کے اس پار جاپان تھا۔ دوسری بات یہ کہ چین کے وفاداروں نے جو تھی تیار کی تھی اس نے مغلیہ کیوں اورینڈنگ کے شرادوں کے خلاف کاربائی کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا اور چین کا پوری طاقت سوشل قلعوں لنگ میں بچ چکا تھا۔

چانچر اب چنگیز خان نے ”مغرو اور انشہار کرو“ کے جملے ”سو چا اور فیصلہ کیا کہ دارالسلطنت یں لنگ کا خاتمہ ضروری ہے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے اپنے ارغون مغولی ہمار کو طلب کیا اس کے ساتھ ہی اس نے نیاؤ شہزادی

۲۔ اولون خانوں:

اس سے لیسو کاٹی نے شادی کی اور اس کے بطن سے تو چین پیدا ہوا چنگیز خان کے نام سے مشہور ہو کر لرزہ جہاں کھلا ہوا۔

۳۔ چنگیز خان:

اس کے جاڑیٹھے تھے جو اس کی بیوی پورتائی کے بطن سے تھے:

۱۔ جوجی خان:

یہ تھا تو پورتائی کے بطن سے مگر اس کا باب چنگیز خان نہ تھا بلکہ پورتائی کو ایک دشمن قبیلہ زبردستی اس کا لے گیا تھا اس دشمن قبیلہ کا سردار جوجی خان کا باب تھا۔ پھر جب چنگیز خان نے طاقت حاصل کی اور دشمن قبیلہ کو شکست دے کر اپنی بیوی پورتائی کو واپس لایا تو جوجی خان کو بھی ساتھ ہی لے آیا اور اس کی پرورش عمل اپنی اولاد کے کی۔

۲۔ جوجائی خان:

چنگیز خان کے اس بیٹے کی نسل برصغیر اور ایران میں آج بھی موجود ہے اور ترقی یافتہ ہے۔

۳۔ اولغائی خان:

چنگیز خان کے اس بیٹے نے چنگیز خان کی کچھ عمر صیانت میں کی اور مغلوں کا خان یا اعظم بنا تھا مگر..... تفصیل آگے آئے گی۔

۴۔ تورائی خان:

اس کی بیوی سیور تو قطن تھی جس کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہوئے:

۱۔ اولجی قٹاغ

۲۔ ہلاکو خان

۳۔ تیکہ قٹاغ

ان میں تیکہ قٹاغ اور ہلاکو خان بہت مشہور ہوئے۔

۵۔ قیلانی خان:

یہ اس لیے مشہور ہے کہ یہ چین کے چن خاندان کی شمشادہیت کے بعد چین کا بادشاہ بنا۔

”سنگ کو بھی ہلایا۔“

لیاؤ سنگ کے حلاقوں میں اس و اماں کے بعد چنگیز خان نے لیاؤ کے اس شہزادے کو صلوات منورے کے لیے ہلایا تھا۔

”مغولی ہارو۔“

چنگیز خان نے اسے غائب کیا:

”اب تری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟“

مغولی نے چند لمحے سوچا، پھر بولا:

”میرے آقا۔ مجھے تلوین لکھ پر حملہ کی اجازت دی جائے۔“

”لیاؤ شہزادے!“

اب چنگیز خان نے سنگ سے دریافت کیا:

”تم تلوین تمہاری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟“

”اسے خان اعظم!“

شہزادہ سنگ نے بغیر سب سے مجھے جواب دیا:

”میں بن لکھ کی نصیحتیں سارا دروازے میں بیٹھ کر جانتا ہوں۔“

چنگیز خان کے چہرے کی نگہ باری اور اگرچہ گری ہو گئیں۔ یہ دراصل اس کی سکراہٹ تھی۔ جب وہ مسکراتا تو اس کا چہرہ اور زیادہ خونخوار ہوتا تھا۔

چنگیز خان نے مغولی سے سوال کیا:

”تین لکھ کوخاک میں ملانے کے لیے تجھے کتنے سواروں کی ضرورت ہوگی؟“

مغولی نے بے دھڑک جواب دیا:

”صرف پانچ ہزار سوار میرے آقا۔“

”تم نے منظر کیا؟“

چنگیز خان نے فوراً کہا:

”تو انجانہ مجھے کاہنچرا سواروں کا کلمہ لے رہا ہے ساتھ لیاؤ شہزادہ سنگ بھی جانے لگا۔ اس کا کام

تجھے صرف راستہ ناموگانہ کر تو چھٹک کر دینا ہے۔“

پورے لشکر میں یہ بات پھیل گئی کہ ملک تانکے دار السلطنت بن لکھ پر نصیحتیں حملہ ہوگا اور

اس کے لیے چنگیز خان نے مغولی ہار کو منتخب کیا ہے۔

سب نے اس فیصلے پر مسرت کا اظہار کیا۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک بن لکھ کا قلعہ قائم ہے یہ جنگ جاری رہے گی۔

چین کے قن خاندان کی کتابی کا منظر ٹاڈا، رنگ تھا۔ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے سے یہ خاندان چین پر حکمران تھا مگر تاریخاتی ہے کہ شاہی پر تباہی آئی ہے تو یہ وہ سب سے لاشیں لے گئی۔

میراثہ گولی اور جلیب کال کے ارد گرد کے یہ وحشی مغل، چنگیز خان سے پہلے ملک شہنشاہ چین کو خراج ادا کرتے تھے جس کے دروازے پر تاجہ و کسٹم دے رہے تھے۔

شہنشاہ چین پہلے ہی دربارے ہو اٹک تو بار کے اپنے قدیمی دشمن کے دامن میں پناہ لے چکا تھا پھر بھی قلعہ میں اس قدر فوج اور اسلحہ موجود تھا کہ وہ حملہ آوروں کا برسوں مقابلہ کر سکتے تھے مگر۔۔۔۔۔!

مغولی ہار سے چنگیز خان نے بن لکھ پر حملے کے لیے منتخب کیا تھا اپنے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ صحرا کا جڑی سرحد سے چین کے سب سے مضبوط قلعے پر، جو صدیوں سے ملک خٹاکا دار السلطنت تھا، حملہ کر لیے بڑھا۔

قلعہ میں موجود لاشہ آؤ فوج کے سامنے خوں کے ۵۰ ہزار سواروں کی کیا وقت تھی مگر مغولی ہار جوں جوں لڑے جھٹکا اس کے سواروں میں اضافہ ہوتا گیا۔

ملک خٹاکا شاہی فوج کو بھڑکنے لگا گئے والے فوجی اور آؤ اور ۱۰۰۰ کے بعد دیگرے مغولی کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔

دوسری طرف سودا کی ہار امداد کے ایک پہلو پر ہر وقت ملک کے لیے منڈا رہا تھا۔ قلعہ بن لکھ میں بیض لشکر کے آنے کی خبر پہنچی تو ان کلمہ پر گئی۔

وفا داروں کی وہ فوج جو فوری مذہب کے تحت تیار ہوتی تھی اور جس نے جوش میں اسلحہ جو کچھ کا صفایا کر لاکھا تھا اسے ان ملک کے شہزادوں نے پیسے ہی ہار بھجوا دیا تھا۔

مغولی کی آمد کی اطلاع پر قلعہ میں موجود بیٹھنی لشکر کے سرداروں نے فوراً اپنی فوج کو لشکر کی صف بندی میں لائے اور دشمنوں کے متوقع حملے پر تیار ہوئے۔

قن ننگ کے دو دروازے ایک نوائے دنگ :
 ہمارے ننگی مغلوں کا مقابلہ کیا جائے :

جسکے دوسرا سردار مغلوں سے جنگ کے بجائے صلح کرنے پر آمادہ تھا۔ دوسرا بھی بخت دہانے میں
 گور لگے۔

تیسرے دن علم برار مغلوں کے قلعہ کے اہلکاروں میں داخل ہو گئے، میں اور چینی حاکم
 ان کا استقبال کر چکے ہیں۔

قلعوں کے دروازے بند ہی بند تھے۔ جو کچھ تھے انہیں بھی بند کر دیا گیا۔ شہر بڑی قلعہ سے
 کوئی مدد نہ ملے گی اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس کے بعد میں انہیں مارنے لگائے۔ فیصلہ کن
 پیچ لگے۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور واقعہ پیش آیا۔ وہ دیکر قن ننگ کا وہ سردار جو مغلوں سے صلح کا مشورہ
 دے رہا تھا اس نے ہزاری کی اور قلعے کے دروازے کھلوادیے۔ پس میں سوار بے خطر قلعہ میں
 داخل ہو گئے۔

اس باغی سردار نے عمل کی جگہات اور شہزادوں کو قلعہ سے بھگات نکال لے جانے کا وعدہ کیا تھا
 مگر بدقسمتی سے اسے اتنا موقع ہی نہ مل سکا۔ مغلوں کے قلعہ میں داخل ہوتے ہی حملات میں لوٹ پڑ
 گئی۔ تاجروں کے بازار لوٹ لے گئے۔ وہ کہتے ہی دیکھتے تھاکہ گاہیں مسلمان سے خالی ہو گئیں۔ بے ہمارا
 اور بد نصیب شہزادوں جنہوں نے مجھے ملے سے قدم باہر نہ نکالا تھا وہ درخت چھاتی ڈری سمیٹے ایوانی
 کے عالم میں اب وہ دھجے بھائی پھر رہے تھیں۔

پھر قلعہ کے مختلف حصوں میں آگ لگ گئی۔ عمل کے برآمدوں میں خواجہ سرا اور غلام بھائی سونے
 کے خزانے اور زیورات انہوں میں لیے ادھر سے ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ شاہی دربار آل ویران
 پڑ افتا جو کچھ دارا پور سے دارا پڑی جگہ چھوڑ کر لوٹ کر گئے ان میں شامل ہو گئے تھے۔ پور کھل
 حشر کا منظر پیش کر رہا تھا۔

دوسرا سپہ سالار جو اب حکم شہنشاہ حسین کا دنا دار تھا اس کا نانا دانگین تھا۔ اس کا تعلق شاہی
 خاندان سے تھا اور وہ منگوشے شہنشاہ کو اب تک اپنا آتما سمجھتا تھا۔

دانگین کو چند دن پہلے بھگوشے شہنشاہ کا نرانا ملنا تھا جس میں درج تھا کہ :
 "قید خانوں کے دروازے کھول دیے جائیں اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے"

اور خداور سپاہیوں کا انعام دیا جائے :
 مبراہو اس شاہ پرستی کا غلامی کا کرد دانگین نے اس زمان کی پوری تعمیل کی تھی۔ قید خانے خالی
 ہو گئے۔ سپاہیوں کو معقول انعام دیا گیا مگر بے آخری کوشش بھی ناکام رہی۔ دانگین کو اس سے کوئی
 فائدہ نہ ہوا۔ دنا کلاہ لگا تھا۔

جب سپہ سالار دانگین کو امیدار کوئی کن نظر نہ آئی تو اس نے خود کشتی کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس نے
 کھونٹے کے شہنشاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں اس نے خود کشتی کا فیصلہ کرتے ہوئے خود کو مرنے موت
 کا مستحق قیلم کیا اور کچھ دے قلعہ میں لنگر خانہ نہ کر سکا تھا۔

یہ حاکمیت انتہائی تھی۔
 شہنشاہ حسین تو خود قلعہ چھوڑ کے بھاگ گیا تھا۔ قلعہ کی حفاظت جس سے پہلے شہنشاہ پر عائد ہوتی تھی وہ
 اس کا ذمہ دار تھا اور وہی مجرم تھا کہ اداوار شہنشاہ پرست دانگین اس عالم میں بھی خود کو مجرم سمجھ کر
 موت کا مستحق ہو رہا تھا۔

روایت ہے کہ دنا دار سپہ سالار دانگین نے شہنشاہ کے نام خط کے علاوہ یہ تحریر بھی الفاظ
 میں اپنے دامن پر بھی لکھی تھی تاکہ شہنشاہ سے وفاداری کا سند رہے۔ اس کے بعد اس نے کمرے کا دروازہ
 کھولا۔ اور آجاتا آسانا دولت اور کپڑے اپنے ملازمین میں تقسیم کر دیے۔
 اس کام سے غارغ ہونے کے بعد دانگین نے اپنے مستحق خاں کو اپنے پاس بلایا۔

"میرے دوست !"
 اس نے بڑی بخت سے کہا :

"میرے لیے بھرے ہلاک تیار کرو۔"
 مستحق خاں کھجور کھڑا ہو گیا۔
 "میرے آتما !"

اس نے آسو بہاتے ہوئے کہا :
 "فہر نہ بھیجے۔ آپ نے ملک یا شہنشاہ سے ہزاری نہیں کی۔ آپ آخری وقت تک دنا دار
 رہے ہیں۔"

"میں میرے دوست !"
 دانگین نے اس عالم میں بھی مکر لائے ہوئے کہا :

”یہ شہنشاہ کا اور میرا معاملہ ہے۔ تم اسے نہیں جھگڑ سکتے۔“

”چلیک ہے میرے آگے۔“

”مستعد نے دوبارہ کوشش کی۔“

”آپ میرے کپڑے پین کر نکالے سے نکل جائیے۔ اس بگڑے میں آپ کو کوئی نہ پہچان سکے گا۔“

”میں شہنشاہ سے بخاری نہیں کر سکتا۔“

”واگے بن نے انکار کر دیا اور کہا:

”میرے لیے جام لاؤ۔“

اس طرح کاروان واگے بن شہنشاہ سے روایتی دیناداری پر زہر کا جامی کر تران ہو گیا۔

اس وقت تھری بن کنگ سے تمام مملکت اور باہری شہزادے کی ہوشی بگڑ چکی تھی۔

ہر چیز بدل رہی تھی۔ آگ بجھانے والا کوئی نہ تھا اور آگ کے شعلے دم آسمان سے اتر کر نکلے گئے تھے۔

”مستعد کے لیے میرا اور یہ اطلاع روانہ کی تھی کہ:

”یہ شہزادہ اپنے ہی خاندان سے جنگ کرتا ہو اگر نفاذ کیا جائے۔“

جب یہ طباشیر اداہ اس تفصیل کے ساتھ چنگیز خان کے سامنے پیش کیا گیا تو چنگیز خان نے اسے

دلچسپی سے دیکھا۔ پھر تر جب بلا کر دریافت کیا:

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”جیسے شہزادے نے سات نواح اور کھنکئی آواز میں جواب دیا:

”میرا نام بھی بیہوشیت مافی ہے۔“

چنگیز خان نے دوسرا سوال کیا:

”کیا یہ درست ہے کہ تمہارا تعلق نیاز شہزادوں سے ہے؟“

”یہ درست ہے۔“

بیہوشیت مافی نے انہات میں جواب دیا:

”میں اسی خاندان سے ہوں۔“

چنگیز خان نے قدرے متعجب ہو کر پوچھا:

”تو پھر تو اس خاندان کا ساتھ کیوں دیتا ہے جو تیرے خاندان کا دشمن تھا؟“

”میرا آپ اور دوسرے عزیز اقارب حق خاندان کے خدمت گزار تھے۔“

”تو جو ان شہزادے نے بڑے استغفال سے جواب دیا:

”میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اسے دیناداری نہ کرتا۔“

چنگیز خان اس کے اس بلے کا کامیاب جواب سے بے حد خوش ہوا۔

”آئے جوان!“

اس نے شہزادے کو ایک خوبصورت پیش کش کی:

”خونے لینے پہلے آگاہی خدمت اچھی طرح انجام دے۔ اسی طرح دیناداری سے اگر تو میری خدمت

کر سکتا ہے تو میرے آدمیوں میں شامل ہو جا۔“

اور بیہوشیت مافی خوشی خوشی چنگیز خان کی چاکری میں داخل ہو گیا۔

ان قیدیوں میں بہت سے لوگ ایسے تھے جنہوں نے حق خاندان سے بے وفائی کی تھی۔ اچنگیز خان

نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کا خیال تھا کہ جن لوگوں نے اپنے پرانے مہمان سے دغا نہیں کیا وہ

مغلی سوار قلعہ میں داخل ہوئے تو ان کی مدافعت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ حملوں کی راہداروں میں لگنے

دور تھے لوگ مغلوں کو دیکھ کر ٹھٹھک کر گر گئے اور جس کے ہاتھ میں جو سامان تھا وہ پھینک کر دو زانو

ہو کر بیٹھ گیا۔

مغلوں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ با اصول مغلی بہادر نے حکم دیا کہ شاہی خزانہ اور جنگی سامان

اکٹھا کیا جائے اور بہت ان لوگوں کو گرفتار کیا گیا جسے جو راحت کیرنا۔

شاہی خزانہ اور جنگی سامان بھیجا ہو گیا تو مغلی بہادر نے یہ سامان جھکڑوں میں لدا کر چنگیز خان

کے پاس بھیج دیا۔

اس کے علاوہ کچھ فوجی اور تھکر کے افسر بھی قیدیوں کی حیثیت سے جان بچانے کے لیے گئے۔ ان

قیدیوں میں ایک دراز خاصیت کا لڑکا بھی تھا۔

یاد ڈنگ کے تمام شہزادے چنگیز خان کے ساتھ تھے۔ گریہ و زاری شہزادہ شہنشاہ چینی کے ساتھ تھا

اور شاہی لشکر میں شامل ہو کر اپنے خاندان والوں کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے گرفتار ہوا تھا۔

مغول بادشاہ نے اس دراز شہزادے کو جس کی لاٹھی میں ایک پتھری تھی اسے لڑ پر چنگیز خان نے

اعتبار کے قابل نہیں تھے۔ اس لیے ان کا زہر دنیا بھی موزی نہیں تھا صرف ایک یوحیت مافی تھا جو بڑی
بہ باکی سے سچی بات بایسے وہ جچ گھٹا تھا، چنگیز خان کے تہ پر گہر دیا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد بلاؤٹنگ کے سسٹمی وار ٹھہرے اور شہر اس نے چنگیز خان سے سات الفاظ کی
"تو نے زمین پر بیٹھ کر اتنی بڑی سلطنت فتح کر لی کہ تو زمین پر بیٹھ کر اس بڑی سلطنت پر
حکومت نہیں کر سکتا۔"

یوحیت مافی کے اس بے گناہ انداز نے چنگیز خان کے اوروں کو حیران کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس
نے خان، اعلیٰ کی مٹی کی جہاں چنگیز خان نے اس بات کا رانیس مانا۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چنگیز خان نے اس بات کو چنگیز کی باتیں لیکن اس کے روئے سے بڑھ کر
ہوتا تھا کہ وہ یوحیت مافی کا مشورہ نہ لیتا تھا اور شاید اس لیے کہ دنیا وار ٹھہرے اور فلسفی شہزادہ اس
کے لیے انتہائی موزی ہو گیا تھا جس کی کام اور پتھر مارنے والی تیشیں۔

شاید یہ بھی یوحیت مافی کی اثر تھا کہ چنگیز خان نے چین کے مفتوحہ زمین پر لمبے سال کے اب
قبیلہ یعنی یازوٹنگ کے آدمیوں کو زہر کے معدوں پر پاناڑ کیا تھا۔

میں بیان کر چکی ہوں کہ شہنشاہ کو زہر کو خ کرتے تھے وہ ان کی عمارتوں کو سوار کے زہن کے رابر
کر دیتے تھے اور خورے کتے کتے کہ

"ان زمینوں پر ہمارے گھوڑوں کے لیے چراگاہیں بنائی جائیں گی۔"

گھر چین کے مشرقی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد چنگیز خان نے اندازہ لگایا کہ شاکی گجیان
اور سرزمین زینٹون کی پسند کے سلطان بڑا کاہوں میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔

وہ زمینوں کی تجارت کا اندازہ ان کا غلط فہمی بانی میں غلاموں اور عورتوں کی وجہ بندی اور
ان سب چیزوں کو چنگیز خان بڑی حقارت سے دیکھتا تھا۔

چنگیز خان چین کے ان افسروں کی بھرت سے بے حد متاثر ہوا جنہوں نے شہنشاہ کے حال جاننے
کے باوجود جنگ جاری رکھی تھی۔ اس نے ان لوگوں کے مستقل اور زست سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی
کی۔ یوحیت مافی کو چنگیز خان اس لیے بھی پسند کرنے لگا تھا کہ وہ غنیمت سواروں کی گردش اور ان کے نام
سے نال گناہ لگتا تھا۔



بلک تھا یعنی چین کی ہزاروں سال پرانی شہنشاہیت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اب شمالی چین سے دریائے
ہو ایک نئے ملک کا قیام تھا۔

چنگیز خان کی عادت تھی کہ جب وہ کس ملک کو فتح کر لیتا تو اسے اس ملک سے زیادہ کوئی دلچسپی نہ رہتی
چنانچہ اب اس نے چیرے سے مستقر قراقرم کی طرف مراجعت کا فیصلہ کیا۔

اس نے چین کا تمام مفتوحہ علاقہ مغولی باد کے سپرد کر دیا اور اپنے تمام سرداروں کے سامنے یہ
اعلان کیا:

"اس علاقہ میں مغولی باد کے احکام کی اسی طرح پابندی ہونی چاہیے جیسے میرے
احکام کی ہوتی ہے۔"

پھر اس نے مغولی باد کو و مسعود یا کوں کی قوموں والے پرچم عنایت کیا۔ یہ مغولی کامب سے بڑا اعزاز
تھا۔ اس نے مغولی باد سے کہا:

"چین کا دریائے ہوانگ کو مارا علاقہ تیریں دیا جاتا ہے اس کے انتظامات کے لیے تیریں
مغولی کامب کا ایک بڑا لشکر بھی دیا جاتا ہے۔ اب بیان بتاؤ کہ کرائی ہوئی تیرا جو تو دریائے

ہو ایک ڈیڑھ لاکھ کے جنگ خاندان کی سلطنت پر بھی قبضہ کر سکتے ہو۔
اس کے بعد مغولی کامب چنگیز خان اپنی مشورہ کے خزانہ اور کاموں کی ایک مفتوحہ تعداد کے ساتھ

اپنے مستقر قراقرم کی طرف واپس چلا۔
مغولی باد کو یوحیت مافی کا فائدہ اس کے ساتھ بلا غفلت دیا ہے جو ایک نوکے طعنے پر

حکومت کرتا رہا۔
چنگیز خان کی وفات واپسی اور مفتوحہ علاقوں کو مغولی باد کے قبضہ میں دینے کی ہمت کا تاویل میں کیا جا

سکتی ہیں مگر اس کی سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسے اپنی مغربی سرحدوں کو مستحکم کرنے کی ہمت نہ تھی
اس نے یہ بھی اندازہ کر لیا تھا کہ پورے مینگو کو فتح کرنے کی ٹی سالانہ جاسٹیں گے۔

چنگیز خان کے جیٹے کا نام سون کا ایک دو قسم ہو چکا تھا۔ سلطنت چین کے وسیع مدینہ علاقے میں
میشر رعشت کے تباہ کارانہ سیاست کو چنگیز خان نے دوسرے فاعلوں کی طرح پیش پرستی کی طرف آنکھ اٹھا کر

بھی دیکھا۔
چین سے واپس آیا تو کیر کھی ران لوٹ کر نہیں گیا!

پہیں کو اس نے اپنے غریب گزشتہ مونی ہمارے کے سپرد کر دیا اور خود ہی تیرے لئے اس نے بجز لوگوں کی طرف
لوٹ گیا جو اس کے بعض ہمسے کے اجاڑی گزشتہ مونی۔
اس سرزمین میں اس کا ستر تھا جس نے اپنے لشکر کے لیے سوار کے شہوں میں سے قزاقوں یا قزاقوں کا
انتخاب کیا تھا۔
قزاقوں کے لفظی معنی ہیں:

کالی ریت۔

اس علاقے میں جلیگر خان نے اپنے اہل خانہ سے ہر وہ چیز جمع کر لی تھی جس کی آرزو ایک خانہ بدوش کا
ہو سکتی ہے۔

وہ زندگی کے سخت ترین دور سے گزرا تھا۔ اس نے خود خالق کے لئے اور اس کے جالو بھی کئی نئی روز
بھوکے رہے تھے۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر اس نے ضروریات زندگی کی تمام چیزیں قزاقوں میں اکٹف
کر لی تھیں۔

بجز زمین کا یہ دار الحکومت جو تکہ نہیں قزاقوں کے ناک سے معروف ہے بڑا عجیب شہر تھا۔ یہاں ہاؤس
کے بجائے چھاڑ دیتے تھے اور بابا ان کی ریت سے سم پر گڑ سے لگانا تھی۔ گارے اہل چوٹی کی چھوڑ پڑیاں اس طرح
مجھے تھیں کہ ان کے درمیان سے راستہ مشکل سے لگتا تھا۔ شہر کے اہل خانہ میں کالے سوار کے چھوٹے گاؤں
چوٹیوں نظر آتی تھیں۔

طویل ملک و نماز کے بعد طلبان اور اکلہ لڑکی کے دفن ہو چکے تھے۔ وہ اصل اور مضبوط گھوڑے جو
چارہ نہ ہونے کی وجہ سے کئی گناں کی وجہ سے بہتے تھے ان کے لیے بڑے بڑے اہل خانہ کے تھے جہاں ان کے
گلے (درویش) جاؤں کے خدمت انجام دیتے تھے۔ ان گھوڑوں کی جلد بڑے خان کی ہتھکڑی بنائی تھی۔
تھما سالی سے بھاڑ کے لیے بڑے بڑے گھیلوں میں خوراک جیسے کئی قسمی اشیاء خواجہ میراں کی آبیروں کے لیے
بارہ اور چارل اور گھوڑوں کے لیے چارہ اور گھاس کا معقول انتظام تھا۔

شمالی ایشیا اور دوسرے ملک سے آنے والے تاجر اور مسافروں کے لیے جگہ جگہ آرام دہ
مرامی بنائی تھیں۔

قزاقوں میں محبوب کی طرف سے پیچھے والے کا جھکاؤ پر عجب ہوتے تھے باتوں کو تم کے افراتفر
جلیگر خان باہر سے لائی جانے والی چیزوں کی قیمت خود بخود کرتا تھا اگر تاجر اس کی خورد کردہ قیمت کی مخالفت
کرتا تو اس کا سارا سامان ضبط کر لیا جاتا اور اگر تاجر اپنی چیزیں اس کے حوالے کر دیتا تو اسے اس قدر انعام

دیا جاتا کہ اسے قیمت سے کہیں زیادہ ادا ہوتی۔

دوسرے ملک سے آنے والے مسافروں کے لیے ایک اہل خانہ بنائی گئی تھی۔ اس کے قریب ہی مسافروں
کی انتظامی تھی۔ وہاں مسجدوں کی انشائیہ پرانے مذہب کے مندر تھے اور ساتھ ہی منسٹری کی عمارتوں کے
چھوٹے چھوٹے کمرے کے گرجے تھے۔

ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ جس طرح چاہے عبادت کے لیے کیسی ریت پر غور و تمحی کہ وہ منوں کے قی زون
یا مساکہ کی یاد دہانی کے سارے داخل ملک کے امور کو پرکھ کر۔

کاشن چھو کہیں سے معلوم ہو سکتا کہ باہرین اور تیرہویں صدی عیسوی کے دوران قزاقوں میں جتنے والے
مجسٹریں کئی طرح کی ہوتی تھیں مگر ان میں سے کہ اس بارے میں کسی تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔



شہنشاہ کے حضور پیش ہونے سے پہلے ملتان کی پیٹ بھر کر لے گیا تھا۔ پھر لاہور چلائے۔

اس شہنشاہ نے دو سو سے زائد ایک چوکی پر چنگیز خان علاؤ الدین اور فرزند ہوتا تھا۔ اس کی بائیں جانب ایک نیچی چوکی پر ایک بیوی اور تان یا کوئی دوری بیوی براجمان ہوتی تھی۔

گورنمنٹ کے علاوہ چنگیز خانی اور بھی جوان تین گران کے نام کیس نہیں تھے۔ سوائے جینی تہسہ زادی جو باجی کے چنگیز خان کے تمام بیٹے اور تان یا کے بیٹے تھے۔

چنگیز خان کے چھ ذریعے تھے جن کی وجود دیگر بار میں منور میں نہیں تھی سوائے بیعت مائی کے چنگیز خان نے اسے اپنا بیوی بنایا تھا اور اسے ہر دم دربار میں رہنا منور تھا۔

بیعت مائی کا مدار لہارہ پینٹا تھا۔ وہ اپنی لابی وارٹھی، بلند گون اور شاہراہ کے ساتھ دربار میں موجود رہتا تھا۔

اس کے علاوہ دربار میں ایک البوری منشی بھی موجود ہوتا جس کے پاس حکم اور گناہ ہوتے۔ اس کا نام چنگیز خان کے حکامات مکتا اور انیس باہر لگھو تھا۔

مائی گری کے راضی لوگ کرنے کے لیے ایک منشی زبان میں حاضر ہوتا تھا۔ یہ ملازم ہوتا تھا بلکہ اعزازی طور پر یہ خدمت انجام دیتا تھا۔

شہنشاہ نے کئی دیوانوں کے کنارے کن پڑے کیوں پر دوسرے دربار ادوب بلاخند بیٹے ہوتے تھے۔ ان کے سب پر رشکریاں ہوتی تھیں۔ روئے سے بھرے ہوئے جے جے کوٹ جس کے کوٹ لگے ہوتے اور اوپر کوٹ لگے ہوتے سفید موٹی کوٹیاں اس میں بنی تھیں۔

شہنشاہ کے بلاخند دربار میں ایک بلاخند ہوتا تھا جس میں کاٹنے دار گھڑیاں اور گھوم ملتا رہتا۔ الاؤ سے اٹھنے والے دھوئے لیے شہنشاہ نے ایک سو ان چھ ہوتا تھا جو آتش دان کی بیٹی کا کام دیتا تھا۔

یہ میان کیا جا چکا ہے کہ ان دونوں سرداروں کو کہا جاتا تھا جس کے ذریعہ گران تین میں ہزار کا ٹکڑا ہوتا تھا۔ ان کی اور ان کی اولادوں کی ہر خطا جان ہوتی تھی اور چنگیز خان کا نظریہ ہی سالار اور سردار سے زیادہ سخت تھا۔

لیکن شہنشاہ کی اور اعزاد ہوتا تھا جو اعلیٰ ترین گھیا جاتا تھا۔ اس کا نام تھا: "ترخان"۔

ترخان کا خطاب ان چھ افرادوں "ہمداد اور جانشانہ کوکہ دیا جاتا تھا جن کی شہادت کا پورے لشکر میں

منور رہد پر پہنچنے والے سازگار ہوتا جس میں باسفروں کو خوش آمدید کہنے کے لیے منور افراد موجود ہوتے تھے جو ان میں رہدوں کے ساتھ قراقرم بھجواتے۔ گور سردار میں داخل ہونے والوں کی تمام تر تفصیلات یہ سردار افراتے تھے۔ قراقرم کا مدول کے ذریعے پہلے ہی قراقرم بھجواتے تھے۔

پھر سب سے لوگ قراقرم کے ترس پہنچتے اور ان میں منور کی نیچے اور جو بیڑیاں اور بغیر خوں کے کھلے میدان نظر آتے تو رہد اور ان کو قراقرم کے محفلوں کے کھلے دیتے۔

منور کے ایک پرانے دستور کے مطابق منور منشی دربار میں آئے سے پہلے ہر اجنبی کو دو بڑے بڑے جتنے اور کہتے ہوئے الاؤ کے دیان سے گزرا پڑتا تھا۔

اس سے آئے والوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا بلکہ منور کا مقصد تھا کہ اگر آئے والے پر کسی بیعت پر پٹ کا مایہ ہے تو وہ بول کر رکھ کر چلائے گا۔

جب اس میں کسی وقت ناک راستے سے گزرتا تو پھر اس کے قیام و طہا کا مذہب کی جاندا۔ اگر وہ چنگیز کی طرح رہتا ہوتا تو اسے اس وقت چنگیز خان کے سامنے دربار میں پیش کر دیا جاتا۔

آئیے اب میں آپ کو اپنے بعد اچھی چنگیز خان کے چھوڑ دیں ہر ایک ایک جھک دکھائی ہوں جو ترجربوں صدی کے سب سے عظیم درباری ہوت کا شہنشاہ تھا۔

چنگیز خان کا دربار منشی سزا و سفید موٹی کے ایک ادیبے میں منقہ ہوتا تھا۔ اس خیمہ کے دروازے پر ایک پانڈی کی بیز لگی ہوتی تھی پر گھوڑا کا دودھ، کان پینا اور گھنٹا ہوا گوشت موجود ہوتا تھا تاکہ وقت کے

دلیبر کو مس نہ کریں۔

بازاری کی صورت میں خریدی کی سپور کو اٹھانے لگا میں۔
دو ذرا فوجی خانہ آٹھ سے گھٹت لگو کریں۔

باریائی کے بعد جب تک انیس اجازت نہ دی جائے تجھے سے باہر نہ ہوں۔
منزلوں کے اسی پیغمبر راہ سلطنت کو اب مجھے تو کوئی ریت نہیں کہیں ہے مگر اس زمانہ میں یہ ایک ایسا
پایہ تخت تھا جس پر آج کل کے ساتھ حکومت کی جاتی تھی۔
جو لوگ قتل اور دزدگی میں داخل ہوتے وہ حق تخت و تاج کے ایک پیغمبر خان کے نوکر نامہ ہوتے۔

وہاں بیاس کے علاوہ کسی اور تان کا راج نہ تھا۔

مغرب کا قوی دور کی کوئی کتاب ہے:

جب میں تاتاریوں میں پہنچا تو مجھے لوہے پر محسوس ہوا جیسے میں کسی اور
دنیا میں آ گیا ہوں۔

یہ ایک ایسی دنیا تھی جہاں خان کے بیاس کے قوا میں کے سلطان جتنی تھی
اس دنیا میں کوئی احتجاج نہ تھا۔ خان کا ایک خاصوٹی سے پیغمبر خان کی مرضی کی
پابندی کرتے تھے۔ سارا کاروبار قوی طریقہ سے خاص میں ہے۔ انہما نظم و ضبط
موجود تھا۔

پیغمبر خان کے شاہنشاہ کا دروازہ جنوب کی طرف تھا اور اس کے پہلو میں جگہ چھڑی جاتی تھی۔ اس کا
انگھ بخت بڑھ گیا تھا۔ بھری آنکھوں والی زنانہ کی علاوہ خان کی اور بھی کچھ بیویاں تھیں جو شکر کے
مختلف حصوں میں اپنے بیویوں میں رہتی تھیں اور ان بیویوں کے ہم فہم و روزن ان کی خدمت گزاری میں
مغصوب رہتے تھے۔

ان بیویوں میں میں نے خان اور اید گاک کا شمار کیا۔ ان بیویوں میں ترک شاہی خاندان کی بیٹیاں تھیں اور میرا
کسی سے زیادہ خوبصورت بیاتی اور تھیں۔

قراقرم میں پیغمبر خان جس حالت میں تھا۔ باشت سے رہتا تھا اور اس کے بیویاں کو نظر طے اختیار کیے تھے ان سے
یہ بھی بہت چلنے کے کہ یہ بیگم کو سب سے زیادہ ملائی کہ کیند کرنا تھا۔ اس کے بعد پھر باروں کی خدمت اور
شفقت اور کوشش کی تھی۔ قریب قریب اور قوت برداشت اس کی ملائین کا باشت ہوتے تھے مگر مسئلہ دل و دھڑکی
صحن کی مٹائی اور جمال کی کم آجوں سے بھی متاثر ہوتا تھا۔

ڈنگا بھٹا تھا۔ یا پھر وہ لوگ اس اعزاز سے سزا دے جاتے جو نااہل یعنی کارنامے کو انجام دیتے تھے۔

پس۔ ترخانوں کو پیغمبر خان کے دربار میں بغیر اجازت اور ہر وقت کے اجازت تھی۔ یہ سب
چاہتے و نہاتے ہوئے دربار میں داخل ہوجاتے اور جو کچھ پروا کھیلتا تھا اس کے پیچھے جاتے۔ وہ لوگ یا بیڑی
گرفت سے گھورے یا انھوں کو اپنی منسوبیوں پر رکھ لیتے تھے۔

ترخانوں کے ساتھ ہی ارخان اور چورٹھو کے سوا کسی ملازم نہ تھا اور کبھی کبھار ایک یا دو
مگر کشتیاں کرتے تھے۔

پھر سب پیغمبر خان اور ان تو شخص خاصوں پر کمر لڑی تو جس سے حق کی بات مستحق خانیانہ علی کی بات
آج وہ بات ہوتی تھی۔ اس کے بعد اس موضوع پر لوگ بے ادب تصور ہوتی تھی۔ بحث کو بدلتی تھی تاکہ مالدار و مالدار
اخلاق کی پستی کی علامت تھا۔

پیغمبر خان نے جھوٹ کو کافی سزا پر لگا دیا تھا اور اس سزا کے لیے ایک افسر مقرر تھا جو جھوٹوں کو جھوٹ
کے وزن کے اعتبار سے سزا دیتا تھا۔

لوگ اس سزا کے خوف سے بہت کم الفاظ بولتے تھے اور جب بولتے تو احتیاط اور محبت بیان کا
بے حد خیال رکھتے تھے۔

اس دربار پر نور کیا جاتے تو قیوب جتے۔ یہ اس شخص کا بار تھا کہ اس کے سر نہ تھا نہ ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ بیابان
بادشاہ کہلاتا تھا۔ اس نے کسی استاد کے سامنے ڈالوئے نہ تھا نہ نہ کیا تھا مگر اپنی قوم میں سب سے زیادہ ذہین
اور بڑا مند تھا۔

اس وحشیانہ نظم اور کاندھ کو کاندھ نہ لگا یا تھا مگر اس نے اپنی قوم کے لیے اختلافات کا ایسا طریقہ
تیار کر لیا تھا جس کے ذریعہ ان میں رکھتا تھا۔

پیغمبر خان کی تانوں کی کتاب بیاس کی باندی صرف منگوں ہی پر فزون تھی بلکہ اس کے حلقوں میں تانے
والے تمام لوگ اس کی پابندی کرتے پر مجبور تھے۔

اسی میں فزوں اور سیسوں سے امید کی بجائی تھا کہ وہ اس کے لیے تحائف لائیں گے۔ یہ پیغمبر خان سے
کھانا تھے کہ بے پروائی کے ساتھ تحائف لایا تھا۔ یہ تحائف لانے والوں سے پہلے ہی سامنے لائے گئے پیغمبر خان
کو پیش کر دیے جاتے تھے۔ اس کے بعد تحائف لانے والوں کو پیش کیا جاتا۔

نور و دوں کو پیغمبر خان کے حضور پیش کرنے کے بھی قاعدہ اور اصول تھے۔ پیش سے پہلے ان
نور و دوں کو کھانسی جاتی کہ میں اس کے پاس کیوں بھیجتا دوں نہیں ہے۔ انہیں ہدایت کی جاتی کہ شایاں کی



کوئی بات نہیں۔ اگر وہ موت واقع ہو بعورت ہے تو میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔
چنگیز خان اپنے قول کا پکا تھا۔ وہ فوراً اس عورت کو تلاش کرنا اور اسی تلاش میں اس کا خفیہ نام آ
عورتیں اس کے سامنے پیش کر دی جاتیں۔

اس طرح اسے ایک کے بجائے کئی خوش شکل اور خوش اندام لڑکیاں مل جاتیں جن کو وہ اپنی کینزری میں داخل
کر لیتا۔

چنگ کے دوران چنگیز خان کے ساتھ کئی یووان جاتی تھیں اور ان کی خدمت کے لیے کینزری میں ہوتی
تھیں۔ اس کی سب سے پہلی بیوی جو اس کے چاروں بیٹوں کی ماں بھی تھی، یووانی جاتی خاتون قرن تم میں رہی تھی۔
”مارچ میں چنگیز خان کے عزت جگر بیٹوں کا ذکر ہے۔

۱۔ جوئی خان

۲۔ چغتائی خان

۳۔ اودھائی خان

۴۔ تووئی خان

ان میں جوئی خان کو چنگیز کا بیٹا تسلیم نہیں کیا جاتا، باقی بیٹیوں بیٹوں سے اس کی نسبت ملد ان کے علاوہ
اس کے کسی اور بیٹے کا نام چنگیز میں ذکر موجود نہیں ہے۔ گورتائی کے علاوہ اس کی اور بھی یووانی تھیں اور بے شمار
دانشنامہ میں بھی تھیں کہ کسی کی اولاد کا ذکر نہیں ملتا۔

اس معلوم ہوتا ہے کہ چنگیز خان یووانی کے علاوہ کما اور یووانی یا داسٹ سے پیدا ہونے والے بچے کو
اپنی اولاد تصور نہ کرتا تھا یا پھر انہیں شہزادگی کے حقوق سے محروم رکھتا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی کئی بیویوں
اور دانشنامہ کے ایک بھی تذکرہ پیدا ہوا ہو۔

یووانی کے معاملے میں چنگیز خان کا ایک خواب بہت خوب ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ چنگیز خان ایک بار اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں تھا۔ اس کے ساتھ اس کی کئی بیویاں
بھی تھیں۔ رات کو اچانک سے خواب میں دیکھا کہ اس کی ایک بیوی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش میں ہے۔ اسی وقت
میں اس کی آنکھ کھلی گئی۔

چنگیز خان اس خواب سے بے حد پریشان ہوا۔ چونکہ اس کے دانے میں یووانی بھی دم زیادہ تھا تھا اس خواب کے
نتیجے میں وہ اسی یووانی کو جو اسے خواب میں ہرزہ پہنچانے کی فکر میں تھی، یا تو قتل کر دیا یا قید میں ڈھوا دیا۔ حالانکہ
خون میں وہ انصاف کے لیے بہت مشہور تھا۔ اس دہرے میں اس کا فرض تھا کہ پہلے اعلیت اور حقیقت معلوم کرنے

مثبت مشورہ کہ اس طرح بہتر کو جگہ مل جاتی ہے، اسی طرح میں جہاں میں بہتر سے بہتر دل کو دو کر کے
بغیر نہیں رہتا۔

چنگیز خان کے اور خونی اور تغاؤں کو اس کی عظمت کے اس کردہ پہلا علم تھا۔ پھر اگر انہیں کوئی بہت ہی
خوبصورت شہزادی یا شہزادی خوراک آتوہ اپنے طور پر اس کا تذکرہ آپس میں یوں کرتے کہ تہہ شدہ یہ بات چنگیز
میں پہنچ جاتی۔

پھر وہ ان سرداروں کو بلا کر در بخت کرتا:

”ہم نے مسئلہ کہ ان طاقتوں میں کوئی حصین موت دیکھی گئی ہے؟“

اس کا سوال بڑا ٹیکھا ہوتا تھا جس سے دفاع میں رستہ اور ہٹا اور ریافت کا قصد بھی ہوا اور جگہ جگہ
سردار بھی اس تیکے سوال کا جواب بھی دیکھے ہی انداز میں دیتے اور لطف اٹھاتے۔

آفاقے خرم، عورت تو واقعی بہت خوبصورت تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ جس کے خاتمہ پر ہم اسے آپ
کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

اور چنگیز خان کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی۔

”ہمارے سامنے بات مکمل ہوئی چاہیے۔“

وہ اپنی بے بسی کو چھپاتے ہوئے کہتا:

”آدھی بات میں پسند نہیں۔“

”میرے آقا؟“

اسی وقت دوسرا سردار گویا ہوتا:

”خلاص یہ ہمارے غلطی تھی اس لیے ہم جواب دینے میں خوف محسوس کرتے ہیں۔ دراصل چنگ کے ہنگامہ
دار دیگر میں وہ خوبصورت عورت ہمارے ذہن سے نکل گئی اور ہنگامہ فرد کو بے رحم اس کی تلاش میں
ناکام رہا۔“

چنگیز خان کے چہرے پر ایک بہت نام مرت کی پر چھائی لہرائی ہوئی محسوس ہوتی اور وہ بے حد
لڑ پڑائی سے کہتا:

کے لیے اس بوی سے پوچھ گچھ کرنا لیکن اس نے اس کا ایک بالکل مختلف حل نکال دیا اور یہ حل میدان ہونے کے ذریعہ بعد اس کے داغ میں آ گیا تھا۔

چنگیز خان نے کواردے کو جبر کے محاذوں میں سے ایک کو اندر طلب کیا اور اس سے بڑے جنگجو بھی دریافت کیا:

”آج تجریز بہرہ دینے والوں کا انفرکونڈ ہے؟“

”نہاں اعظم!“

محافظ نے جواب دیا:

”ہمارے اڑکا نام منگلی خان ہے۔“

چنگیز خان نے حکم دیا:

”منگلی خان کو ہمارے پاس بھیجو۔“

چنگیز خان نے بعد میں منگلی خان کو ڈرا دیا اور اس کا ساندہ داخل ہوا۔

چنگیز خان نے استقبالہ انداز میں دریافت کیا:

”تمہارا نام منگلی خان ہے؟“

”جی، خان اعظم!“

اس کا پورا بدن خون سے لڑ رہا تھا:

”میرا کیا ہے؟“

”لکھڑا نہیں؟“

چنگیز خان نے اسے تسلی دی:

”ہم تم سے خوش ہیں اور اپنی (خان) عورت کو تمہیں بخشے ہیں، تم اسے اپنے خیمے میں لے جاؤ۔“

یہ وہی عورت تھی جسے چنگیز خان نے خواب میں اپنے غلام سازش کرنے دیکھی تھا اس نے دشمن بوی کو ختم خواب کی بنا پر اپنے ایک افسر کو ان کا حکم میں بخشنے کے اس سے پیشہ کے لیے اپنا بیچ بھرا دیا تھا۔

اس نے مشکوک بوی کو قتل اس لیے نہ کر لیا کہ کہیں لوگ اسے وہی کہیں کہ اس نے ایک خواب کو حقیقت بنانے کا ایک بے گناہ کو قتل کر دیا۔

چنگیز خان کا چلی بیرون کے علاوہ اپنی داستان کو کبھی آرام دہا نہیں گئے تھا اس کا مان دیا کرتا تھا اس کی

داشتہ کا خیرہ الگ ہوتا تھا۔ اسی کو حسب ضرورت غلام اور گنیزوں دی جاتیں۔

ان داستانوں کو پڑھ کر تو ہر آرام میر تقی میر کی چنگیز خان کا ان کے خیمے کی طرف سال میں ایک دوبار ہوتا تھا اور اکثر اسی سے چاروں سال کا سال چنگیز خان کے انتظام میں گزر جاتا تھا۔

مشورے پر کوئی دیوانی ہوتی ہے۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر جوانی کو برقرار دینے والا نہ لے دو دیوانی ہو جاتی ہے۔

میرانا الگ لکھن بیگم سے۔ میں مشتاقا دبار کی بیٹی اور مشتاقا دہا یوں کہ ہیں ہوں۔

اگرچہ سیر نہ کر میرے آوا جادہ کہے میں میں عیسویں پر اسی حد تک پردہ ڈالوں گی جہاں تک خاست مادر اپنے حیدر الگ کے بارے میں جو کموں کی خدا لکھی ہو گی۔

میں نے سلطنتِ روم کے حالات پڑھے اور سننے میں میں حارث غطفہ دشمن اور عروس اہلہ بغداد کے حالات کے انکشافات واقعات سے بھی آگاہ ہوں۔

مقتصد ہے کہ حکمت خواہ دوم کے ہوں متعلقہ کے ہوں یا پھر دمشق بغداد اور استنبول کے جس میں سنا ہوں، بادشاہوں اور خلفائے بعد اعدا ال سے قہر کا ہر نکال اور اپنے عشرت کموں کو سیکرڈل زاروں داستانوں سے سمجھنے کی کوشش کی وہاں گناہ کی بدیہی نے راج کیا۔ اور لیے اسے وہ قہات دشمنائے عجبیں بڑھادیں کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے شر سے جھک جاتے ہیں۔

پہلی۔

جب چنگیز خان جیسے مرد میدان اور شہزاد کے دارالسلطنت قراقرم میں اس کی داستانوں کے خیموں روز افزوں اور اعلا شرف ہوا اور ملک ملک دین و دین لوہڑوں ترکوں کی حسین جیسے دوشیزاؤں کو ان لاشعایا کی تو وہاں بھی ان کی دیوی براجمان ہوئی اور اس میں وہ باکھشہ ڈالاکہ ایک بار تو خوں کے غنا اعظم بنو غرطہ سلطنت بھی لڑنے کے رہ گئی۔

یہ حادثہ کیا سو کہ بڑھتا گیا؟

کہاں پیش آیا؟

کیسے پیش آیا؟

اس کے صرف کچھ اشارے تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ میں ان میں روبرو کر کے آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔

ادھون اور ترخان ٹریل جو ان جویدان جنگ میں ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے لڑتے تھے جو ان جنگی خان کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ وہ اکثر کہتا تھا کہ:

"فترت اور کامیابی اور خون اور ترخانوں کے قدوں سے نہیں بنتی ہے۔"

اور یہ حقیقت تھی کہ اس گروہ کے لوگ واقعی بہادر سے لگاتار اور دیر پاڑوں گھوڑے ڈال کر کامیاب رہتے تھے۔

یہ جوان جیہٹوں کے مد نظر ہم جیسے ہوتے تھے کہ کے مندر میں بے جھوک کچڑ تھے۔ تلواریں بیلانے اور ان میں اس گھوڑے دوڑتے پھرتے جیسے پانی میں تیر رہے ہوں۔

جنگی ترخان نے ایسے ہی جوانوں کی زندگی بھر جنگوں کے معان کو دیکھا تھا۔ بھلا رعایت خسرو زمین کی موجودہ اولاد اور پیدا ہونے والی سکون کو میں غافل کر لیا کرتا تھا۔

اس موقع پر اولاد اور پیدا کر کے خود بوجہ شیر خان تھا۔ خوب دواں لے کر وہ شہادت کے زیور سے آراستہ اور تیار ہو کر اس میں اس کا اٹھ کر چکا تھا۔

شیر خان کا تعلق خانوادہ جنگی ترخان کے تبدیل کا سے تھا۔ وہ خانِ اعظم کا انتہائی بڑا استاد اور مدد تھا۔ اپنی بے پناہ ہمدردی اور عالی قدر عقلی وجہ سے اس نے "ارخون" کا مرتبہ پایا۔ پھر ترقی کر کے ترخان کے محلے پر آگئی تھا۔

مشہور تھا کہ شیر خان جب زمین پر قدم مارتا تھا تو زمین ہنسی تھی اور جب وہ پہاڑوں میں ہوتا تو اس کی ہیبت سے لرزے تھے۔

جنگی ترخان کو یہ جوان اس قدر پسند اور محبوب تھا کہ میں مرتے ہو جانے والی ہمدردی سے بھر پور تھا۔ اگر خان شیر خان کو دور و دراز کی حالت پر پیچھے کے مجھے اپنے قریب رکھنا اور اپنے تمام اقدار کا اسی سے کرنا تھا۔ جنگی ترخان کو شیر خان پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی بیویوں اور داشتہ زادوں کے پاس بیٹاوات ترخان کے در پہلے بھیجا کرتا تھا اور اس خراسان استاد سے اس نے ایسا دھوکا کھایا کہ چند روز کے لیے خواہ زندگی بچ ہو کر رہ گئی اور اس کے معمولات میں فرق آگیا۔

ایک دور دکن کی طرف میں جنگی ترخان نے اپنی تمام تر لگن بندھ دانتہ جس کا نام کالی تھا کہ شیر خان کا تھوہہ بنایا۔ بعد ازاں آج کی شب کالی کو خانِ اعظم کے خیمہ میں رات گزارنے کا اعزاز بخشا گیا ہے اور یہ نصف

کے قریب شیر خان ہی کالی کو خانِ اعظم کے خیمے میں بیٹھا ہے۔

کالی صرف کالی کالی تھا اس لیے کہ وہ مات کی طرح کالی نہیں بلکہ دکن کی مانند تانیا اور روشن تھی۔ اس کی صورتیں گھر چندے آفتاب چندے آفتاب لگا جاتا ہے۔

وہ دراز قامت، بھر پور بدن بھٹی توڑوں (محل) ہو جیسے باوہار سستانہ زار چل کر ہی ہر گھر کی چمکتی آنکھوں میں ڈوب جاتے کو جی چاہتا۔ وہ خاندارا اعتبار سے محلی تھی مگر اس کی ماں جوڑی علاقے کی ایک نرگس خانم تھی۔

کالی کی ہر قسمی گھر اس کے باپ اور خانِ اعظم میں کسی بات پر مشتمل تھی اور وہ خانِ اعظم کا تھوہہ کر اپنے قیدی میں دایں چلا گیا۔

جنگی ترخان اپنے خیمے کو نہ دیکھ کر اٹھا جاتا تھا۔ اپنے ایک دستہ اس کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ وہ غیر متانتا اس لئے اپنے خیمے میں اور باپ کے ساتھ تھی کہ ان پر اس کا توبل کرنا ہو گا۔ قدرتی زوری۔

بے ہوشی کالی کی حالات کا علم اس وقت ہوا جب خانِ اعظم کے حوالہ اس کے خیمے میں گھس گئے اور اسے باز کر گھونٹے پر ڈال لیا۔

پھر جب وہ اسے لے کر گرفتاری کی طرف چلے تو ہر ایک کا نیت بد ہو گئی۔ سب نے ہلن زبان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ خانِ اعظم سے اس سب سے دیکھ کر اپنے لے جائے۔

گرفتار شدہ لوگوں کی کسے پیچھے خان کا حکم تھا کہ تمام لوگوں کو اس شخص کو کو بیعت کر لیا گیا۔ پہلے اس کے سامنے پہنچی کی جائی اور وہ ان کے بارے میں جو فیصلہ کرے اس پر عمل کر جائے۔

پھر اسے لشکر کو خانِ اعظم کی حسن رستی کا علم تھا اس لیے وہ خود ہی گرفتار شدہ لوگوں کو خانِ اعظم کی خوشنودی کے لیے پہلے اس کے سامنے پیش کرتے۔ اگر خانِ اعظم انہیں پسند کرے اس کی بیویوں میں سے داشتہ زادوں میں داخل کر لیا تو کوئی فائدہ نہ کرنا اور پسند کرنے کی صورت میں وہ لڑائی یا عورت گرفتار کرنے والے سردار یا سپاہی کو بخش دیا جاتی۔

خانِ اعظم کے سامنے کالی کی بیٹی بڑی بگڑا ہوئی تھی۔

سبھی سمجھ گئی کہ کالی جب جنگی ترخان کے سامنے آئی تو وہ اسے دیکھ کر ہسٹ ہو گیا۔ وہی نہیں بلکہ اس کے خیمے میں موجود ہر ایک کی نظر کالی کے شہابی چہرے پر جم کر رہ گئی۔

محبت اور خوشی کا یہ عالم زیادہ دیر تک قائم نہ رہا اس لیے کہ خانِ اعظم اپنے وقار کا ہر دم متاثر دیکھتا تھا۔

شیرخان سرھکاے باہر نکلیا۔

”بیٹھو اس کی جگہ شیرخان نے پورے جلال کے ساتھ حکم دیا۔ کال اس مکر پر چنگیز خان کی طرف بیٹھ کر کے بیٹھ گئی۔ اس پر چوہے کے ایک کپڑے کی طرف تھا۔

چنگیز خان کے اباؤ دبا کو کال کا چوں چنگیز خان کی طرف پشتہ کر کے بیٹھا اگو گزرا۔ اس لیے ایک زنانہ نے اسے ٹکا:

”راکی دریا میں خانی غلہ کی طرف بیٹھ کر کے کوئی نہیں بیٹھا۔

کالی کے تیردین میں جیسے لک لکائی

اس نے پیلے توٹے دالے کو گھوڑے دکھا چہ چنگیز خان کی طرف دیکھ کر رولی،
”یوں کو گستاخ ہے جو کال کو جو کال میں بغیر اجازت ایک راکی سے ملے ہوئے کی کوشش کر رہا ہے۔
چنگیز خان نے ایک کالی کا سن دجال دکھا تھا کہ اس کے بولے پر اسے اندازہ ہوا کہ یہ وحشی ہونی پرانی ہے۔
ہونے کے ساتھ ساتھ شروع و ختم بھی ہے۔

چنگیز خان نے حکام قہرے کیا:

”راکی۔ یہ ہمارا ترخان ہے۔

”ترخان جو امر خان:

کالی کو اس کرولی:

”میں پوچھتی ہوں اسے گستاخی کی اجازت کمنے دی؟“

چنگیز خان کو کال کا جواب گوارا نہ کیا۔ اس نے ناپسندیدگی سے کہا:

”تیرا ہم سے سوال نا خود ایک گستاخی ہے۔ تو ابھی ہے اس لیے میں تجھے جان کر تہاں۔ تیرے لیے خیال رہے۔

”میں سانی کے لیے غلہ کی غلہ گزرا ہوں۔

کالی نے نرم پڑے ہوئے کوئی سے کہا:

”مگر میں اس ترخان کو جان نہیں سکتی جس نے میرے ساتھ گستاخی ہے۔

”راکی۔“

چنگیز خان میں نرم ہوتے ہوئے بولے:

”تو نہیں جانتی کہ ہم نے ترخان کی ہر خطا جان کر رکھی ہے۔ یہ سانی ان کی اولاد کے لیے بھی ہے۔

”اس راکی کو کون لایا ہے؟“ چنگیز خان کی آواز نے تمام سامعین دربار کو چونکا دیا۔

کالی کو گھونے والی کوئی ایک تھکاکہ اس کے پیچھے میں چار مسئلہ کی ایک ساتھ داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کالی کو لے کر دعوئی کیا۔ تاکہ ناپسندیدگی کی حکومت میں کالی اسے بخش دی جائے۔

”اے میں لایا ہوں آنا۔“

یہ آواز جاہلہ کو گئی۔

چنگیز خان نے تیر کوٹوں سے چاروں کو گھورا:

”میں سمجھ لا لاش لانے والے کا نہیں بلکہ اس راکی کو لانے والے کا نام پوچھ رہا ہوں۔

اس کا جواب اس قدر تھکا کہ نفوت کی وجہ سے اس کی سہمی جواب نہ دیا۔ اس پر چنگیز خان نے خود ہی شکر کر دیا:

”تم چاروں کا ایک ایک دیر لے لیا جاتے۔

چنگیز کی لشکر کے دھات پانچ اوس، پچاس، سو، ہزار، پانچ ہزار، اوس ہزار، بیس ہزار اور

تیس ہزار تھے۔

تیس ہزار ایک تو ان کے آٹھ اور تانہ اشقیاں تیس ہزار کا سالار یا سپہ سالار ہوا کرتا تھا۔ اس درجہ پر کوئی ترخان یا ر خون لگایا جاتا تھا۔

کالی نے پہلی ہی نظر میں چنگیز خان جیسے سناں اور پتھر کی قوم بتا دیا تھا۔ وہ ایک ایک اس کی طرف دیکھ کر دیکھتا تھا۔

کالی جواب تک کھڑی تھی اس نے کئی بار چنگیز خان سے نظری مافی قیاس لگاس نے کوئی تاثر قبول نہ کیا تھا۔

”شیرخان:“ چنگیز خان نے ایک بلند آواز میں کہا۔

”غلام سامنے آنا۔“ شیرخان اپنی چوکی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پتہ نہیں شیرخان کی آواز میں کیا تھا کہ کالی نے پشت کر فوراً اس کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں چار چوٹی اور کالی وہ نظریں جو چنگیز خان کی نظروں سے گھرا کے دیکھیں تھیں شیرخان سے ملتے ہی جھک گئیں۔

اسی دم چنگیز خان کی آواز ابھی:

”اس راکی کے لیے ایک بڑا خیر نصیب کیا لائے۔“

"خان! عظم!"

کالی بول اور گھٹن پھاڑ کے بولی:

"آپ نے تھانوں کا حکام پر اپنے حضور صفت کر رکھی ہیں مگر کوئی دوسرا ان کا کٹافنی اس طرح صاف کر سکتا ہے۔"

"چپ چو لڑکی۔"

چنگیز خان نے اسے ڈانٹ دیا:

"اب ایک لحظہ زبان سے نہ نکلے۔"

کالی خاموش ہو گئی۔ دربار پر پہنچے ہی منشا طاری تھا۔ کچھ دیر اسی طرح خاموشی طاری رہی پھر چنگیز خان نے اس سے پوچھا:

"لڑکی تیرا کیا ہے؟"

کالی نے کوئی جواب نہ دیا یہ اس لیے کہ اس نے سوچا کہ اس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد چنگیز خان نے دھانند ہیچو می کہا:

"لڑکی! تم نے کچھ پوچھا ہے۔ تو جواب کیوں نہیں دیتی؟"

کالی پھر بھی خاموش رہی۔

چنگیز خان بے چارہ:

"تو خاموشی کے اپنی موت کو آواز دے رہی ہے لڑکی۔...."

خان عظم؟

کالی سکڑاں اور دہریے لطیف انداز میں بولی:

"میرے تیرا یہ ہے کہ میں آپ کے کسی حکم کی تعمیل کروں۔ پہلے آپ نے مجھ کا کہ ایک ایک لحظہ زبان سے نہ نکالنا۔"

میرے زبان نہ نکالنا گایا۔ اب آپ خار ہے میں خاموشی نہ کر اپنی موت کو دعوت دے رہی ہوں۔ مجھ میں نہیں

ہر ایک آپ کے کسی حکم کی تعمیل کر دینا اور کسی کو نظر انداز کروں۔

میری زندگی میں خاموشی آپ کے حکم کے تحت متعدد میرے زبان بہ ادب میں بولنا چاہتی ہوں۔ مجھے بات

کرنا کتنا پسند ہے۔"

دعوت کو دعوت دینے کا سوال تو اس بارے میں ہی کہ کئی ہوں کہ کوئی کہ کوئی کہ نہیں۔ پھر ایک ایسی لڑکی، جس نے اب تک دنیا کو ایک آزاد شخص دیکھا ہی نہیں۔ چاند ستارے دے دیا ہاڑ اور رنگ زار کے یہ پہلے پہلے، یہ تمام چیزیں مجھے اچھی لگتی ہیں۔ خوبصورت لگتی ہیں خوبصورتی کو کون پسند نہیں کرتا میرا حال ہے خان عظم میں خود بخود نہ

بہانے ہو گئے۔ مجھے بھی خود بخود پھرے پسند ہیں اس لیے میں خود بھی خوبصورت۔....

"لڑکی! تم نے تیرا کیا پوچھا تھا۔"

چنگیز خان اگرچہ کالی کا گفتگو اور دلچسپ باتیں ڈکی توجہ سے سن رہا تھا مگر اس خیال کے کہ میں دہری

لڑکی! با توں سے الجھ نہ رہے ہوں اس نے اس کا کیا کیا کٹافنی دیا۔

"خان عظم!"

کالی نے لڑکی سنجیدگی سے جواب دیا:

"میرا کیا تو از قلم ہے۔"

"قرآن قرآن؟" چنگیز خان چونکہ پڑھا۔ اس کے بادیوں پر بھی کچھ ایسا ہی اثر ہوا۔

"جی ہاں خان عظم۔"

کالی نے اسی جیسے جواب دیا:

"دوسرے معنوں میں آپ مجھے کالی بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوئی قرآن قرآن کے معنی کلامیت کے ہوتے ہیں۔ میں اس امر

اور مٹی سے پیدا ہوئی ہوں اور اسی میں لی جاتی لی۔ اس لیے میرے گھر والوں نے میرا کالی رکھا۔

میں جانتی ہوں کہ میں کالی نہیں ہوں بلکہ میرا چہرہ دو دھکی طرح صاف ہے اور چاند سورج کی مانند

چمک رہا ہے۔...."

"تم نے مجھے اپنی زندگی کے لیے پسند کیا ہے۔ چنگیز خان نے پھر اس کی بات کٹافنی دیا۔

"خان عظم نے اگر اپنی جذبات کے لیے پسند کیا ہے تو میں دل دہان سے خدمت کروں گی۔"

کالی نے پھر اس کو دل دیا اور کہا:

"لیکن کینئر کے معنی اگر زکرائی خادمہ اور لڑکی کے ہیں تو میرے لیے کوئی تا لیاغ اعزاز تو نہ ہوا۔ مجھے

عزاز ہی بخشنا ہے تو مجھے کالی کے نام سے پکارا جائے تاکہ میں اپنی نظروں سے گزرنے جاؤں۔ یہ میری درخواست ہے۔"

"دو خواست برطرف کیا جائے گا۔" چنگیز خان نے بات مانا چاہی۔

مگر حاضر جواب اور خوش دشت حسین نے اس کا پیچیدہ چھوڑا۔ خود بولی:

"میرے آقا اور مقلوب خان عظم! خود دیکھو کوئی کہ میں جو گناہ اور شہادت کے پابند ہوتے

ہیں۔ آپ تو سلطان اعدان بادشاہ ہیں۔ میری درخواست کا فوری فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

کالی کی درخواست منظور کی گئی۔ چنگیز خان نے جان چٹائی۔

اس کے جواب میں کالی اللہ کے حکم کی تعمیل چنگیز خان کی طرف رخ کیا اور ذرا خاموشی کے ادب سے اسے

تعلیم پیش کی۔

چنگیز خان اس کی سلیقہ مندی سے بہت خوش ہوا۔

”ہم تیری سلیقہ مندی سے شاد ہوتے۔“

کال نے دوبارہ سلام پیش کیا اور کہا،

”میرے خانی، علم کا شکر یہ ادا کرتی ہوں۔“

اسی وقت شیرخان غریبوں و اطفال ہوا۔

”مہمان مورت کے لیے یہ خیر نصیب کیا جا چکا ہے میرے آقا۔“

”نہ میں مہمان ہوں اور نہ عورت۔“

چنگیز خان کے کہنے سے ہی کال تیز چلے ہوئی،

”مہمان تو وہ ہوتا ہے جو نہ مغلوں، نہ بادلوں کے لیے آتا ہے اور واپس جلدیاد ہے مگر میں تو واپس کا نہ

ہوں نہیں کر سکتی۔“

دوسری بات یہ کہیں عورت بھی نہیں ہوں۔ عورت شادی شدہ ہوتی ہے یا بیوہ۔ میری بیک شادی نہ ہو

اس لیے مجھ کو نہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”میرے آقا۔“

شیرخان نے معذرت کرتے ہوئے کہا،

”میری بات سے شاید راز کی کو صدہم ہوا ہے۔ میں اس سے معذرت خواہ ہوں۔“

کال کے جملے سے معذرت چنگیز خان نے قبول کی اور کہا،

”تمہاری معذرت قبول کی جاتی ہے شیرخان۔“

کال پھر پتھ نہ رہ سکا اور بولی،

”خان! علم نے اچانک مجھے تباہ کر دیا ہے اپنے معاملات میں کوئی احتیاج نہیں، میں علم کے

لکھنے کے لیے تھی کہ پھر اس کتاب کی جو سے کافی باقی کر یہ معافی میرے جملے سے خود خان! علم نے خوا

کر کے مجھے اپنی مثبتیت تباہ کر

چنگیز خان صحتاً اٹھا۔ اس نے حکم دیا،

”اے اس کے خیمہ میں بیجاؤ۔ اس کی باتوں سے میرے غریبوں کو درد ہو جائے گا۔“

کال نے خان! علم کی طرف سے غرضائی اور شیرخان کی طرف دیکھ کر بولی،

”خان! علم! ایک لمحے میں گھوڑے چرنے کا حق بھی نہیں۔ یہ خیر ہے کہ ایک میرے پیچھے گئے رہیں گے۔“

چنگیز خان کا منہ بند کیا:

”تمہاری حفاظت ہمارا فرض ہے۔“

میں خان! علم کو خوشی سلام پیش کرتی ہوں۔

کال نے ادب سے کہا،

”خان! علم نے مجھے ایک نیا خیال بتا دیا ہے۔ میرا باب کہاں نہ تھا کہ اگر راز کی اپنی حفاظت خود نہ کرے تو کوئی بھی

اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ مگر اس حلوہ کو جو خان! علم اپنی بیوروں کا بھی حفاظت کرتے ہیں۔“

”نہ جاؤ اسے۔“

اور چنگیز خان نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔

شیرخان کیم کے دروازے کی طرف جلد کال سر جو کالے اس کے پیچھے چل پڑی۔ اس نے خیمے سے باہر گئے

ہی شیرخان سے پوچھا:

”تمہارے خان! علم نے میری طرح اداسی راز کیوں کو قید کر رکھا ہے؟“

”کال!۔“

شیرخان نے قدم روکے اور نہ گھمائے بغیر جواب دیا،

”میں اپنے آقا کا خیال میں اس قدر داشت نہیں کر سکتا۔ خان! علم تمہارا بھی آقا ہے۔“

”تم کس قدر ڈر دیکھو شیرخان!۔“

کال بچے سے ہنسی،

”اپنے آقا کی فکر ہو جو کال میں بھی اس کی رائی نہیں بن سکتے۔“

”اے کال!۔ میں سن سکتا۔ شیرخان چڑ گیا۔“

”لیکن مجھے تمہاری رائی تو نہیں کی شیرخان۔“

کال نے جواب سے کہا،

”تم تو بہت اچھے ہو۔ میں نہیں پسند کرتی ہوں۔“

اور شیرخان نے قدم روک گئے اس نے پٹ کر کال کو دیکھا۔

”ابنا پھر نہ ملنا۔ اس کا بھروسہ خانا تھا؟۔“ بائیکاٹ ہے کہ خان! علم کی بیوروں بائیکاٹ کو دیکھنا

مجھ کو ہے۔“

”ہوش میں آؤ شیر خان!“

”کال نے اسے خبردار کیا؛“

”غیر مر جکر باقی کر لے!“ قدم مت رکھو۔“

”کال کے کہنے پر شیر خان کے قدم تیز تر اٹھنے لگے۔“

”دونوں غصے پر پہنچے۔ کال کے لیے ایک کے بجائے دو کینڑوں کی تھکیں۔ اپنی نئی بالیں کو دیکھ کر

انہوں نے سر محرم کر دیے۔“

”غیر راز۔“

”شیر خان نے شے کے اندر داخل ہو کر کہا؛“

”اس شے کی کوئی بات باہر نہ نکلے پائے۔“

”شیر خان؛“

”ایک کینڑ جو عمر میں بڑی تھی اس نے جواب میں کہا،

”ہمارے آنا آپ میں۔ جب تک ہماری جان نہیں نکلتی یہاں کی کوئی بات باہر نہیں نکل سکتی۔ راز دار کا ہمارے خون میں شامل ہے۔“

”یہ واقعی دنا دار اور ظالم ہوتی ہیں۔“

”کال نے خواہ مخواہ کینڑوں کی تعریف کی؛“

”کینڑز میں نہیں بلکہ میری زمینیں میں۔ میں بھی کینڑز یہ بھی کینڑز ہیں پھر ایک کینڑ دوسرے کی کینڑ کس طرح ہو سکتی ہے۔“

”دونوں کینڑز خوش ہو گئیں اور انہوں نے کہا؛“

”ہم راز داری کی قسم کھاتی ہیں۔“

”گوسا ایسی باتیں کہاں چہا کرتی ہیں۔ ان کا نام اعلیٰ ساز شہین اور نشہ دو ایناں ہوتا ہے۔ خواہ یہ

منہ پر سلطنت کے لوگ اور دلی کے حکام میں ہو یا سحرانے کوئی کے چیلن میں ان میں لگے ہوئے خان اعظم کے

خیوں میں ہوں۔“

”انسانی جذبات تو ہم جگہ پناہ دے دیتے ہیں۔“

”خدا میں اور لوہہ ہاں جیسے حکمت اور دانشاؤں کا دوسرا حال کر لیں تو ایسی ہی صورت حال پیدا

ہو کر قے۔“

”یہ باما کون ہے؟“

”کالی نے حکمرانہ انداز میں پوچھا؛“

”کیا وہ خان اعظم سے بھی بڑا ہے؟“

”بلکہ وہ خان اعظم سے بھی بڑا ہے۔“

”شیر خان نے فوراً جواب دیا؛“

”یاما ہارا کا نون ہے جن کا نام باما ہوانا نون، اس کی خلعت دند کر کے دالے کی گردن اٹا دی جاتی

ہے۔“

”کالی کھانچ کر سنیں پڑی۔ شیر خان کا مضبوط دل لرز کر رہ گیا۔“

”قدم رکھ کر کھڑے نہ ہو شیر خان۔“

”کال نے سنتے ہوئے کہا؛“

”دور نہ! ساسا کوئی قانون تمہاری گردن اٹا دے گا۔“

”صحت میری نہیں۔ تمہاری گردن میں۔“

”اور شیر خان کے قدم تیز تر اٹھنے لگے۔“

”کال نے ایک سنڈری ماسٹس اس طرح کہ اس کی تاثیر شیر خان تک بھی پہنچی۔ حیران نہ بڑھے عیب

لیے ہیں کہا؛“

”میں تو سادہ دست خوش ہوں گی جس دن میری گردن تمہارے ماتھے اڑا دی جائے گی؛“

”کالی؛“

”شیر خان کے قدم ایک ادا پر لگے تو اس نے کالی کی طرف دیکھ کر کہا؛“

”کیا تو میری جان لینا چاہتی ہے؟“

”نہیں شیر خان؛“

”کال نے مضبوط لیے ہیں کہا؛“

”میں تو اپنی جان بچانے دیتا جا رہی ہوں۔ مجھے تیرے خان اعظم سے نفرت ہے۔ اس کے ساتھ میں زیادہ

زندہ نہ ہو سکوں گی۔“

”شیر خان کے انھوں نے شکل کا دس چھوٹے ٹکڑے؛“

”کال۔۔۔۔۔!“ اس کی آواز بھر کا۔ وہ آگے بکھر کر رہ گیا۔“

بادشاہ اور صدار روزِ نئی گلیز میں محلات میں ڈالتے رہتے ہیں۔ ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور بادشاہ باہر والی گلیز کو ایک بار دیکھنے کے بعد دوبارہ نہیں دیکھ پاتا۔ اس سے اخلاقی برائیاں نہ تو جنم لیتی ہیں۔

شیرخان کی اکثر راتیں کالی کے پتے میں گزرنے لگیں یہ بڑی جرأت اور دل گردے کا کام تھا مگر جوانی تو بڑی ہی ہفت ہے اور یہاں تو دونوں ہی دہلے تھے۔
شیرخان نے کالی سے بیان کیا تھا کہ اگر اسے ٹولی چڑھتا پھرتا تو پڑھ جلتے لگا گھر اس سے بے دہانہ نہ کرے گا!

شیرخان لودھ کا لی بڑائی اور چکل کی اس کی طرح بوسے قرقر میں پھیل چکی تھی نیچے لڑاٹھے۔ شیرخان جس طرح جنگیز خان کا معتقد اور محبوب ہوا تھا اس طرح وہ شیرخان کا بھی ایک پسندیدہ سوار تھا۔ کسی کی برائت نہ ہوتی تھی کہ کالی کی کلن رائی کا مالِ ضیقِ اعظم سے بدلی کرے۔
جنگیز خان سے کسی نے نہ کہا مگر اس کی پٹھن ص نے ایک عظیم نظریے کی کھٹی بجائی۔ اس نے اپنے نیچے میں آنے جلنے والوں کے چہرے چھٹا کر دیکھے۔ ستے ستے، پھیکے پھیکے اور عمامہ چہرے۔
ان چہروں نے اسے باورِ رادیا کر کوئی طوفان آنے والا ہے یا آچکا ہے۔

پھر — ایک رات اس نے اپنے خاص ملازم کو اپنے نیچے میں سونے کا حکم دیا۔ ملازم کا خون متک ہو گیا۔ وہ اٹھنے دوں سے اپنے امک سے نظریں چمرا رہا تھا۔ ملازم کے اس رویے نے جنگیز خان کو اس کی طرف سے مشکوک کر دیا۔

صفت شب کے قریب جنگیز خان نے اپنا خیمہ اس کے سینہ پر رکھ دیا:

”میں کئی دن سے تیری آنکھوں میں ہلکے ترائی کے سائے لہراتے دیکھ رہا ہوں؟“

اس نے چہرہ ہلکے کہنا شروع کیا:

”میں جانتا ہوں کہ تو خود نمک حرام نہیں ہے۔ تجھے کھانے کا پانی ہے۔ بدی پر اکسایا ہے۔ غلامی پر آمادہ کر دیا ہے۔“

ملازم نے زیرِ غر بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہا:

”میرے آقا، میرے مالک! نہ کسی نے سکا یا نہ کسیا نہ خدا پر آمادہ کیا ہے۔ مگر میں آپ کا ہنرمند ہوں۔“

چنگیز خان نے اسی کے سینے سے بھر دیا:

”اگر پہلی تینوں باتیں غلط ہیں تو چنگیز تو جانتا ہے سچ بیان کر دے میں تجھے معاف کر دوں گا۔“

”میرے آقا!“

”لازم کو سہارا ملا تو اس نے فوراً اگل دیا:

”شیرخان اور کالی بات پورے قزاقستان میں مشہور ہو چکی ہیں۔ پتہ نہیں آپ کو اس بات کا علم ہے یا نہیں؟“

”کیا؟“

چنگیز کے بیرون محل سے زمین سرک اٹھ رہی وہ دیر تک ملازم کا منہ کھتا رہا۔ جب حواس کچھ درست ہوئے تو اس نے مرد آواز میں پوچھا:

”کیا یہ سچ ہے یہ تمام سنی بات تو نہیں؟“

”مالک؟“

”ملازم نے مضبوط لیجے میں کہا:

”یہ بالکل سچ ہے۔“

”کوئی ثبوت ہے تیرے پاس؟“ چنگیز کی آواز مضبوط ہو گئی۔

”ثبوت یہ ہے کہ شیرخان اس وقت بھی کالے کتے کھاتے ہیں۔“

”ملازم نے پورے دھڑکنے سے کہا:

”مکمل دیکھیے تو یہی اچھی دوزخ کو گزرا کر کے پیش کر دیں یا گزریں آزار دوں۔“

”ابھی نہیں۔“

چنگیز خان ہلادوں کی طرح اپنی ہنسنے لگا:

”مٹھو اور انتظار کرو۔“

پھر اس نے ملازم کو رخصت کر دیا۔

”مجھے اس نے دربار کا لگا لگا۔ اس کے بڑے خیمے کے سامنے جبرائیل لوہا نظر آتے تھے۔ وہ خیمے سے نکل کر

میدان میں آکر اپنا مسند پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے کھڑے حکم دیا:

”شیرخان شیرخان اور کیز کالی کو مار کر ماریا دے۔“

”مسیح کو کم نہ تھا کہ یہ دربار کسی لیے لگا یا گیا ہے۔ شیرخان اور کالی کے ناک پر لوگ جو کچھ۔“ ان دونوں کی سیاہ

کاروں کے چرخے زراعت ہو چکے تھے گویا یہ نہ تھا کہ چنگیز خان بھی اس راز سے واقف ہو چکا ہے اور اس وقت

دربار میں ان کی سزا کا اعلان کرے گا۔

شیرخان اور کالی تینوں اور لوگوں کے سامنے میں دربار کا میں پیش کیے گئے۔ انہیں دو مختلف سمتوں سے

وہاں لایا گیا اور چنگیز خان کے حکم کے مطابق برابر برابر کھڑا کر دیا گیا۔

جموں کے سرکھ ہوتے تھے مگر جموں سے کسی کرب اور شہنشاہی اظہار نہ ہوتا تھا۔ تعجب تو اس بات پر تھا

چنگیز خان کی آنکھوں میں شعلے لٹکے کھائے اس کا بہو دھڑاں دھڑاں ہوتا تھا۔

”شیرخان!“

چنگیز خان نے سرکھ لیجے میں دربار کیا:

”کیا تجھے اپنے جرم سے انکار ہے؟“

شیرخان نے سر اٹھا یا اور چنگیز کی نظروں میں نظریں گاڑ دیں:

”میں مجرم ہوں۔“

اس نے اطمینان سے کہا:

”مجھے تفت کی بات ہے۔“

دربار میں ایک شیب طرح کی بے جینی پیدا ہوئی۔

”کالی!“

اب چنگیز خان اپنی کینز سے مخاطب ہوا:

”کیا تجھے اپنے جرم سے انکار ہے؟“

”میں اپنے جرم کا قائل کرتا ہوں۔“

کالی نے سر اٹھا یا اور بڑے مضبوط لیجے میں کہا:

”مجھے سولی پر چڑھا دیا جائے۔“

اب سید کسی کو اس کی منادات کی ضرورت نہ تھی صرف جیلر باقی تھا اور چنگیز خان نے پورے جیلر کے

خیال کر دیے۔

”نہایت تاتا ہے کہ میرا جہاں ابد اخلاقیات کے مسئلے ہیں، بالکل اپنے انداز میں مل گیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے

فیصلہ سناتے ہوئے کہا:

”تم دونوں ہماری مرضی سے نکل جاؤ۔ اگر ایک ہفتہ کے بعد ہماری مرضی میں کسی بگ نظر آئے تو منکوں کو تمہارا خون معاف ہوگا۔“

درباروں کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ ان کے خیال میں دونوں کو قتل ہونا چاہیے تھا۔ ایک بوڑھے مشن نے احتجاج کیا:

”خانا، غلط! اتنے سنگسیر جرم کی کوئی سزا نہیں؟“

”بزرگ مشن۔“

”سنگسیر خنان نے جواب دیا:

”وہ دونوں جرم نہیں۔ یہ میری غلطی تھی کہ میں نے ایسے ذلیل ہنرات کی لڑائی کو اپنے لیے منتخب کیا۔“
اس کے ساتھ ہی دربار پر خاموش ہو گیا۔

چنگیز خنان کے چاہیے اس کے ماٹروارث نامزد کیے گئے تھے:

۱۔ جوچی خان

۲۔ چغتائی خان

۳۔ اودغائی خان

۴۔ تولوئی خان

یہ چاروں بیٹے اس کا پہلی بیوی پورتائی کے بطن سے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جوچی خان کا بچہ چنگیز خنان نے قابض کر لیا۔ پور تائی کے بطن سے اس وقت پیدا ہوا تھا جب وہ چنگیز خنان کے ایک دشمن کے قبضہ میں تھا۔ پھر جب چنگیز خنان نے طاقت حاصل کر کے پورتائی کو ایک جنگ کے بعد شش سے واپس لیا تو پورتائی اپنے ساتھ جوچی خان کو بھی لے آئی تھی۔

چنگیز خنان نے اسے اپنا بیٹا نہ سمجھا۔ دوسرے بیٹوں کے مانند باپ اور چران کا بچہ۔ جب اس نے اپنے وارثوں کا اعلان کیا تو ان میں جوچی خان پہلے نمبر پر تھا۔ حالانکہ اس کے تینوں بھائیوں نے اسے کبھی اپنا بیٹا تسلیم نہ کیا۔ چنگیز خنان کی زندگی میں وہ جوچی کا چچا نہ لگا سکا۔

میں آپ کو یاد دلاتی ہوں کہ میرزا گلگدن بیگم ہے۔ میں شہنشاہ بابر کی بیٹی، بادشاہ ہمایوں کی بہن اور کبر بادشاہ کی بیوی ہیں۔ مگر بادشاہ ہی کے حکم پر میں اپنے باپا و جد کی زندگی کے اور اپنی آپ کے سامنے آئی رہی ہوں۔

دادا کو اپنے پوتے پر بڑا غور تھا۔

چنگیز خان کو کٹر کا تھا،

"اس لئے جہاں ملنے کی باتیں فورسے سن، یہ بڑا بچہ دھڑلا ہے۔"

شاہی بین کی فتح کے بعد جو قزاق تہذیبیں اپنے قبضے میں آئیں، اس نئی سلطنت کے مغربی علاقوں کی حالت بڑھ رہی تھی۔ وسط ایشیا کی خزانہ سلطنت کے باغزار ترک قبیلہ کے رگے بھی جو ایک بڑے طاقتور غاصب مہم جاملے تھے، اس کا غاصب کاہن کو شکوکہ واپس لے گیا تھا۔

کو شکوکہ یانیان کا شہزادہ تھا اور اس سے کچھ عرصہ قبل ہی وہ قرابت والی جنگ کے بعد مغلوں کے نام شکست کا چچکا تھا۔

شہزادہ کو شکوکہ نے دھماکا بازی کے ذریعے فتح اٹھایا اور ترقی کی تھی۔ اس نے مغرب بعید کی طاقتور سلطنتوں سے ساز باز کر کے اپنے قاتلین خزانہ لٹکے گاؤں کو قتل کر دیا تھا۔

اس نے صرف یہ نہیں کیا بلکہ جس وقت چنگیز خان دیا واپس کے پاس لڑائیوں میں مصروف تھا اس نے انہوں کو ہمراہ انتشار پھیلایا اور مغلوں کے باغزار عباسی خانات کو بھی قتل کر دیا تھا۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ کریمیت قبیلہ جو جیشہ و طاقتور ڈول تھا قدامتہ مغلوں کا لشکر چھڑ کر کو شکوکہ کے پاس چلا گیا تھا۔

خو خانی سلطنت جس پر اب بھی کو شکوکہ قابض تھا، تخت سے لے کر تختہ تک کے کوسستانی علاقوں پر پہلے ہوئی تھی چنانچہ چنگیز خان نے قزاقوں کو اپنے اپنی مغربی سرحد مضبوط کرنے کے لیے کو شکوکہ کے خان ہمراہ کا فیصلہ کیا۔

کیرٹھند کو اس منسلک سوار دستے یا جانوروں کا سرکونی کے لیے دولہے کی طرح خزانہ خوروں کی بد قسمتی کو دہرائی گیا، اسے نکال کر مغلوں کے سامنے صفت آرا ہو گئے اور جبریت کا رخنوں نے ان کی ابھی طرح شافی کر کے انہیں میدان سے باہر لگایا۔

کریمیت قبائل میں چھڑوں کو چھوڑ کر کو شکوکہ سے جاملے تھے اس لیے ان کے خلاف بھی سوبدائی باہنلی سواروں میں ایک جیسو فوج دار کی لڑائی کو دہرائی گئی کہ وہ کریمیتوں کو دشمنی سے ناسمجھ کر لے گئے۔

اس طرح چنگیز خان نے دو قزاق فوج دہرائی، دہرائی ہزار سوار پر بھی قزاقوں کو سوار بنا کر مکہ کو دہرائی، چھوڑ کر لے گئے اور ان کا قتل کر کے اور ان کی کشتیوں کے رواج پھیل گئے۔

کو شکوکہ کی سلطنت میں وہ علاقہ شامل تھا جس سے آئندہ چل کے امیر تیمور گورکان کی تیموری سلطنت کو

لب کی حیثیت حاصل ہوئی۔

مغلوں کو خزانہ خوروں اور یا جانوروں کو شکست دینے کے لیے بڑے سپاہیوں پر جنگ و جدل کا ہزار گروہ کرنا پڑا۔ ان حملات اور جنگوں کی تفصیل سے ہم نے اس لیے گریز کیا ہے کہ ان لڑائیوں میں چنگیز خان نے ہنسی نفس جھٹھ دیا تھا، بلکہ اس کے مختلف سرداران اور سپاہیوں کا غم دیتے رہے تھے۔

جی تو یوان نے کہہ سکتا تھا کہ اس میں کو شکوکہ کا طرح تھا، کیا؟ ہمیں کبھی کبھی گائیں گائیں اور کیا کیا تو بیچ استعمال کیے؟ اس سے ظن تھا کہ اس خاطر اور ذہن منظر سوار سے مسلمانوں کی حمایت اس طرح حاصل کی کہ اس نے کو شکوکہ کے علاوہ باقی تمام کشتوں کے لیے حمایت کا پروانہ جاری کر دیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بد جو خزانہ خوروں میں بھی کسے دروازے جنگ لگی۔ پھر سے ایک عرصہ سے بند تھے انہیں ہی تو یوان نے پھر سے کھولا دیا۔

جی تو یوان نے اپنے دوسرے دشمنوں کی حمایت (یا بیرونی بانداری) حاصل کرنے کے بعد مغربی خزانہ کو شکوکہ کے ایک سال کی بھیجا۔ آخر وہ اپنی جنگ و دوڑیں کا مہاب ہوا اور کو شکوکہ سارا گیا جی تو یوان نے چنگیز خان کے کھلے حلق کو شکوکہ کی سرسختی سے خدمت میں روا کر دیا۔

اس نے صرف کو شکوکہ کی سرسختی نہیں بلکہ مسند خاندان کے ایک ہزار گورخوں کا قلعہ بھی چنگیز خان کو بھیجا جو اس محکم کے دوران وہ مختلف جنگوں سے حاصل کرتا تھا۔

کو شکوکہ کے خاتمے سے چنگیز خان کو سنا تھا وہی انتہ سے لے کر ہلاکت کے اس یادوں کو بھی پھیلے ہوئے علاقوں کے ترک تہاں پر مغلوں کی جد کے ساتھ ساتھ تھا، تھے، قزاق جانے کے تمام عقل اور دہش شامل ہو گئے۔ اس سے پہلے اگرچہ چنگیز خان نے شمالی چین فتح کر لیا تھا مگر طاقت کا توازن اب بھی اسی ترک خاندان پر موقوف تھا، ان کے ہاتھ میں تھا۔

پس — ان جانانی کے عمل اور دہش شامل ہونے سے مغلوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل چوٹی اور ان کا اہمیت اکثریت میں بدل گئی تھی۔

موجودہ سندھ کے دروازے کھلنے سے مغلیہ خان ظلم کی ایک نئی توان و دشمنی تڑپا، باہنلی مغلوں سے ہر گاہا ہون بلکہ بدحواسی کو ملے ہوئے چنگیز خان نے ملک شامخ کیا ہے اس لیے ان پر منتشرہ ذہن کا اثر ڈال دیا گیا اور وہ

خزانہ کے بجائے چنگیز خان کا آسمانی فرشتہ تھا کہ اس کے بعد روانہ تالیع ہو گئے۔ کو شکوکہ کی شکست اور موت کے بعد وہاں کے قلعہ نے بھی اطمینان کا سانس لیا کہ اب وہ طرح طرح کے حملات سے آزاد ہو گئے ہیں۔

اس طرح بہت کی چوڑی کے نیچے کی دنیا میں نشناہ ہیں اور نشناہ فرشتہ کے ساتھ کہ نتیجہ میں بکشتہ لادار
قد، انہما فی منصب ہونے کے باوجود ایک ہی گھاٹ پانی پینے لگے۔

کھنڈر ان کے کسمپاسان ملے، چنگیز خان کے سیوری کر چکے تھے اس غفلت کے داغ لاپتے اور اس کے بندے
ہوتے تو ان میں "یاسا" کی تبلیغ کرتے تھے کیونکہ انہیں ان وقت کے دور پر بادشاہ کی ایک تہ کی سختی میں یا سادہ
یاسا کا تازہ نہر کی گمانا بیٹے گا۔

اس زمانہ میں خازم سے آئے والا ایک خاصہ بہت کی بندویں پر پہنچا اور اس نے جیوں کی چنگیز خان کی طرف سے
اطلاع دیا کہ:

"تمہارے پیچھے ہوتے سفید بکریوں کے گھوڑے تلواریں پہنچ چکے ہیں۔"

اس نے اسے چنگیز خان کا بیٹا کہہ:

"مجھ کی وجہ سے غرور نہ ہو جانا۔"

پتہ نہیں چلی تو ان سے اس کا اثر بڑھ گیا کہ نہیں گئے بہت کے پہاڑی سلوں میں نئے سپاہی بھرتی کرنا
رہا۔ وہ خازم میں داخل ہو گیا کیونکہ اس کی دینکے ایک اور حصے میں ضرورت تھی۔

کوئل کی ملکیت کے بعد میں سے کچھ بزرگ اہل مال، ایک امن و امان کی ایک جادو سی قہر کی کوئلہ
بغاورت مسدود ہو گئی تھی اور یہ تمام کتابیں ہی خانہ میں قہر کی کوئلہ کے تحت چھپی گئی تھیں۔

خان کے گھوڑے سوار تھیں اور اس سے اس کے سر پہنچ کر لگاتے چہرے تھے اور ان کے راستے میں مزاحمت
کرنے والا کوئی نہ تھا۔

اس وقت کے لیے یہ بات ضرور سمجھ گئی تھی کہ اگر کوئی دوسرا ہونے سے پہلے ایک قید کے کراس سے
اس کے سر پہنچ کر لگاتے کوئی کوئلے کی حرکت نہ کرے گا۔

لگے۔
خان، اہل کوئلہ پر بڑھ پڑا تھا، اسے یہ امن و سکون بھی بلند نہ تھا۔ ہالوں کے کوسوں میں اسے خنکے کھینے سے
الطیان نہ ہوتا تھا۔

اس نے ایک دن اپنے شاہیاد کے محافظ دے کے سوارے سوال کیا:

"دنیا بھر میں سب سے زیادہ تلف گناہت میں کیا ہے؟"

محافظ دراز نے دادر سوچنے کے بعد جواب دیا:

"مکھلا میدان چور، روز دہشتیں چور، دیوین گھوڑے پر سوار ہوا اور ہاتھ پر شہنشاہ، بیٹھا ہر چور گھوڑوں کو
چوکتا کر دے۔"

"نہیں۔"

چنگیز خان نے جواب دیا:

"اپنے دشمنوں کو کھینا، انہیں اپنے قدموں میں گرتے دیکھنا، ان کے گھوڑے اور ماں جھیننا۔ ان کی عورتوں کی
آہ دیکھنا۔ اس سے زیادہ ہر کسی اور بات میں نہیں ہے۔"

چنگیز خان کے اس اظہار سے اس کا پورا گوارا اور دریاں ملنے آتا ہے۔ یوں مسلم ہوتا ہے کہ اسے
صرف ظلم ہی پسند نہ تھا بلکہ ظلم کی بے کسمی بھی اسے لذت خاص قرار دیتی تھی۔

میں اپنے ہر بادشاہ کی حمایت نہیں کرتی کیونکہ ایک ایسے کہ اس دور کا ہر بادشاہ اور شہنشاہ ایسا ہی ضرور
مغور و غلام اور صفا تھا۔

جیسے کے زہر تاجدار کا حال، میان کیا جا چکا ہے۔ اس نے اپنی رعایا کو کبھی انسان نہ سمجھا۔ اس کا خاندان صدیوں
سے غلام کا خون چوس رہا تھا۔ اگرچہ وقت بڑا خود غلام کو دشمن (خون) کے حوالے کر کے خود جذب میں لگا گیا۔

یہی حال فرغانہ کی شہنشاہ کوئلہ کا تھا۔ اس نے اپنے دوستوں سے بے وفائی اور آقاؤں سے ندرت کی اور ان
کو قتل کر کے تخت پر تاج بٹھایا۔

کیا یہ کوئلہ کا غلام اور صفا تھا؟

یہ ضرور ہے کہ ان کوئلوں نے کبھی خود کو غلام نہیں سمجھا بلکہ مسیحا اور بھڑا پڑا اپنی صفائی، روبریت اور
شہادت کا اعلان کرتا تھا۔

میرے اس ہر بعد میں چنگیز خان کو دیکھنے مختلف، ہوں بے پکارا ہے مثلاً:

قادیانہ

جنگوئے کامل

باغی تخت و تاج وغیرہ۔

مجھے ان ناپوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں کہ ایک مختصر زمانے سے "قرقرہ لودی" کا نام یاد ہے اور میرے خیال
میں یہ میرے جد کا گھم اور سب سے مناسب نام تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ اگر لوگوں نے رسی اختیار نہ کی تو ہم ان پر ظالم حاکم مسلط کر دیں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں ہندو کی جیسا ہی خلافت اور خوارزم شاہی میں جو بد حال اور مشرکانہ استری پیل اس کی خاتمہ کے لیے خدا نے چنگیز خان کو ان علاقوں پر مسلط کیا تھا۔ یہ ملک تخت قباچہ دنیا کے لیے مہذب و ایم ثابت ہوا کیونکہ اس نے فتح کا جو بھی چال چل وہ دہریہ صیب متی اب اس کا رخ مغرب کی طرف تھا۔



چنگیز خان کی سلطنت کی حدیں اب تک مشرق ایشیا تک محدود تھیں۔ وہ عراق و ایران میں پیدا ہوا۔ وہیں پلاڑیا اور حیران ہوا۔ تمدن دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ تمدن کی جھلک اس نے ہمدان زریں (ہمدان و چین) کے ساتھ آذربائیجان کے دوران دیکھی۔

شمالی چین کو فتح کرنے کے بعد وہ پیرائے ممکن قریب کرلوٹ گیا۔ پھر جب اس نے اپنے سرداروں کو تنہا کے خلاف کاروائی کا حکم دیا، اس وقت اسے مسلمان آبرو کا آمد و رفت سے ایشیا کے باقی نصف حصہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔

اے یہ سن کر یقیناً غیب ہوا ہوگا کہ مغربی سرحد کے مسئلہ کو کہ اس بار ایسی شایاب وادیاں ہیں جہاں کبھی برف نہیں گرتی اور سردیوں کے دیا مال کے کسی حصہ میں نہ جوتے ہیں۔ وہاں کے لوگ ایسے شہروں میں رہتے ہیں جو قراقرم اور چین کے گلی سے بھی قدیم ہیں اور مغرب کی ان آبادیوں سے ایسے قاطعیت سے ہیں جن کے پاس آباد کاروں میں، زنجیر دار زردیوں، سفید کپڑے، سرخ پٹریے، مہذب و ایم و ایمت، فروزے اور صل ہوتے ہیں۔

ان قانون کو قراقرم پہنچنے کے لیے وسط ایشیا کی دیوار ناقص "پارکرنا پرتی" تھی۔ یہ دیوار ناقص کوستان کا وہ بیچ و درجہ مسلط تھا جو دنیا کی چھت کے قریب مغرب شمال مشرق اور جنوب مغرب میں پھیلتا چلا گیا تھا۔ یہ پہاڑی سلسلہ قدیم زمانہ سے اسی طرح قائم تھا۔

پرانے زمانے میں عرب اسے کہہ کاف کہتے تھے جہاں ان کے خیال کے مطابق یہ یوں اور دیوتاؤں کا بے راقہ۔ یہی پہاڑی سلسلہ صحرائے گولہ اور اقل دنیا کے درمیان مائل تھا۔

مختصر کہ یہ پاڑی سلسلہ براعظم ایشیا کو دو بڑے صوبوں میں تقسیم کرتا تھا جس کے ایک طرف جینگیز خان کے
محکمہ اور دوسرے طرف مغرب میں رہنے والے چین کی سرزمینوں میں تاتاریں یا دور کا علاقہ سمجھ کر
پکارتے تھے۔

چین زبان نے کرغزوں کی شکست دی تھی اور وہ اس پاڑی سلسلہ کے قلعہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور علاقہ
کے باہر والے رافٹا۔

جینگیز خان کا بے بڑا بیٹا جوچا خان مغرب کی طرف کرغزوں کا تہا پہاڑی قبائل کے گاس کے میدانوں میں
جانب بٹھاتا۔

ان دونوں نے جینگیز خان کو والیے راستوں کی اطلاع بھجوائی جو اس پاڑی سلسلے کے اس پار پہنچتے تھے۔

اس وقت تک جینگیز خان کو مغرب کی طرف کرغزوں کی تجارت سے دلچسپی ہو چکی تھی۔

وسط ایشیا کے اس پار کی مسلمان قوموں کا مسلمان خصوصاً ام کے شاندار مقیم ان علاقہ زندگی بسر
کرنے والے مسلمانوں کے لیے بڑی دلچسپی اور اہمیت کی چیز تھیں۔

جینگیز خان کے علاقوں میں مسلمان تاجر بھی آباد تھے۔ اس نے ان مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ مغرب کی طرف بھی
تجارت کرتے سمجھیں۔

ان مسلمان تاجروں نے جینگیز خان کو بتایا:

"خان اعظم! مغرب میں آپ کا قریب ترین ہمسایہ خوارزم شاہ ہے جس نے خود بھی ایک بڑی مملکت فتح
کی ہے۔"

خان اعظم نے دلچسپی سے پوچھا:

"کیا اس کی مملکت بھی اتنی ہی بڑی ہے جتنی کویری؟"

مسلمان تاجر کو گھر لایا۔ اس نے سوچا کہ بڑی مملکت تاتاریں تو کہیں غائب، غلط فہمی اور دھوکہ دہی سے اور
اگر اسے چھوٹی مملکت بتائیں تو بے ایمانوں سے پتہ چلے گا تو جیسے جیسے کہے۔

پس اس نے بہت سوجھ بوجھ کا جواب دیا:

"خان اعظم! مملکت تو آپ کی بڑی ہے مگر خوارزم شاہ نے بھی اتنی ملک فتح کی ہے۔ اور اس کی فوج بھی
بہت بڑی ہے۔"

"اچھا۔"

جینگیز خان کو جو کہ دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اس لیے اس نے مزید پوچھا: "گوں کو کون سے ملک فتح کیے ہیں

اس خوارزم شاہ؟"

"خان اعظم!"

بہترے مستحق تاجتھے جواب دیا:

"میں اس کی پوری مملکت میں قابض ہو گیا مگر میں نے بہت دور سنا ہے کہ اس نے تو خدا کا عطا کیا اکاؤنٹ، بہت
کوان و کوان، اور خداوند مغربی، غیر مذکورہ، شائش، فرمانبردار، بخیر، اچھا، اور خازمان وغیرہ کے علاقے
فتح کیے ہیں۔"

جینگیز خان سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے اس سلسلہ میں گفتگو کو آئندہ پراٹھا رکھا اور اس وقت منتظر ہو رہا۔

اس وقت مسلمان تاجر ملاؤ اور دیہات خوارزم شاہ کی شہرت کا آداب نصف النہار پر تھا۔ چھوٹی سڑکیں ٹاکرا رہیں
اس کی فکر میں شامل ہو چکی تھیں۔ اس کی خوارزمی مملکت کی حدود شمال میں چینی سرزمین اور جنوب میں خات تاتاریں
چلی گئیں۔ اس طرح خوارزم شاہ اس دور کے تمام مسلمانوں سے زیادہ طاقتور و کمان تھا۔

یہ عباسی خلافت کا زمانہ تھا اور بغداد میں عباسی خلیفہ، ناصر الدین، برسر اقتدار تھا۔ اور دین رشید اور مونس
کا زہر و دگر دگر کیا تھا اور عباسی خلافت کی حدود کم ہوتے ہوئے بغداد کے قریب دھڑا کر چکے تھے۔ چھوٹی
کو ایک مذہبی شہر شمال کی جانب تھا اور تمام مسلمانوں کا اس کی طرف منسوب تھا۔

علاقہ خوارزم شاہ نے بھی اپنی مملکت میں خلیفہ کا نام خلیفہ میں شامل کر لیا تھا اور اس بات کا خاص جوش تھا کہ
اس کی مملکت کے اعزاز میں خلیفہ اسے سلطان کا خطاب دے کر اسے مبارکبادیں دے گا۔

مگر یہ خلیفہ بغداد کا شاہ خوارزم کو سلطان کا خطاب دینے میں کیوں تاخیر کر رہا تھا اس سلسلے میں خوارزم شاہ
نے خلیفہ کے پاس کئی بیٹیاں بھیجے مگر وہ ناخوش رہا۔ اس کا جواب دینے کے بدلے میں اس نے سلطان سے
دقت گزار رہا تھا۔

لیکن آخر میں ایک شاہ کی انا کا مسئلہ تھا اور شاہ بھی اس بار خود اس سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ چنانچہ اس
نے خلیفہ کے خلاف فوج کشی کا فیصلہ کیا اور بغداد، ہزار ہا لشکر جہان سے بغداد کی طرف بھیج دیا۔

اب یہ خوارزم شاہ اس لشکر کی بدچلتی تھا کہ اسے اس لشکر کو برطانویوں کے اگلے اس سلطان سے
لشکر کا نام گھوڑے اور دیگر مویشیوں کے علاوہ کینہ تھا۔ دین عین شائش ہو گئیں۔ خوارزم شاہ نے اسے ایک

بدلتگوئی خیال کر کے فی الوقت بندہ اور جہلموٹی کر دیا۔

علینہ بناد کو خوارزمی شکر کی دعا علی اور بادی کا حال معلوم ہوا تو وہ خوارزم شاہ کے اور زیادہ خلافت ہو گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ خوارزم شاہ اس پر دوبارہ حملہ نہیں کرے گا اس لیے اس نے خوارزم شاہ سے صلح کر کے بھائیے و در سے ملینوں کا ٹکڑا شروع کر دی تاکہ وہ وقت فرصت خوارزمی لشکر کا مقابلہ کر سکے یا پھر کسی اور طریقے سے اسے نقصان پہنچا سکے۔

علینہ اور خوارزم شاہ میں اختلاف کی یہی وجہ تھی جس نے پہلے پہل اس قدر جنگ کی صورت اختیار کر لی کہ علینہ نے جگین خان کو خوارزم شاہ کے خان وچ کو بھیج کر کہا۔

لوہر علی اس خط جگین خان کو خوارزم شاہ کے بارے میں متبادر تشریح کر رہی تھیں منہ مرد خوارزم شاہ کے ارادے سے لی جیسا کہ یہ کہیں جگین خان خوارزم شاہ سے اپنی ہمدردی کا اظہار اس کے دہن میں یہ بات پیش ہو گئی کہ خوارزم شاہ کی اسلام سلطنت پر بہت مضبوط ہے اور اس سے بڑھ کر بڑا شہر نہیں۔

اور خوارزم شاہ نے علینہ بناد کی سند حاصل کیے بغیر وہی سلطان کا لقب اختیار کر کے اپنی ہی سلطنت میں علینہ کا نام خلیفہ سے خارج کر دیا۔

پھر ایک وقت جب وہ دہلی کے انگریزوں میں پڑاؤ لے کر رہے تھے تو جگین خان کی طرف سے اس کے حضور ایک وفد آیا۔ اس وفد میں علینہ بناد کی ایک بیوی سمیت شامل تھے:

۱۔ محمد خوارزمی

۲۔ علی خواجہ بھاری اور

۳۔ گنگا انزاری

وفد نے جگین خان کی طرف سے خوارزم شاہ کو کچھ تحائف بھی پیش کیے۔

خوارزم شاہ کو بتایا گیا تھا کہ منہ مرد انسانی دشمنی اور درہد صفت ہے مگر وہاں سے آنے والے وفد کے تمام اراکین مذہب معلوم ہوتے تھے

خوارزم شاہ کو شک پیدا ہوا اور اس نے پوچھا:

"تم دوسری صورت میں معلوم کیسے ہوئے۔ بتاؤ انھیں کس قسم سے ہے؟"

اس پر محمد خوارزمی نے ان کو وفد کا نام سے تعارف کر دیا۔

اسے خوارزم کے ملے تمام سلطان اور کچھ مقلان بھیج کر منہ مرد کے وفد کو شک میں ماحول بنے ہیں مگر ہم سب بفضل سلطان ہیں۔ میرے وفد کے ایک ایک کا نام گنگا انزاری، دوسرے کا نام علی بھاری اور میرزا کا محمد خوارزمی ہے۔

اسب جہلم پیشہ ہیں، ہمارے آباؤ اجداد اسوی علاقوں سے نقل مکان کر کے ان علاقوں میں آباد ہوئے جو اس وقت مقل سلطنت کے ماتحت ہیں۔

"ہیں خوشی ہوئی کہ تم مسلمان ہو۔"

سلطان نے منکرانے ہوئے کہا:

"مگر ہم نے تو سب مقل انسانوں دشمنی اندھے دین ہیں کیا وہ مقابلہ نہ ہو جائے ان کا اور ان کی میں حصار نہیں ہوئے؟"

"سلطان کا یہ خیال درست ہے مقل دشمنی ہیں اور بے دین بھی۔"

محمد خوارزمی نے دھمکانی:

"لیکن یہ بھی جانتے تھے کہ کہہ کہے مذہب میں دخل نہیں دیتے۔ جہدوت کے لاپاہن کہ مسلمان یا دشمنی مقل سب اپنے اپنے مذہب پر جہدوت کرتے ہیں اور کوئی ان کے مذہب میں دخل نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ باہمی کابندی ہم سب پر فرض ہے۔"

"یسا؟"

سلطان نے محمد خوارزمی کو جھک کر دیکھا:

"یہ کیا چیز ہے۔ مقلوں کی مذہب کا کتاب کا نام کون ہے؟"

"سلطان نے دست فرمایا:

محمد خوارزمی جواب دیا:

"یہ کتاب مذہبی سوات اور دینی اور عقلی ان کے لئے سوات اور قوانین کا نام ہے۔ یہ کتاب آسمان سے نہیں اتری بلکہ منہ مرد عظیم جگین بھاری کا منہ دینی پیداوار ہے۔ اس کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ہم سب ایک ہی گٹھ بانی بنیں گے۔"

"لیکن یہ ٹھیک ہے۔"

سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا:

"مگر یہاں سے آئے اس مسئلہ کیا ہے۔ وفد سے تحائف پیش کرنے سے نظاہر ہوتا ہے کہ تمام اراکان عظیم ہمارے دوستی کا خواہشمند ہے۔"

"یہ بات جس ٹھیک ہے۔ حال تمام سلطان۔"

خوارزمی نے جواب دیا: "پھر کہ خوارزم شاہی سلطنت کی حدود مقل سلطنت کی حدود سے مل گئی ہیں،

اس لیے بہتر ہو گا کہ دونوں حکومتوں میں سفارتی اور تجارتی رابطہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔
 "سفارتی رابطہ بادشاہوں اور حکومتوں کے درمیان ہوتے ہیں۔
 سلطان کو غصہ آگیا اور اس نے سخت لہجہ میں کہا:
 "تو یہی حکم دینے والا کون ہوتا ہے؟"
 "عالی جاہ!"

عمو خوارزمی گھبرا گیا:

"مجھ کو خبر ہے کہ آپ کی شان میں کتنا فخر ہو سکتا ہے۔ یہ تو وہ پتہ ہے جو میرے خاندانِ عظم
 نے آپ کے حضور پیش کرنے کے لیے یہ وفد بھیجا ہے۔
 "مہم نہیں وفد ہی تسلیم نہیں کرتے۔
 سلطان کا غصہ نہ ہوا:
 "یقیناً ثابت کرنا ہو گا کہ تم واقعی اپنے اٹکے وفد پر۔ تمہارے زبانی کہہ دینے سے تو یقیناً وفد
 تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔"

مستحضر والا: میرے پاس اس کا دنا دوزی ثبوت ہے۔

عمو خوارزمی نے جیسے ٹوٹتے ہوئے کہا:
 "میرے آٹا چنگیز خان نے اس زبانی بیٹام کے علاوہ ایک نامہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنے
 کے لیے ہمارے سپرد کیا ہے۔
 یہ کہ عمو خوارزمی نے جیبت سے خط نکال کر سلطان کی طرف بڑھایا اور سلطان کے عاجز نے خط اس
 سے لیا۔

"خط پڑھا جائے۔ سلطان کا غصہ اب ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

سائب نے لگاؤ چاک کیا اور خط نکال کر پڑھنا شروع کیا۔

اس میں لکھا تھا:

مفتی عظم چنگیز خان کی طرف سے سلطان خوارزم کے آقا:

میں تجھے بیٹا کہنتیت سمجھتا ہوں کی تیرا طاقت اور تیرا سلطنت کی عظمت

سے آگاہ ہوں۔

میں تجھے اپنا عزیز و زندہ سمجھتا ہوں۔ اپنی جنگ جیتے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ

میں نے جین رشتا اوریت میں تنگ ذہنوں کا فتح کیا ہے۔ یہ ایک سبکدوشوں کی خیمہ گاہ
 ہے چاندی کا گات ہے اور مجھے نے علاقوں کی خدمت نہیں ہے۔

مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ دونوں کا برابر کا نام نہ آئی میں ہے میری اور تیری
 دماغ کے درمیان تجارت کے نقصانات مرحلے میں جائیں۔

چنگیز خان کے نقطہ نظر سے یہ بیٹا اگر اپنی زم تھا علاء الدین محمد خوارزم شاہ کو اس نے تجارت کا سیدھا
 مادہ ویت اور بھیجا تھا۔

امداد خوارزم شاہ اور علاء الدین نے دوسرے پتہ قاصد اس کے پاس چنگیز خان کی بر سفارت پہنچی۔
 چنگیز خان نے اس کے لیے جاؤ کی سیس، بیش قیمت جواہروں کے سفیران کے بارے میں سمجھے تھے مگر خوارزم

خاندان نے جب اس کی تقریر پر غور کیا تو اس کے چہرے پر ناگہانی کے اثرات نمایاں ہو گئے۔

چنگیز خان نے اسے اپنا بیٹا لکھا تھا اور ایشیائی ماکہ میں بڑے باوقار اپنے باگزار کمر آؤں کو "بیٹا"

کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اس طرح خوارزم شاہ کے خیال کے مطابق چنگیز خان نے اسے بیٹا کہہ کر اپنے سے چھوٹا ہی کر لیا

باگزار لکھا تھا۔

خوارزم شاہ کو یہ سونگراؤں گزرا کہ چنگیز خان نے لکھا تھا کہ اس نے بہت سی ترک قوموں کو بھی فتح کیا ہے

جو کہ خوارزم شاہ بھی تنگ تھا اس لیے اس نے اس جہاز کو اپنی توہین سمجھا لیکن اس نے قطعی طور پر یہ ظاہر نہ ہونے

دیا کہ اسے چنگیز خان کی باتوں سے محال ہو ہے۔

خوارزم شاہ نے عمو خوارزمی کو مخاطب کر کے کہا:

"تم ایک باگزار بنانا چاہتے ہو کہ اس کا نام کاغذ کر آؤ۔"

"سلطانِ عزم!"

اس نے ادب سے جواب دیا:

"میرا ایک عمو خوارزمی ہے اور میرے ان دو ساتھیوں میں ایک علی تو اچھ بخاری اور دوسرے لکھنؤ

ہیں۔"

عمو خوارزمی:

خوارزم شاہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا:

"تمہارے نام سے تو میری ظاہر ہوتا ہے کہ تم ہماری رعیت ہو۔ لکھنؤ اترازی بھی ہماری رعایا میں شامل ہے

کیا اترا ہادی سرحد سے چکی نہیں جوں کا حکم ہارا ہوا درجہ بالا میں جی ہے؟"

مالیہا نے درست ارشاد فرمایا:

محمد خوارزمی نے تائید کی:

"اے ابن جن، جسی وہاں کے حکمران ہیں۔"

"اب ان کے خاتمہ بخاری کے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

مالیہا نے:

محمد خوارزمی نے جواب دیا:

"ظاہر ہے کہ علی خواجہ کا تعلق بخارا سے ہے جو آپ کی مملکت میں شامل ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم جنوں ہمارے خانہ زادوں میں شامل ہو؟ خوارزم شاہ نے انھیں بھی پروردگار

میں کیلئے ان کا مذاق اڑا دیا ہے۔"

محمد خوارزمی نے کئی دربار دیگے ہوئے تھے اور درباری گفتگو کے اسلوب و انداز سے پوری طرح واقف

تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا:

"میں اپنی غلامی پر فخر ہے، مالیہا۔"

محمد خوارزمی نے تو جواب دے دیا لیکن اس کے دونوں ماتھیں کو خوارزم شاہ کا تختہ زیرِ طعن قرار

اچھا معلوم نہ ہوا۔

چند دنوں تک اصرار اور کئی گفتگو جاتی رہی۔ محمد خوارزم شاہ نے انہیں رخصت کیا۔ جب وہ دربار سے

نکلے تو خوارزم شاہ نے اپنے ایک غلام کے:

"ان میں سے محمد خوارزمی کو دایرہ سے آؤ؟"

غلام چلا۔ وہ تینوں غلام کرگوش میں پہنچے کہ تھے۔ غلام نے پیام دیا:

"مسلمان نے محمد خوارزمی کو طلب کیا ہے۔"

محمد خوارزمی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

شہنشاہ نے کہ محمد خوارزمی کی بچاؤ کی دعا کم لگاؤ گی سے پہنچا دیکھتے ہوئے اس کے

پیچھے سے لگن مارنا چاہیے اور ماکہ یا بادشاہ کا سامنا ہو جائے تو جہاں تک ہو سکے اس سے دور رہنا چاہیے۔

اس لیے کہ حکم کے برخلاف مہراجہ ہوتے ہیں، کبھی تعزیر کرنے پر کوڑے لگوا دیے ہیں اور کبھی گالی پر توشہ جو کہ

الوایا کر دیتے ہیں۔

محمد خوارزمی غلام کے ساتھ دایرہ آیا مگر اس کے بدن پر دھڑلہ مچا کر نہ جانے خوارزم شاہ نے اسے

لیوں بلایا ہے؟

وہ دونوں سلطان خوارزم شاہ کے پاس پہنچے تو سلطان نے کہا:

"محمد خوارزمی! آج رات تم کھانے پر ہمارے ساتھ ہو گے۔"

محمد خوارزمی کا ڈھٹا ہوا دل ٹھکر گیا۔ وہ خود تاحک کہ کتاب بجا و یاد رہو لا:

"میں اس عزت افزائی کے لیے سلطان کا شکر گزار ہوں۔"

"اب تم جا سکتے ہو۔"

یہ کہہ کر خوارزم شاہ نے خود دوسری طرف گھبرا گیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ شاہ اب مزید گفتگو نہیں

کرنا چاہتا۔

شام کے کھانے پر خوارزم شاہ کے علاوہ اس کا مدرا لہام (وزیر اعظم) بھی ساتھ تھا۔ خوارزم شاہ کی اپنے

وزیر اعظم سے بدنی تعلقی لیکن وزیر اعظم کو خوارزم شاہ کی ان نرکان خانوں نے اس حد سے پریشان کیا تھا کہ خوارزم شاہ

انجام دے بہت ڈنڈا تھا۔ جو کہ نرکان خانوں جو سلطان تک شاہ: بلوئی کی جوی تھی "میں علاوہ دین محمد شاہ کو خوارزم شاہ

جنا تھا۔ اس لیے اسے اپنے وزیر اعظم کی غلطی کو صحیح ہر بات انکار کرنی تھی۔

کھانے کے دوران خوارزم شاہ نے محمد خوارزمی سے دریافت کیا:

"تو یہ جو چکر خان ہے کون اور اسے اپنے خاص اس طرح ڈینگیں کیوں ماری ہیں؟"

"سلطان معظم؟"

محمد نے سنیں کہ:

"چنگیز خان قسطنطنیہ کو اور کنگا کا ماراؤ خاقان اعظم ہے۔ شمال میں اس کا حکم ہائی اس طرح جلتا ہے یہی

آپ کا حکم مملکت خوارزم میں ہے چونکہ وہاں تسلیم کیا جا سکے۔"

خوارزم شاہ نے دوسرا سوال کیا:

"کیا اس کی مملکت بہت بڑی ہے؟"

محمد خوارزمی گھبرا گیا۔ اسے ایک بادشاہ کے اندھنی باز دوسرے بادشاہ تک پہنچانے پڑ رہے تھے۔ اس لیے

وہ اپنی زودہ غلطیوں کی

"عالی مقام سلطان۔"

اس نے دہلے الفاظ میں کہا:

"چنگیز خان کی عظمت بڑی ہے لیکن بہت بڑی نہیں ہے۔"

خوارزم شاہ بھی جاہد رہا، اس نے اس مہم جواب پر غور و فکر کیا، محمود کا نائب اٹھا اور اس کے

چہرے پر ہنس رہا تھا۔

"خوارزمی!"

سلطان نے سناٹا بھیج دیا:

"تجربہ تو بھیجئے اسے اس کا نائب اور نائب جواب دو۔ خلیفہ ہے کہ تم سلطان خوارزم شاہ کے سامنے ہمارے

خود بھی خوارزمی کہلاتے ہو۔"

خوارزم شاہ نے دہلے فقرہ میں بہت کچھ سوچا، محمود، مینا، ستارہ اور کاپٹان راہرہ شاید آج اسے اس کا

موت بھال لائے ہیں۔

"اے شاہ عالی مقام!"

سلطان کے خاموش ہونے پر اس نے بہت سستل کے جواب دیا:

"مجموعہ ساقی پرندہ آپ کے سامنے دروغ بیان کا تصور بھی نہیں کر سکتا، یہ میری طبیعت ہے کہ میں

واضح جواب نہیں دے سکتا، میرے بعض ایک نائب جہوں اور بدعت تہمیدار باقوں پر ذکر کرتا ہوں۔"

خوارزمی نے اپنے جواب سے کچھ غصہ کر لیا تھا۔ پس خوارزم شاہ کا بجزیم بڑھ گیا،

"ہم یہ جانتے ہیں کہ چنگیز کا لشکر کتنا بڑا ہے؟"

خوارزمی کو اس طرح کے سوالوں کی امید تھی اور وہ اپنے تہمیدار زبان کو اپنے منادی کی خاطر گولی حمل جواب دینے

پر تیار کر چکا تھا۔

"عالی جاہ!"

اس نے خود جواب دیا:

"آپ کے اور اس کے شک کوئی شاہ عالم نہیں۔"

خوارزمی کے جواب میں قطعاً بدعت نہیں تھا کہ وہ سلطان کے لشکر کو قوت دے رہا ہے یا چنگیز خان

کے لشکر کو۔ پھر بھی اس نے بعض نظروں پر اس طرح زور دیا کہ سلطان اس کے جواب سے مطمئن ہو گیا۔

پھر اس نے چنگیز کی عظمت کی حدود آبادی کی تعداد اور فک کی حد تک کوئی حاکمیت کے بارے میں بہت

نوٹ کیے۔ مگر خود خوارزمی نے اس کے ہر سوال کا جواب غلط دیا اور اسے چنگیز خان کی طرف سے غالی رکھے کی

یاد دلانے لگا۔

تیسرے دو خوارزم شاہ نے پوری سفارت کے اعزاز میں ایک خصوصی دعوت دی، پھر کچھ عاقبت اور

بالک کے بذات کے ساتھ سفارت کو وقت کر دیا۔

"عالی جاہ!"

خوارزمی نے سخت ہونے سے پہلے کہا:

"ایک مرتبہ کرنا چاہتا ہوں؟"

"ہاں کئی خوارزمی!"

سلطان نے زور سے کہا:

"ہلا جیک کو۔ تم پر میری بات ہے۔"

"سلطان عالی مقام!"

خوارزمی نے غصہ سے کہا:

"میں ایک طرف ملے کے بعد اپنے وطن آیا ہوں، اگر کچھ دن قیام کرنے کی اجازت مل جائے تو میں بعد

اصافہ ہوں گا۔"

"تم کیوں لوگنا چاہتے ہو یہاں؟" وزیر اعظم نے دہلے کہا۔

"اپنے وطن کے چند بڑے شہر دیکھنا چاہتا ہوں حضور!"

خوارزمی نے جواب دیا:

"وہاں کی سچی خوب کو سب کو سب بڑھ چکے ہیں، عید جہاں بھی میرا غیر تو کسی سچی کو بکار دے گا۔"

خوارزم شاہ شاید اس مزید قیام کی اجازت سے دینا مکرر وزیر اعظم نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے

ہوتے کہا:

"اے یہاں رکھنے کی اجازت دے دو یہ سلطان۔ خوارزمی نے دیکھیے۔ مجھے اس میں کسی سازش کی کو

ہوس ہو رہی ہے۔"

"کیسے سازش؟" سلطان نے الجھ کر پوچھا۔

وزیر اعظم نے پھر سرگوشی کی:

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ خوارزمی اس کے ماضی ارکان میں شریک ہو کر ملک خوارزم کے فوجی راز سونپ کرنے کا

منصوبہ لے کر آئے ہوں۔

خوارزم شاہ کا ذہن ملک گیا۔ اس نے محمود خوارزمی کی طرف رخ پھیر کر کہا:
”ہم قبیح دودن مزید قیام کی اجازت دیتے ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے چرہ گھمایا۔

محمود خوارزمی اسی سال کے دودن ماقی درون ملک مکہ خوارزم بھی لکھنؤ پہنچنے کے بعد واپس منورہ
ردائہ ہو گئے۔

خوارزم شاہ نے چلیگز خان کے کجاہ میں اپنی طرف سے جو تحائف اس کے لیے بھجولے تھے وہ اس میں رکھی اور
کے ہمراہ جا رہے تھے۔



جب خوارزم میں یہ سفارت چلیگز خان کے سامنے واپس گئی اور اس نے خوارزم شاہ کے بھیجے ہوئے تحائف اسے
دیکھ کر کہے تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے فوراً ہدایات جاری کر دیں کہ:

”دودنوں سلطنتوں کے دربار میں چلے جاتے ہو تجارت شروع ہوئی چلیے۔“

خوارزم شاہ سے ایک جگہ جاتے تھے خوارزم بھیجا جاتے۔

اس واقعہ کے ساتھ وہ سلمان بھیجا جاتے ہیں کی خوارزم والوں کو ضرورت پڑتی ہو۔

یہاں کے سلمان کو دواں فروخت کر کے دواں سے ایسا سامان خرید کے منورہ لایا

چلے جاتے ہیں کی ضرورت یہاں ہوتی ہے۔“

چلیگز خان اپنے حکم کی فوری تعمیل کی امید رکھتا تھا اور اس کے حکم پر فوری عمل کیا گیا تھا تاہم خوارزمی کی صورت
میں ذمہ داروں کو کوئی خوف نہ تھا کہ اس کی بات نہ لی جائے۔

پس۔۔۔ فوری طور پر ایک تجارتی وفد قلعہ تربت دیا گیا جس میں منورہ سلطان کا چارواق سامان شامل تھا۔ منورہ
کی پوری تجارت مسلمان تاجروں کے ہاتھ میں تھی۔ یہاں پر چلیگز خان کے باشندے کم ہی ہوتے تھے جس کی

چلیگز خان نے انہیں اپنے ملک میں قیام و دعاء کی تہنیتوں کا تہہ و دھن بھی نہیں۔

بعض تاجروں نے منورہ سلطان میں مستقل آباد ہو گئے تھے۔ انہیں ”ہرت“ یا ”اسا“ کی پابندی کو بڑھتی تھی اور یہ
پابندی ہر شوق اور غیر عقل پر لازم تھی۔

منورہ سلطان کا۔۔۔ ہم اشخاص پر شعلیں سینا قلعہ خوارزم سے روانہ ہوا اور چار ماہ کے سفر کے بعد سلطنت خوارزم

کی سرحد یہ پہنچا۔ یہ اترار کا علاقہ تھا جہاں خوارزم کی سرحدی چوکی تانم تھی۔

انہار کا حذر اہل حق کی تعداد ہی میں شامل تھا جو خوارزم شاہ کا ملکہ، سون تھا۔ اہل حق تعداد ہونے کی کہ
 سے جو نسبت ضرور تقاضا پر پڑے کہ وہ سلطان خوارزم شاہ کا ملکہ یعنی ترکان خاتون کا بھائی تھا اور ترکان خاتون
 سے خوارزم شاہ بہت ڈرتا رہا۔

ان وجوہات کی بنا پر اسرائیل جو کہ کے پاؤں زمین پر پڑتے تھے ادودہ کھی سے سیدھے منہ بان کرنے کو ان کے خلاف کھڑا تھا۔

تقدیر اور منزل میں کمال حاصل نہ ہو سکتا تھا اور غریبوں سے بھی رد و قلم آگے نہ روايت ہے کہ جب وہ صاحب کے لیے اپنے گھر کے پاس ہوا تو گھڑا کی وجہ سے اپنا سر میدان رکھنے کے بجائے کسی اور طرف گھما گیا تو لالچ نے جاکوٹوں سے بٹ ڈالتا۔

اس کا مکنا تھا:

۱۰۴ تا کا احترام افسان اور جانور دونوں پر فرض ہے اور بڑا احترام میں کو تا ہی کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔

ٹھٹھ کر سہاگھڑا اور ماما کو لالہ بن گستا:

اب اصرار کا دماغ درست ہو گیا ہے۔ اسے مہربان احقر امین پے بھی سیدھا کھڑا ہونا چاہیے تھا۔

اس کی جیسے والی دامن کا نام مرالی تھا۔
 مرالی کا تعلق ہے اس غزل ان سے تھا۔ اس کے باب کو اصل جوتے تھک کی فوجوں کا سردار، نادرا کا تاج،

سب کے سب خواہ مخواہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اسی لیے شہزادے اور شہزادیوں کا رے اور پکا رکی ۲

کہتے ہیں کہ جس وقت شہزادی رسوا لی پیدا ہوئی تھی، اسی وقت شہزادے لالہ جی کا لہجہ جو شہزادی کی کمال

بچپن کا یہ رشتہ وقت کے ساتھ ساتھ پھلتا پھوٹتا اور حیران ہزنار بڑیاں ملک کے ایک دن اہل جنر۔

”اگلے مہینے لاجپت اور سوال کی شادی ہوئی جاوے۔“

لکھ۔ مکہ نے اسی کا شدید مخالفت کی:

میرا شہزادہ لال جن کو سال کا نو بیڑا تھا اسے۔ اس لیے شادی در سال بعد ہو گئی۔

”یہ جملہ حکم ہے۔“
انگلش غائب ہاں ہو کر دلا:

آورد کہ کہ معلوم ہونا چاہیے کہ حکم خدا کی مصلحت اور برکت میں ہے۔
کہ اگر وہ اس صورت آتی کہ ان کی خواہش اور خواہش نہ ہو:

”مکرم ریت پر چلتا ہے، ہم کہہ میں اور اس مملکت میں ہمارا حق شاہ کے برابر ہے۔“

اسے نور ایدم کیلکہ اگرچہ خوارزم شاہ کی کان ترکمان خاتون کا بھائی ہے تو اس کی ہونے والی بہو ترکمان خاتون

کے لئے یہی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو کہ ہمیں باور رکھیں۔
 دیکھو اترا ہے؟

۰ ہر کوسلرم جو ناچا ہے کہ میں نے یہ حکم کہ دستور کی بھلائی کے لیے صادر فرمایا ہے۔

اگر شاہ کے حکم میں کوئی مصلحت ہے تو بیان کی جائے۔

اور وہ نے کہ ہوں میں تو کسی وجہ سے دھمکتا ہوا اور وہ نہ مٹتا۔

خود؟ ہی دوسرا حکم صادر ہوا:

”کوئی یہی نظر نہ ہے۔“
 بظاہر تھکے ہو گیا مگر غلام ادریس نے یہ سب سچوں کو نے کھدروں میں چھپ کے ان کا گھٹا گھسنے لگے۔

”کہ شہزادی حوالہ کا عمل غلط ہے باہر ہے مگر وہ شہزادہ اکثر اوقات کے بچپن پر قطعہ کی تدبیر ہو کر

حکومت ہے۔

• لال شہزادہ:

سوال شک کے ہوا:

• آپ کے بابا جان نے جی تو اعلان کر لیا ہے کہ شمالی مین کوئی انگریزی زبان نہ کہنے کیونکہ ہم ہمارے دشمنوں کا علاقہ ہے۔

• آپ نے ٹھیک کہا۔

• شہزادہ نے چونک کے شہزادی کو دیکھا:

• مجھے سو بابا جی نے شمال میں انگریزی سرحد سے لگے بننے سے منع کر دیا ہے۔ اچھا بھلا دیکھتے ہیں کہ یہ بڑوں لوگ ہیں؟

• دونوں گھوڑے بھاگ کر قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ قلعے والے انکار میں داخل ہونے کے بعد پشاور ڈال رہے تھے۔

• شہزادہ نے ایک کاروائی سے پوچھا:

• "تم مار مار کر کون ہے؟"

• وہی ایک کے دروازہ کو بلو لایا۔

• "تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟" شہزادہ نے کشت بجھیں پوچھا۔

• "ہم وکٹ خواتین کے گھر میں ہیں۔"

• سردار نے مانت سے جواب دیا:

• "مخوسہ تان کے بادشاہ چنگیز خان کی اجازت سے ہم تجارت کا سامان لے کر غواہ دم جا رہے ہیں۔ وہاں مانت خروست یا تبتی کے کہ ہم دایس مونسٹان پہلے جائیں گے۔"

• "تم نے اپنے بادشاہ سے اجازت لے لی؟"

• لال مانت نے غصہ سے کہا:

• "اترا کے بادشاہ سے اجازت کیوں نہیں لی؟"

• "ہمارے ادراب کے بادشاہ ہمیں تجارتی معاہدہ ہے۔"

• سردار نے اسی شکل سے جواب دیا:

• "اس لیے ہیں اجازت کی ضرورت نہیں، ہم دربار میں پیش ہو کے سلطان خرواد شاہ کو تجھے تذکرہ کریں گے۔"

گھوڑے بہت دھماکے دیتے ہیں۔

• "اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔"

• حکمران نے فرمایا جواب دیا:

• "اتریم شہزادی سوال کی مثال میں ادراب اور آپ احمکے تار۔ تو کیا اس کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے مائیکس کے ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہونے لگے۔"

• "مال خانہ کے ساتھ رات گزار سکتے ہیں۔"

• ایلین جن کا خوب سنت ہوئی:

• "مگر شہزادہ کے ساتھ نہیں۔"

• "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔"

• حکمران نے فوراً ہتھیار ڈال دیے:

• "ہو جائے گا لگے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ کو پہلے ہی یہ کم دے دینا چاہیے تھا۔"

• پھر شادی کا اعلان کیا گیا۔

• لال مانت قلعہ آرا ایلین کا اکھڑا بیٹا تھا۔ اس لیے ہر گھر میں خوشیاں منانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ قلعہ دار کو خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر اہلراد و زمین سے شہزادہ کو اپنے قریب پر آنا شروع کر دیا۔

• اب شاید یہ ایک اتفاق تھا کہ سر دقت نورستان کا بھائی ناغہ انرا کے بعد مدد میں داخل ہو رہا تھا۔ شہزادہ لال مانت اور شہزادی سوال اپنے گھوڑے پر سوار محلے کے گشت سے واپس آ رہے تھے۔ شہزادہ اتنے بڑے قلعے کو دیکھ کر چونکی۔

• شہزادہ:

• "اس نے لال مانت کی طرف دیکھا:

• "کیونکہ کون ہو سکتے ہیں؟"

• "کوئی تجارتی قلعہ حاکم ہو رہا ہے۔ شہزادہ نے مختصر جواب دیا۔

• شہزادی نے منہ نہ پایا اور بولی:

• "مجھے تو یہ دشمن کے جاسوس معلوم ہوتے ہیں۔"

• شہزادہ لال مانت نے تہمت لگا دیا:

• "جس کا یہ کمال ہے کہ ہم سے دشمنی لے لے۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک ہر طرف خواروں کی

"تم تجھے اسی وقت پیش کر دے جب تم نہیں آگے جاتے ہو گے۔"
شہزادہ نے غصے سے کہا:

"تم آگے نہیں جاسکتے گے۔ تم دشمن کے ماحوس معلوم ہوتے ہو۔ اپنا سامان کھول کے غلاشی دو۔
ساجرو نے جی و پیش کیا تو لالہ جن گھوڑے سے اتر آئے اس نے اپنی تلوار ایک بڑے گھٹھر میں لکھنپ
کے اسے چاک کر دیا۔
اس کے ساتھ ہی گھٹھر سے سیکڑوں کی تعداد میں پانڈی کی کچی ہوئی سلاخیں مین جھٹائی ہوئی باہر
آگئیں۔

پانڈی کی سلاخوں کا ذکر دیکھ کے لالہ جن اور سواالی کی آنکھیں پکڑنے لگیں۔
لالہ جن نے پوچھا:

"یہ اتنا بہت سی پانڈی تم کب کہاں سے لے آئے ہو؟"
مستشرق میں پانڈی زمین کے اندر سے نکلتے تھے۔

مردار نے جواب دیا:

"مجھے طرح غوازم ہیں سربراہ زمین میں انہی ہیں۔"

پھر اس نے رک رک کر ذرا تلخ لہجے میں پوچھا:

"مگر تم کو کون سا ہو اور تمہیں ہمارے سامان کی کوئی لینے کا حکم کس نے دیا ہے؟"
ہم اس کے ادا شاہ ہیں۔

لالہ جن کے ہاتھ اس کی سلاخیں شہزادی سوال نے جواب دیا:

"اور یہاں کی ہر چیز ہماری ہے۔"

"تم جھوٹ بولا رہی ہو۔"

تاہم مردار اڑکھی:

"یہاں کا بادشاہ قلعہ رائل میں ہے۔ اتر کر میری چوکی کا وہ مالک ہے۔"

"اور یہ شہزادہ لالہ جن ہے۔"

شہزادہ سوالی سزا کر بولی:

"قلعہ دار لالہ جن کا قلعہ اور رٹا ٹیلہ۔ اور میں....."

کے کئے وہ شرانگہ۔

یہ سہری ہونے والی ہوئی تھی۔

شہزادی کی بات کو شہزادہ لالہ جن نے جھٹک دیا:

"اسی بہتہ ہماری شادی ہو رہی ہے۔"

"اچھا تو آپ شہزادہ سے ہیں۔"

تاہم مردار غور و خیز ہو گیا:

"میں آپ کی شادی پر پانڈی کا ذرہ بکتر اور پانڈی کی بھال اور خود بخود کروں گا۔"

پھر تاہم مردار اور شہزادہ سے یہی دہرائی ہوئی شہزادہ اسے اپنے ساتھ لینے باپ ایل جن کے پاس
لے گیا۔

"یہ منوستان کا قلعہ مردار ہے بابا!"

شہزادہ نے اس کا قلعہ من کر لیا:

"شمال کے ناندے نے ایک تجارتی قلعہ غوازم بھیجا ہے۔ یہ اپنا سامان بچنے کے جان سے ہمارا سامان خریدنے کے
لے جا رہی ہے۔"

اتر کر کے قلعہ دار نے بیٹے کی باتوں کا مہرٹ "ہوں" کہہ کے جواب دیا۔

"حق بابا!"

لالہ جن نے بات آگے بڑھائی:

"اس کے ساتھ پانڈی کی بے شمار سلاخیوں میں ہماری شادی یہی ہیں پانڈی کا ذرہ بکتر اور خود تجھے میں
نذر کر رہے گا۔"

"جوں!۔ ایل جنی کا جواب آپ بھی وہی تھا۔"

بچہ بولنے کیوں نہیں جتا بابا:

لالہ جن نے تنگ آ کر کہا:

"میں چاہتا ہوں کہ اس قدر کمزوری شادی تک نہیں روک دیا جائے اور شادی کے بعد سے غوازم کا
کی اجازت دی جلتے۔"

"ٹھیک ہے۔ تاہم کو شادی کے بعد ہی غوازم جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

ایلا جن نے اس قدر سخت لہجے میں کہہ کر لالہ جن اور قلعہ دار میں راند، دھجے لگے جس میں بہت دھکی کر ایلا جن
سے اس کے کم کا مطلب پوچھا۔

دوسرے دن اہل حق کے حکم کا طلب کو معلوم ہو گیا۔
خائفانہ کو دس سال تک یہ دیا گیا کہ وہ تاریکی میں تھیم رہے۔ اس کے ساتھ ہی تعلیم دانیل بنی نے
خوارزم شاہ کو ایک خوارزمی کاتب کا معائنہ اس طرح کیا:
عالی جاہ!

مستوفی اس جلد کو دانیل بنی پر منتقل ایک قافلہ جو خود کو تاجرت پر
کرتے ہیں، اور ادا تراز ہو چکے۔ ان کا ادا وہ ہے کہ بیالہ سے مدائن ہو کر خوارزم
عائین اور خودیہ دوزخ سے ہائے اندرون ملک اور ادا دھر کر بھی گئی ہیں جو کچھ
لوگ زیادہ تر جاسوس معلوم ہوتے ہیں جنہیں بیگلر خانہ نے دیانت حال کے
لیے تاجروں کے گھروں میں روانہ کیا ہے۔ اس کا امداد نہ کس جانا مصلحت ملک کے
خلاف معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ہم نے ان لوگوں کو ہمیں دیکھ لیا ہے کہ جب تک احکام
شاہی نہ موصول ہوں وہ یہیں ٹھہرے رہیں۔
اب میں اعلیٰ حضرت کے احکام کا ایک منتظر ہوں۔

اہل حق کا بعد
اتراز

اہل حق کا خود بدلو خوارزم شاہ میں پیش کیا گیا۔ سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے خواستہ اولیٰ
فرمان ادا ہوا کہ خیال آج بیگلر خان کی پہلی مسافت کی آمد کے موقع پیدا را حکومت میں پہلے کی تیس اور اکثر
لوگوں کو کہتے ہوئے سنائی تھا کہ:

سفارت تو مختص دیکھا ہے۔ اصل مقصد تو دریافت مسافت ہے۔

اس کے ساتھ ہی سلطان کو بیگلر خان کے خط کے دفتر سے یاد دہانی میں بیگلر خانہ نے سلطان کو اپنا
یشا کا تدار تیز یہ کیا تھا کہ اس نے ہستی کی رک و رتوں کو بیخ کن کیا ہے۔

یہ نشانہ ہے بنی اسلام کی یہ کن بھڑک اٹھا۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے تھلے اتر کر خود جیہتی سنہ دن
جا رہا تھا:

مقام اپنی موابہ یہ علمے مطابق جو بہتر سمجھو ہیں پڑھ کر دو

تیز رفتار کا نائب سلطان خوارزم شاہ کا یہ دروازے کے اٹھارہ تراز کے پس پیچا تو بعد ازاں اہل حق نے
خوارزمی حکم دے دیا کہ:

مقام کا دانیل بنی کو نقل کر کے ان کا سامان بھی ترکاڑی لایا جاتا ہے۔

حکم کی درستی۔ بیگلر خان کی جلد سے چار سوکانان صحت کے کھاتے ادا دیے گئے۔ ان میں سے صرف ایک
آویز تھا جو اس وقت قلعہ میں موجود تھا بلکہ کسی کا سے باہر نہیں آتا تھا۔

جب وہ دانیل بنی کو اپنا نقل ہو چکا تھا۔ خوف اور دہشت سے وہ ہانگی ہوا تھا ادا سر پر پیر
ملکہ کو کھانچ کر لے جاتا۔

ہر چند کہ اس کا بغور موجود ہے کہ اس غارت خانہ کے ساتھ بیگلر خان کے بہت سے جوہر کا سامان
بھی بھیجے گئے تھے۔ لیکن اس ادا خانہ سے قلعہ دار نے سلطان خوارزم شاہ کو اطلاع دی۔ اور جس لاپرواہی سے سلطان نے
بہم خرم کا زناں جلد کیا۔ پھر جس برق رفتاری سے اس پر حملہ کر کے جوئے تھا کے کھانے والے نقل کر دیے
گئے۔ اس کی مثال تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی۔

حاکم تراز کے اس نیر زہر دار نے اور نا عاقبت اندیش را اقدام سے بیگلر خان قریب خوارزمی بن کر مسلمان
علاقوں پر فوج کشی۔ جس کے نتیجے میں لا تعداد جاہیں ضائع ہوئیں اور سیکڑوں شہر دیانت اور آریاں سرفراز
سے مٹ گئیں۔

چار سو سالوں کے امن میں عام طور پر مسلمان قلعہ تھے۔ اسے اس قلعہ کے بعد تراز کے دی قلعہ تراز سے
وال حق اور شہزادی سولہ کی شادی کی رسمات کا نام دیا۔

یہ قریب آج کے اندر پھر جو خوش اذرا میں مستقر ہوئی کہ مادیات تہا نہیں بھونچ رہے ہیں۔ قریب کے داران
پوسہ اترتا ہیں کسی گھر میں جو چلنے کے لیے اجازت دیتی تھی۔ تین دقت کا دی، ہر گھر میں گھر والوں کی تعداد
کے مطابق بھیجا جاتا تھا۔ اترتا ہونے والے مسلمانوں کا کھانا، آٹا کے شاہی مطبخ سے فراہم کیا جاتا تھا۔ تیس د
موسمی اور شراب کباب لاجپا کا تھا۔

شراب اگرچہ ان دنوں پرمختگی مگر عیدین کے دن عام اجازت تھی۔ امرا اور بادشاہوں کی درخواست پر
بعض علمائے نبید کو جو حضرت میں شراب کی ایک قسم تھی، اجازت قرار دے دیا تھا اور جواز یہ تھا کہ جب زمین نشہ
نہ ہو برا۔

جن دنوں اترتا ہیں۔ ہم خواستہ یوں کا قتل ہوا تھا، انہیں دنوں عروس ابلا دینا جو حضرت ب پر

سلطنت خوارزم شاہ میں داخلہ کے تمام راستوں پر سخت پرتھ اور عاصی کا یہ عالم تھا کہ انسان کو نکل کر کے تلخولی میں جی۔

آخر غلیظ بغداد کو ایک جرات منہ ہذا کمان کا ایک نیا طریقہ بتایا اور اس پر عمل کیا گیا۔ یہ انظار کا انوکھا طریقہ تھا۔

قائد کاسرو پڑھ گیا اور اس پر انش عظمیٰ سے یہاں تک یہی کہہ گیا کہ پناہ گئے کے بعد تادم کاس وقت تک اس کے گھر میں بند کر دیا جائے جب تک اس کے سر پر بال نہ آگئے۔ بال آگئے کے بعد کہہ کیا ہو ایضا ان میں سے ایک گیا۔

اب تادم کو سخت تنہا رکھ دیا گیا۔

خوارزمی حدود میں تادم کو ملک کے عیس میں قاضی کے کئی کارہے آئے۔ اسے کلا سخت تماشیاں لگائیں مگر پناہ گاہوں میں پونہ روز دیاں تک تادم چکر رنات کے دبا میں بیٹھ گیا۔ یہ دربار ایک بڑے قیمتی منعقد ہوتا تھا۔

قائد نے بتایا:

• غلیظ بغداد نے ایک درخواست کی تھی کہ جو اس کے سر پر رہا ہے وہ پناہ تادم کاسرو پڑھ گیا تو آخر قاضی سے کہو ہوں کر رہا ہوں گے۔ غلیظ بغداد نے اسے اس طرح میں پناہ گاہوں سے درخواست کی تھی کہ:

• میں عرض آپ نے عالم شہنشاہ چہن اور بدکار شاہ فراخانی کو شکوک کا خاکہ کر کے دہان کے دو گن کر کے امپ پناہ اسے اس طرح خوارزم شاہ کا خاکہ کر کے اپنا دیا کہ اس کے علم و دہم سے نجات دلائی۔

غور طلب یہ بات ہے کہ ایک سال غلیظ اس وقت کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت خوارزم کے خانہ کے لیے ایک دشمن اور بے یقین قوم کے درخواست کر رہا ہے۔ بغیر یہ جانے ہوئے کہ اس کا غام کیا ہو گا؟

چنگیز خان نے پناہ گاہ کے اہلکار کو نو سو دہرا مگر غلیظ کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی، اخلاق، رحم و دہش کا یہی مذہب غوثستان کے اس بے تہ و پورا شاہ کے دل میں موجود تھا۔ وہ اپنا مرضی کا کام کرتا اور ہر کام اپنے اہل عمل سے تخت کرنا تھا۔

اسی روز وہ واحد آدمی جو آزار پہنچے جانے والے قائد کے ساتھ تھا اور افاقہ طور پر چل گیا چنگیز خان کے دربار میں آگیا۔

کا دارالخلافہ تھا، یہیں ایک عجیب و غریب پیش کیا۔
پچھلے صفحے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ خوارزم شاہ اور اس کا غلیظ ناصر الدین میں اختلاف پیدا ہو چکے تھے اور وہ ایک دوسرے کو کینہہ کرتے تھے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ بغداد کی عاصی سلطنت برائے آکھلات دہلی میں غلیظ بغداد میں ایک مذہبی پیشوا ہو کر رہ گیا تھا اور اس کا کہن ہے تھا کہ یہاں کوئی اسلامی حکومت قائم ہوئی تو دہلی کا والی اس کا بادشاہ غلیظ کی خدمت میں ہزار ہا پیچھا اور درخواست کر کہ اس کی سلطنت کو سندباد شاہت مل جائے۔ اس کے جواب میں غلیظ سندباد شاہت اور رخصت کیج دیتا۔ اس طرح ہی اسلامی حکومت میں غلیظ میں غلیظ بغداد کا نام شامل ہو جاتا۔ یہی سب کوئی بادشاہت زیادہ طاقتور ہوا اور وہ غلیظ کے دربار میں اپنا ایک خاص جگہ کر دیتا غلیظ اسے سلطان کا خطاب دیتا تھا۔

بلاتشر خوارزم شاہ کی طاقت اس قدر بڑھ چکی تھی کہ سندھ سے بجز اس کو ایک خوارزمی سلطنت بھلی ہون لگی۔ یہ خوارزم شاہ نے خواہش کی کہ اسے سلطان کا لقب دیا جائے اور بغداد کی مسجد میں غلیظ میں اس کا نام شامل کیا جائے۔

مگر غلیظ ناصر الدین نے خوارزم شاہ کو سندباد شاہت تو دہرا، سلطان کا خطاب دینے میں کال ٹول کرنا دیا۔ اس بنا پر وہ دونوں کے درمیان اختلاف اس قدر بڑھا کہ خوارزم شاہ نے بغداد پر حملہ کا حکم دیا اور ہر ایک کے طور پر ۱۵ ہزار کا لشکر روانہ کر دیا۔

اتفاق یہ ہوا کہ خوارزمی حمار دل و سستہ جو ۱۵ ہزار فوجوں پر مشتمل تھا خوارزمی سے دوسرے دور میں تھا کہ ایک زبردست فرغانہ برق دیا اور ان برف داری میں پھنس گیا۔ یونان اسے نہر بغلیظ فکر کر دیا ۱۵ ہزار کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ خوارزم شاہ نے اسے بدستور خیال کرتے ہوئے فی الوقت بغداد پر فوج کشی کا ارادہ نہ تو کیا دیا۔

مگر۔

غلیظ بغداد کو علم تھا کہ خوارزم شاہ اسے بٹنے کا نہیں بلکہ موقع ہے تہی بغداد پر چڑھ دے گا چنانچہ وہ اپنی جیت کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں بندھا۔
اس سلسلے میں اس نے ایک غلیظ چنگیز خان کے پاس میں راز کیا مگر یہ وہ راستے ہی میں تم ہو گیا اور چنگیز کی دربار میں پہنچ گیا۔

وہ یہی کہ غلیظ بغداد ایشیا کے ایک سرے پر تھا تو چنگیز خان کا مرکز قرقم ایشیا کے دوسرے سرے پر تھا۔ ان دونوں مرکزوں کے درمیان خوارزم شاہ کی وسیع و وسیع سلطنت واقع تھی۔

اس نے چنگیز خان کو قتل کرنے کے قتل نامے دے گا کہ کیا تو اس کے قتل میں آمال لگے گی۔ اس کا دربار شام انتقام کے نعروں سے گونج اٹھا مگر چنگیز خان میں بے انتہاء اور جوش تھا اتنا ہی نہ باہوش تھا۔ اس نے بڑے متوجہ و محنت سے کام لیا۔

خوارزم پر حملہ کرنے کا فیصلہ پہلے ہی کر چکا تھا اور تیار بنائی تقریباً ملکی تھیں۔ پھر بھی اس نے فیصلہ کیا کہ جنگ شروع کرنے سے پہلے خوارزم شاہ سے اس ظلم اور زیادتی پر احتجاج کیا جائے۔

چنانچہ چنگیز خان نے خوارزم شاہ کے دربار میں ایک اور وفد بھیجا جس نے دربار میں بیٹھ کے سلام کیا: "حاکم انزلی سے میں اللہ تعالیٰ کی دعاؤں سے بڑی کرتے ہوئے۔ ہم تم کو دیکھ کر بلاوجہ حق کرا رہا ہے اس لیے خوارزم شاہ اپنے لشکر اور ایک اترارائیل جی کو ہمارے آرمیوں کے سپرد کر کے تاکرم اسے مناسب سزا دے کہ اس ظلم کا نذر اور تمنا کریں۔

نیز یہ کہ حاکم انزلی سے جو رقم سامان منسوخ کر لیا ہے اسے بھی نابذ کر کے ہمارے آرمیوں کے حوالے کیا جائے تاکہ اسے متوجہ نہ کرنا کو الپس رہا جائے۔

چنگیز خان کے وفد کے ایک رکن نے سرور بار خوارزم شاہ کو یہ پیغام سنایا تھا۔ اسے سن کر خوارزم شاہ قلاشا۔ اس نے حکم دیا:

"پیغام پڑھنے والے کا انداز انصاف کی گستاخ ہے اس لیے اسے فوراً قتل کر دیا جائے اور وفد کے باقی اراکین کو دھاریاں موڑ کر انہیں چنگیز خان کے پاس بھیجا۔ جبکہ باجائے اس کے پیغام کا میں جواب دے۔"

شاہی حکم پر فوراً عمل کیا گیا۔ پیغام سننے والے کو دل و دہن نہ تیز نہ کر دیا گیا اور باقی اراکین کو دھاریاں موڑ کر انہیں تھوڑے دھارے میں ڈال دیا۔

اس وقت خوارزم شاہ بھی اب بے تاب ہو گیا۔ کئی ماہ بعد جب یہ واقعہ سننے والا چنگیز خان کے دربار میں پہنچے تو پہلے سے زیادہ انتقام کا شور بلند ہوا۔

چنگیز خان بھی اب بے تاب ہو گیا۔ وہ اس وقت کا وقت کے پہلو کے قریب پہنچا۔ ایک سال پہلے خوارزم شاہ سے ٹوٹ پھوٹا ہوا کہ چنگیز خان کو چھوڑنے آسمان پر نظر نہ کرنا چاہئے اور تو اس سے تائب نہ ہوا۔ اس کے بعد وہ بیچے اتر آیا جہاں بڑے بڑے سردار اس کے منتظر تھے۔

چنگیز خان نے اطلاع دی:

تیس طرح آسمان پر دو سو تیس چمک گئے۔ اسی طرح ایک زمین پر دو سو تیس نہیں دھکتے۔ جادو دانی نے آسمان کے قیوتی قوتوں سے مخلوق کو متوجہ کر دیا ہے۔

اس کے اس اعلان پر مسرت کہ ایک غلط جادو اور ہر طرح کے جبر سے برصیے جنگ کا دھواں بھاگ گیا۔ موزوں کا خیال ہے کہ اگر کچھ سو تیس جہازوں کا نقل و حرکت کے علاوہ کسی اور شکار اور گزرنے والے قوتوں کو ہاتھ نہ دے تو مسلمان کا خیال ہی اچھا نہیں تھا۔ چنگیز خان اس کی خواہش کا علم کرنا تو میں بھی شکار خوارزم شاہ سے سنی اسلم کے حوالے کر دیتا مگر ازل میں ایک تو اس کا میں تھا۔ دوسرے اس کا تعلق ایک ایسے قبیلے سے تھا جس کا اثر دربار اور لشکر میں اتنا زیادہ تھا کہ اگر خوارزم شاہ ازل میں جگہ کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا بھی پھانسی تو یہ اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔

خوارزم شاہ کی ذاتی کان میں چار لاکھ سپاہیوں کا ایک غیر فخریہ اسے یقین تھا کہ چنگیز خان اس پر ضرور حملہ کرے گا۔ چنانچہ اس نے حکم دے دیا کہ:

"تمام سلطنت میں میرا جیسے جنگی فرودیاں کے لیے ایک سال کے عرصوں میں چنگی فرودیاں کر لیں۔ نیز یہ کہ میری فوج میری قیادت میں ہے۔"

ابھی اس منصوبہ پر عمل شروع ہوا ہی تھا کہ خدا نے سلطان خوارزم شاہ کے دل میں کیا خیال آیا کہ اسی نے چنگیز خان سے متعلقہ اراکین کو لکھ دیا۔

اس نے اپنی چار لاکھ فوج کے حصے حصے کر دیے:

دو لاکھ فوج اپنی کان میں رہنے دی۔

تیس ہزار چار لاکھ وادہ کر دی۔

ایک لاکھ دس ہزار سرحد کے دفاع کو بھیج دی۔

باقی ساٹھ ہزار سپاہی اس نے حکم انزلی میں جمع کر کے بھیج دیے۔

خوارزم شاہ کے ہمدرد و شہزادے جلال الدین اور بہت سے عالم فہم اہل علم نے سلطان کے اسی اقدام سے انتہائی ناگوار محسوس کیا۔ وہی اور غلط فیصلے کے آگے ان کی ایک نہ سہی۔ خوارزم شاہ اپنے آپ کو ڈرا۔

شہزادہ جلال الدین نے تو بہت تک کہ دیا:

"آپ فوج کا کان میں کرنا چاہتے تو وہ میرے حوالے کر دیجیے۔ پھر دیکھیے میں مخلوق کو کس طرح

ناکوں چٹے، جبرائیل ہوں؟

گمراہوں!

سلطان کی بدحواسی نے اس کے اُتر پاؤں میں اور دوش ملاؤں کر دیا تھا۔ اس نے کھالی ایک دہسی اور
اچھا ہٹ دھری کے باعث اس وقت کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے زوال اور بربادی کے پرانے پرانی
مذہب کی ہر نشت کر دی!



قلعہ انار میں ۱۱۰۰ تاجروں کے قتل عام کے جواب میں چلیزخان نے سلطان خوارزم شاہ کو ایک مختصر اور
خونخاک قسم کا بیجا مہیجا:

”تو نے جنگ کا انتخاب کیا ہے۔ اب جو ہوتا ہے وہ ہوگا۔ اور کیا ہوگا؟

یہ ہمیں معلوم نہیں۔ نیلے جاودانی آسمان کی ردھوں کو معلوم ہے۔“

۱۲۱۹ء کے موسمِ ہار میں جنوب کی ایک نہ دی کے کنارے چلیزخان کا اردو جمع ہونا شروع ہوا۔ ایک ایک
ہمارے جلو میں پار پار پانچ پانچ گھوڑے تھے۔

خانِ اعظم کا سب سے چھٹا بیٹا زونئی خان سب سالار اور اعلیٰ کاغذہ منجھانے کے لیے آگیا اور پت جھڑ کے
آغا میں چلیزخان بر نفسِ انیس فرم سے آہنچا۔

اس نے اپنی خانہ بدوش سلطنت کی عورتوں کو یوں غائب کیا:

”تم ہتھیار تو نہیں سنبھال لی، البتہ تمہارے ذمے ایک اور فرض ہے۔ پوروتوں

میں اچھو طرح خانہ داری کرنا کہ جو سب سچا ہی لڑ کر لوٹیں تو تمہارے اور

سفر کرنے والے مرداروں کو مات لگا دینے کے لیے جگہ صاف ستھری اور کھانا

اچھا ملے۔ جو کسی سچا ہی کی اسی طرح عزت کر سکتی ہے۔“

معلوم ہوتا ہے کہ اپنے لشکر کا اٹل جاتے ہوئے چلیزخان کو یہ خیال بھی آیا کہ اسی جنگ سے وہ دزدلو
کوئی نہ ہو گئے گا۔ ایک خوبصورت جنگ میں منصور کے دوستوں کے ایک ادب سے جھڈ کے قریب سے گزرتے ہوئے



پر پیٹیا (انہیں جن کے بیٹے دلہن کو ملا۔ اس کا خون ایسا کھو کر تلوار کھینچ کے تھام کر اٹھ چلا گیا۔
اس کی تکیا راجہ جیوی نے اسے رک لی۔
”لول“

شہزادی مول نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا:
”خدا مدد کرتے ہوئے ہیں۔ ان پر خدا کا شاندار ملائی کے خلاف ہے۔
لالہ جی نے خدا کی نظر میں باپ کے پاس بھجوا دیا۔ اس کے باپ انہیں جتنے فیضان کو جواب دیں
پیشام بھجوا دیا:

”پیر میں ہو گا جو تم نے آج تک نہیں دیکھا وہ اب دیکھو گے۔
مفتاح خدا فیضان کے پاس پہنچا تو گھبرا ہوا تھا۔
کیا بات ہے؟“

جنتا فیضان نے پوچھا:
”تو گھبرا ہوا کیوں ہے؟“
”یہ تلوار انہوں اور بہتروں سے نہیں، اور ہے بتا لیگے تانا!“

خدا مدد سے جواب دیا:
”تلوار کے اندر اس قدر سامان جنگ اور سامان خورد و نوش ہے کہ ایک سال تک تلوار والوں کو کھیر کر
مرد مت ہو گا۔“

جنتا فیضان نے پوچھا:
”فوج کتنی ہے تلوار میں۔“

”فوج بڑی ہے۔“
”اوہ۔“ جنتا فیضان جھٹکا گیا:

”اس نے جواب میں کیا کہا ہے؟“
”اس نے کہا ہے:

”نہ ملے اہل جنت کا پیشام دہرایا:
”کرم دی ہو گا جو تم نے آج تک نہیں دیکھا اور جو نہیں دیکھا وہ اب دیکھو گے۔“
جنتا فیضان کے قریب ہی ایک کھادڑی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے فصر میں آگے کھادڑی اٹھا کر اور در در

ایک گھوڑے پر کھینچ داری۔

کھادڑی گھوڑے کے پیٹ میں جالھسی اور وہ کھنٹ زمیں سے اچھل کر پھر اسی گار کہ دو بارہ مریں
نہ اٹھا سکا۔

جنتا کے پاس اس وقت ۲۰ ہزار کمانڈر تھے اور خدا کے کہنے کے مطابق تلوار کے اندر میں اس کے برابر
فوج موجود تھی۔ اس نے سچا اور دونوں لشکار کے حکمرانے ہمار ۲۰ ہزار کا وہ لشکر جس اس کے پاس پہنچ سکا
جو پیچھے آ کر تھا۔

جنتا فیضان اس دن تلوار پر حملے سے باز رہا۔

داتا و ازرا کے چاروں طرف ملوں کے افلاں اٹھے۔ اس سے اتنی روشنی پھیلی کہ دور دور تک دکھائی
دیے گا۔ ملوں نصف شب تک شہاب پیتے، لگنے سننے اور اڑ ہو جاتے۔ یہ پھر افلاں کے گرد لیٹ کر لیٹ کر
سو گئے۔

ابھی رات ختم ہوئے میں ایک پیر باقی تھا کہ مثل شکر پر سیسے قیامت ٹوٹ پڑی۔ انہیں جنتے تلوار کے ٹکڑے
۲۰ ہزار مردوں کے ساتھ شب خون مارا تھا۔

شب خون اس قدر زبردستی کہ سنبھلے سنبھلے وہی ہزار سے زیادہ مار گئے اور جب تک وہ گھوڑوں
پر سوار ہوئے انہیں جنتا دایم جا چکا تھا۔
ملوں کے لیے یہ نیا تجربہ تھا۔

وہ سوچ بھی نہ کئے تھے کہ ان پر شب خون مارا جا سکتا ہے جبکہ وہ خود شب خون مارتے اور آباؤ اجداد کو تہذیباً
کڑوا لیتے تھے۔

جنتا فیضان کو بتایا گیا کہ اس شب خون میں کس کے دس ہزار دی مارے گئے؟ اس کا خون کھول اٹھا اس نے
بھائی سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ سچے جنتا ہی اتنا بڑا چاروں طرف سے لینا کرنا ہے۔

سچے جنتا فیضان کا جانے ایک بار نہ تھا دیکھا۔

ازرا شکر انھیں کے چاروں طرف چارہ دے دے تھے۔ یہ تمام دروازے کھل گئے اور اندر سے زہر جیسی
میداب باہر آئے گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان باہر آئے والے زہر جیوی نے صفیں درست کیں اور پھر صفوں کا اثر

ایشل جن کو اپنے بڑا دوستی ادا دل جن کو اپنے اسوں کے مارے جانے کا بہت افسوس ہوا۔ لیکن جنگ میں یہ سب تو بڑا ہی ہے۔
 تیسری شب کے شب فون کے لیے فال جن نے خود کو پیش کیا لیکن ایشل جن نے مزید شب فون مارنے کا حکم نہ دیا۔
 "تم جانتے ہو کہ ان دو دنوں اور دو راتوں میں کیا ہوا؟" ایشل جن نے اپنے بیٹے اور دوسرے سرداروں کو مخاطب کیا۔

سب نے حیرانی سے اس کا منہ دیکھا۔

"میں جانتا ہوں۔"

ایشل جن نے کہا:

"ہم نے مشکل کے میں بڑا کڑی مار ڈالے۔"

آزادی میں ہزاروں مشکل کے نقلی جبر سس کو خوش ہونے لگے کہ "نفسا" لگنے ان کی خوشی پر پانی بہہ رہا۔

فال جن نے بے چین ہو کر پوچھا:

"کھانا کھا ہوا یا؟"

"مشکل کے میں ہزار مارے گئے انہیں تیس ہزار لکھ بیچ گئی۔"

ایشل جن نے غصے سے جھٹکے ہوئے بیچ میں بتایا:

"بھاری نقد دیا، کس ہزار کی ہو گئی جو کہیں پوری نہ ہو گئی۔"

آزادی میں پناہ مانگا۔

ایشل جن نے انہیں جواب دیا۔

"ہم جانتے ہیں کہ باری تعداد میں روز بروز کمی ہوتی ہے۔"

اس نے ایک نرا سے کھنڈ دیا:

"بھروسہ وقت آگے کا کہنا کہ آزادی ہاری تعداد انگلیوں پر گنی جاسکے گی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جلد مار دیں۔ ہم جنگ جیتنے کی حالت میں نہیں ہیں۔ ہمیں تو دشمن کے زیادہ سے زیادہ لشکر کو آزادی میں الجھانے رکھنا اور انہیں ہتھیار نہ دینا۔"

یاد رکھو۔ آزاد مشکل کے سبیل پر وہ بندہ جو ٹوٹ گیا تو خوار دم کے بڑے بڑے شراسیلو بھی

پیش قدمی شروع کر دی۔

مشل ان کے دلوں کو ہکا بکا کھڑے دیکھ رہے تھے۔

ایک ایک میں جن فون سے واسطہ پڑا تھا تو انہیں دیکھ کر یہی حال کھڑی ہوتی تھیں مگر یہ دلی تو خود

ان پر چڑھے آ رہے تھے۔

مشل جلدی بھی سوار ہو کر ان کا لڑی بڑے۔ بھروسہ دینی شکوہ ایک دوسرے سے بھر گئے۔ وہ گھسان کا نڈ پڑا

کہ الامان والی تھی!

مشل سپاہیوں کے پاس عاکو سے کھلاڑے تھے۔ وہ کھلاڑا اٹھاتے اور مارنے کو بڑھتے تو آزادی سوار

پھر قے سے ان کا پشت اور پیٹ میں اپنی ہتھوڑیاں مار دیتے۔

اٹا کھا جیسے وہ بڑبڑکھتی رہی، مشکل نے کوشش کی کہ شرمیلے سے باہر نہ آئے، والوں کو بیٹھا کر کہہ گئے

میں نے میں مگر شرمیلے سے باہر نہ آئے، والوں کا کوتاہی تھا ہوا تھا۔ وہ بڑبڑکھتی رہی اور اندر والے

مصلحت سے باہر آ رہے۔

دوہرہ دلی تو خوار نے غصے سے کہہ گئے والے بڑی تیزی سے دلی شرمیلے سے باہر نہ آئے، والوں کو بیٹھا کر کہہ گئے

سپاہیوں سے یہی کہ ان کا کھانا نہیں نقصان نہیں ہو رہا۔

آخر وہ کچھ ہتھ پٹتے شرمیلے سے باہر نہ آئے، والوں کو بیٹھا کر کہہ گئے، باوجود ان کے ساتھ شرمیلے

میں داخل نہ ہو سکے۔

رات کے شب فون اور دن کی جنگ میں انہیں کس کس ہزار مارے گئے۔ مشکل کو شب فون میں زیادہ نقصان

اٹنا پڑا کہ دن کی جنگ میں مقابلہ برابر ہی رہا تھا۔

دوسری رات بھی ہزاروں فون ہتھوڑیاں مار رہی تھیں مگر نصف شب کے بعد آزاد والوں نے مشرق اور مغرب کے

دروازے کھول کر پھر شب فون مارا لیکن مشل بجلی شب کا طرح ہو کر داخل نہ آئے اس لیے آج ان کا نقصان

بست کم ہوا۔

اس دوسرے شب فون کی مالاری ایشل جن کے مارے کی قیاد یک وقت شرمیلوں اور تیر انداز تھا۔

وہ اس تیزی سے شرمیلے کو مار رہی تھی کہ ان کی پیٹیاں ہتھوڑیاں مار رہی تھیں مگر وہ جاتا جاتا ایک جگہ وہ مشکل میں

گیر گیا۔

اس نے شرمیلے کے بہترین جوہر دکھائے مشکل کو خوار کھلاڑی اس کے دلی

نشانے پر ایسی چڑی کہ پورا اٹھ نشانے سے جدا ہو گئی اٹھتے ہوئے مشکل نے اس کا تھمہ کر دیا۔

دائیں کرلیا۔

اس وقت مغلوں نے شدید مزاحمت کی اور تقریباً دو ہزار انفرادی اس کو شش بھیا کام کرتے۔ انہیں جنوش
تھاکر دو ہزار کے نقصان پہلے دس ہزار کی لگائی گئی۔

لگے۔ صاحب مزاج کی یہ ایک ایسی بات تھی کہ یہ عزت و تکرار سے شہر کی حالت ابتر و کجی تو
اس نے لا رہی تھی کہ وہ بدشاہ ہو گیا۔

”خزانہ دے، شہر کی حالت بہت خراب ہے۔ مغلوں کو کچھ دے دے تاکہ کچھ پیاسے۔“

دال کو بچھ دیا۔

”قراب!“

اس نے تیز تندہی سے جواب دیا:

”تھیں لگ بھلے، میں بھیگا ہے، اس لئے کہ میں نہیں۔ ہم تھیں ملے ایک لاکھوں کا سبب
روکے ہوئے ہیں اور تم تھیں بچا کا شہرہ دے رہے ہو۔“

”خزانہ دے بہادر۔ میں تو آپ اور شہر والوں کی بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں۔“

قراب اب بھی اپنا ہات پر اڑا ہوا تھا:

”مہم اب عزت دے، میں تو خود مسئلہ سے جا کر گفتگو کروں۔“

”ہرگز نہیں۔“

الان ہی نے اسے ڈانٹ دیا:

”حکایت بات اب زبان پر نہیں آتی چلیے۔ مسئلہ حاکم کے دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتے۔ اپنی زندگیاں
ان کے اٹھتے دینے کے بجائے مردانہ وار دربار جان دینا یا وہ بھرتے رہے۔“

لگے۔ بد ذہن صاحب ترابہ نے غدار کی۔

ایک رات اس نے شہر والوں کے شہر سے شہر کا ایک دروازہ کھول دیا اور مسلخ بچر ملک کے شہر پہنچا
ہو گئے۔

انہی دنوں صاحب مزاج کی غدار کی بھڑائی تو وہ اٹھانے لگا۔ اس کے پاس اب بھی ۱۰ ہزار کا لشکر تھا وہ
لشکر کے ساتھ شہر سے نکلی کہ قلعہ میں منتقل ہوئی اور اب جنگ فیصلہ خیر سے فیصلہ تلک کی آن پہنچی۔

آٹھ سال ہر دو ہزار لوگوں کے جوہر ہو گئے مگر روز ان کی تعداد میں کچھ نہ کچھ کی ہوجاتی۔ پھر ریل جی کا
دوسرا لاجنگ میں کام آیا؟۔ اس کے ۵ سالے تھے۔ ایک ایک کر کے وہ تمام شہید ہو گئے۔

دوبہا میں گئے۔ یہ جائیں گے۔ ہیں ایسی آسری تمام ملک انہیں روکے رکھتا ہے۔

دوسرے دن سے انہی دنوں نے ماضی جنگ شہر کا روایا۔

ادھر بھائی خان کو امید تھی کہ انفرادی کے چونکہ گرد ہو گئے ہیں اس لیے اب جلد ہی ان پر قابو پایا جائے
گا۔ چنانچہ مغلوں نے اپنے جتنوں کر دیے۔

ان کے گرد بار بار فوجیں اور چھوٹی چھوٹی فوجیں مارتی تھیں مانت کی جھڑپوں میں جیتنے جیتنے
پہنچا تھا خان نے تمام جیتنے ان کے گرد اور چھوٹی چھوٹی فوجیں لڑا دیں اور شہر پر پھر مارتا شہر کو دیے پھر
ایسی تیزی سے رستے کیسے مار رہی ہیں۔

دو جیتے۔

تین جیتے

پورا ایک صبح لڑائی لگ مغلوں سے اب تک شہر کی فوجیں بھی نہ ٹوٹ سکی تھیں۔ وہ جیتوں کی بارش کے دوران
فیصلہ شہر کا تھا۔ بڑے لڑائی میں سے ایسی تیزی سے شہر کی لڑائی میں تیزی سے وہ ان پر تیسرے
برساتے تھے۔

فوجیں پر دو تین مردوں کے دوش بدهن کھڑی تھیں۔ وہ شہر اندر ایک تیروں سے بھرے تڑکشی پہنچا
رہیں تھیں کچھ تو بچے تیرا نڈا لڑا کے جہم و کھار دی تھیں۔

اس کے باوجود، وہ انہی کی جنگ کے بعد جب انہی لڑائی کے متعلق لڑائی کی جاتی تو وہ پانچ سو سے ایک
ہزار تک ہوجاتی تھی۔

اسی طرح مرنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی مگر انہی کے حوصلے بلند تھے اور وہ جی جان سے مغلوں کا
مقابلہ کر رہے تھے۔

دوسرا صبح لڑائی لگ

مذاہر ہوئی شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ فیصلہ شہر جنگ کے شکست ہو جانے کے باوجود اب بھی مغلوں کو
روکے ہوئے تھے۔

اسی صبح کے دوران انہی لڑائی لڑا ایک اور اتفاق ہو گیا۔

وہ شہر اندر جلال الدین کو کسی طرح شہر پہنچ گئی کہ شہر کی اس ہی ہزار فوج نے انہی کو گیر لیا ہے
اس نے فوراً دس ہزار کا لشکر سلطان کے صاحب خیر کے لشکر کو لگا دیا۔ انہی انہی روایا کو دیا۔

پھر پھر انہی دنوں کو بھی لڑائی تھی۔ اس نے ایک رات شہر کا ایک دروازہ کھول کر صاحب قراب کی لاکھ کوششیں

پھر ایک شب لالہ جن کی باری بچی اور بی ٹی کی دامن فیصلہ کی مخالفت کرتے ہوئے شدید زخمی ہوئی۔
جب ہونے سے پہلے ختم ہو گئی۔

انہار کے عاصرو کو پانچواں سینہ تھا کہ ایک وہی ایک ایک انیل جن کا ہری بیٹا لالہ جن سر پر تینوں کا ایک
بھائی بھتیجے سے ختم ہو گیا۔ اسی دن انیل جن کی بوی بھی دشمن پر تیر برسانی ہوئی خود میں ایک سٹل کے تیر
کا قاتل ہو گئی۔

انہار کی ساتھ شہر ہزار کی فوج تھیں گئے مرن، ۷۰۔ افراد پر عدد ہو گئی تھی فیصلہ بگڑے سے ڈوٹ ہو گئی
تھی۔ سٹو قلعہ کے اندر داخل ہو گئے تھے لکھ جواں مراد انیل جن اپنے شہزادہ جن کے گھر سے بن کر انھوں پر چڑھ
برسا رہا تھا۔

دشمن اور فوج برباد ہو گیا۔

انیل جن کے ماقبولہ نے اسے دیکھ کر ایک برج میں بند کر دیا۔ اس کے سب سے اب ایک کر کے اپنے آٹا
بجڑ بانی ہو گئے۔

چنانچہ خانہ نے برج کے پاس پہنچ کر بچہ کی کھنکھائی کی۔

"انیل جن باہر آ جاؤ۔ تماری جان بخشی کر دی جاوے گی؟"

اس کے جواب میں انھوں نے برج کے ایک سوراخ سے تیر پھینکا۔ جس سے اسی مکان کی ایک سے پتھر کو
ایسا شٹو لگا کہ پتھر تیر کی طرح اچھل کر چنانچہ خانہ کے گھر سے پر جا کر لڑا۔ اسی کی آغوش پر چکا کر دے انیل جن نے
کو فکس ہو چھوڑی تھی۔

انیل جن نے باہر گئے سے انکار کر دیا۔

برج کو پتھر پڑے سے ٹوٹا گیا۔ پھر کئی آدمیوں نے اندر کود کر انیل جن کو تباہ کیا۔ اس نے آخری وقت میں
معاذت باری رحیمی۔ پھر چنانچہ خانہ نے اس کے من میں ایک اور کانون میں پانچ پتھر پڑا دیا۔

انیل جن شدید ہو گیا۔

اس کا ناک آگے تک زندہ ہے۔

زندہ باہر نکل جاتا۔ زندہ باد انہار!

۱۔ ایک

۲۔ اکتو

۳۔ تھائی

حاکم بھانسی کے خنوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ تلخ ہند ہو گیا۔ خنوں نے عاصرو کے جنگ بھتیجن۔ مسلم
قلعہ دار ایٹھا سے دو دن تک جڑی بہت سے مخالفت کی مگر تیسرے روز بہت مارا گیا اور اس نے تلخ کے تمام
دروازے کھول دیے۔

خنوں نے قلعہ کی فیصلہ کرادی۔ آبادی کو تباہ کیا۔ بیشتر آدمی قتل کر دیے اور مرن جواؤں کو قتل کر
بنا لیا گیا۔

تیرہ جواؤں سے من ایک کام بھی لیتے تھے کہ جب کسی جگہ مخالفت ہوتی تو یہ خود بھی مرتے اور ان
تیرہوں کو اس کو دے کر مقابلے پر کھڑا کر دیتے۔ اس طرح دو دن لڑنے سے مسلمان لڑتے مرتے اور من کھڑے

ہو کہ تماشہ دیکھتے۔

شہر والے پہلے ہی خوفزدہ تھے، انہوں نے فوراً اطاعت قبول کر لی۔

نئی مخلوق کے سوا نہ ایک شرط پر درگاہ کا عدد کیا کہ شریعت ضروری سامان سانس لے جائیں یا نہ شریعت میں رہنے دیں۔

یہیں رہنے دیں۔

یہ احمدیہ کی گائت کہ مغلوں کی روایتی رسم کے مطابق ایسے موقع پر نہی کو خوش کرنے کے لیے لوٹ مار کا اجازت دی جاتی تھی۔

اجازت دی جان قلم۔

مرتا کیا نہ کہ نہ شہزادوں نے یہ ظالمہ نہ دیکھ سکی کہ لاکھ احتیاط کے طور پر چنگیز خان کو بیچ میں ڈالنا فوج اسی نور میں سوجا تھا۔

ابھی نور میں موعود تھا۔

اس نے جواب دے کہ تو شیخ کی لگہ یہ حکم بھی دے دیا کہ اہل بانیہ شہر سے ایک سال کے داخلات، فوج کی رسد اور اسلحہ کے لئے پیشگی وصولی کو لے جائیں۔

اسلمہ کے بے مشگرم

شہر والوں نے تمام شہر اڑا پردی کر کے شہر کو بجالیا۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ:

خوشے بد را ہانہ ب پار

برسی طبعیت طرح طرح کے بہانے تراش لیتی ہے!

خانہ مکمل ہے اپنے خاکہ کرداروں کو کچھ بدلائنا کہ اس وقت تک آئے زبوجو جب تک تیس یہ رفیق نہ جو حائے
کو نہ دارا بخت پر بادشاہی بسل نہیں رہے۔ پھر، اپنے ہی حکم کی خلاف ورزی کیے نہ آئے۔ دارا کی شہزادی انہو نکلی
نہیں جو تیس، انہو نہ تھے لغزہ کے آئے ٹھوکان؟

فیسبلیم موجود نہیں۔ انہیں ڈھانٹے بغیر وہ کیسے آگے بڑھ جاتا؟

[illegible]

رکھ دیا ہے۔

چنانچہ ماہ محرم ۶۱۷ ہجری مطابق تاریخ ۱۲۲۰ میں مغلوں کا لشکر گیسو خان کی کان میں ایک بار پھر ہٹا کر اسے مٹانے پہنچ گیا اور جیسو خان کا خیمہ بالکل تبقہ کے مٹانے لگا گیا۔

سامنے پہنچ گیا اور حنیف خان کا زخمہ بالکل نفعہ کے سامنے لگا یا گیا۔

ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ یہ سب سے بڑا عیب ہے کہ انسان اپنے لیے کسی اور کی تعریف کرے اور اس کی تعریف میں اس کی کمزوریاں اور عیوب کو چھپا کر دیکھائے۔

”قلم سے نکل کر مغلوں پر شب خون مارا۔“

جلیغزخان کو کبھی طرح اس کی اطلاع نہ تھی۔ اس نے نورؔ شکوہ قلعہ کے گرد دیکھیں گے کہ وہاں پہنچ دیا۔ جب

196-2

میں پہلے جان کر چلی ہوں کہ میرا جیچہ بیکہ بیگمستان میں ہے۔ مغل سربراہوں کو مختلف اخلافت میں روزانہ کرنے کے بعد غوغلا کا کئی شے کے لیے ہر دن پرانہ تختہ جیچہ خوب و معاف ذوق میں بیٹھا تھا۔ ادا ہے تاکہ مسلمان صاحب اہل شکر کے پاس ان غنم سے بھرا کر ان جنگ کے دیگر اطاعت قبول کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا۔ مسلمان صاحب نے خانہ غنم کا بیجا اہل شکر کو بیٹھا یا۔ انہوں نے تمام مشینوں کا اور بیفیلہ ہوا کہ اس وقت سے بہتر ہے کہ راکر جائیں۔

ذلت سے بستر ہے کہ رطوبت مر جائے۔

اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی ہوا کہ سب سے پہلے یہ ذلت آمیز بیجا لالچے والے کاغذات کروا جائیں۔ اس کی بجائے کھراج مسلمان عابد کو ملے جو فوراً ایک اونچی جگہ کھڑا ہو اور اس نے اپنی شہر کریمیا لپکا:

کی جہک لمی طرح مسلمان عابد کو شے لکھی وہ فوراً ایک اوجھی جگہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنی تہ کو مخالف کیا:

نہایت! میں اگرچہ جلّ نانِ اعظم کا نام نہ ہوں مگر تاریخی طور پر مسلمان ہوں اور بحیثیت مسلمان تمہیں مستزید دیتا ہوں کہ جنگ کے بجائے اخلاقی قبول کرو۔

دیتا ہوں کہ جنگ کے بجائے اعلیٰ قبول کرو۔

میں دیکھ کر تباہوں کہ اگر تم نے احاطت قبول کر لی تو میرا خانہ معظم سے صفا فراق کر کے تمہاری جان و مال کا زیاں نہ ہونے دوں گا۔

زیاں نہ ہونے دوں گا۔

شہر لوہے نے پھر خود غوغا کیا اور طے پایا کہ ایک سو نو خان اعظم کے پاس جلتے اور اہل شہر کا طعن سے اگات کا اظہار کرے۔

کا اظہار کر رہے ہیں۔

دود خان غلام کے پاس پہنچا۔ چنگیز خان نے خوشدیدی کا اظہار کیا اور دستور کے مطابق سواڑوں کو بیچ میں بھرنے لگا۔

جبری نہ پایا۔

جو کہ شہر لوگوں کو ماحضاتی دیدی گئی تھی اس لیے خانہ بظلم نے اس شہر کا نام خانہ طبع یعنی خوش قسمت شہر رکھ دیا اور بغیر شہر میں داخل ہوئے بخارا کی ذیلی بستی نور کی طرف چلا گیا۔

دکھ دیا اور بغیر سہریں داخل ہوئے بھارالی دی بی جی لودی طرف چلا گیا۔

اس کے بعد جو کچھ پیش آ رہا اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ خان مظہر کا بڑا شک ہے کہ آیا تھا وہ جب مشر کے قریب پہنچا تو اس نے ہاتھوں میں داخل ہو کے درخت کاٹے۔ ان کے خون سے سیر حیاں نائیں اور گوڑوں پر

کے مزید پہنچا کر اعلیٰ

شہر والے سمجھ کر خنایہ کو کوئی کار دال دے۔ انمول نے کوئی تعرض نہ کیا۔ جب یہ دواں کھجور کے قریب پہنچے تو

الحمد لله

شہر والوں کو اصل صورت حال کا علم ہوا۔ شہر والے بھی بھاگ بھاگ کے قلعہ میں داخل ہو گئے اور قلعے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

امام کے بعد حسب دستور پہلے ناسخ صحیح لکھا کہ اگر اہل شریعت قبول کر لیں تو انہیں عاف کیا جاسکتا ہے

قلعہ والے شیخوں نے مارنے باہر نکلے تو کچھ گاہکوں سے لکڑی کا ٹکڑا پر ٹوٹ پڑے اور محو میں انیس گاہکوں کی طرح کاٹ کے رکھ دیا۔

ابن شہر خان نے ہاتھ جوڑے، انور نے فوراً ایک دھچکیز خان کی خدمت میں بھیجا کہ ہر حرکت کو جان لیں۔ اسے اپنے لیے کسی گڑھا کا گڑھا بننے کے لیے تیار رہیں۔ ان کی صفائی دی جائے۔

چنگیز خان نے صفائی کو دیکھ کر غصے میں گھوٹ تھا۔ اس نے دفتر سے کہا: ہم شہر کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ شہر کے دروازے کو لے دیے جائیں۔

کسی میں اس کا کوئی اثر نہ رہا۔ شہر خان کے دروازے کو لے دیے گئے۔ چنگیز خان اپنے سرداروں کے ساتھ شہر کی طرف بڑھ کر گئے۔ ہاتھ جوڑے پر پہنچا تو گھوڑا رک کر رہا تھا۔

کیا یہ سلطان کا محل ہے؟

میں خان اعظم!

لوگوں نے حیرت دیا:

یہ ہم مسلمانوں کی مسجد ہے۔ عبادت گاہ!

اس پر چنگیز خان گرجا کر بولا:

میں ان کی انصاف سے گھوڑوں کے چارے والے کا انتظار کیا جاوے؟

حکیم کی زبانوں کی گستاخانہ محو میں مسجد کے منبر پر نکلے ڈیڑھ گائے۔ مسجد کے کچھ پتوں میں لوگوں سے باہر دے دیے گئے۔

الطافیوں سے دیکھا کہ ان کی کھجک دیکھ کر لوگوں نے انہوں کی جگہ استعمال کیا جانے لگا۔

میں ان کے تالوں سے خود کو گھوڑوں کے ماسٹین تصور کریں!

چنگیز خان نے دوسرا حکم دیا:

اس باب میں دراصل بھی کوئی بڑا سختی نہیں کی جائے گی!

لوگوں نے سرداروں کو ملو اور منتظر رہیں۔ جو مسجد کے چوروں میں مبتلا تھے چنانچہ ان لوگوں سے ماسٹین کا کام لیا جانے لگا۔ صفائی میں پیشتر شہر میں اور لوگوں نے گھسے گئے۔ چھ مہینوں میں یہ طریقہ عبادت گاہ شہر خازمین تبدیل ہو گئی۔

چنگیز خان مسجد سے عید گاہ کی طرف بڑھا۔ شہر خان کا ایک اچھا اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ عید گاہ پہنچے کہ وہ

ایک ادبی لکھ کر ہوا۔

اسے اپنی بکرا۔

اس نے غصے سے بولے کہا:

میں ان کو لے کر دوں۔ میں خدا کی قسم اسے اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تمہارے "ابو" کی سزا میں تم کو دوں۔ اگر تم ایسا جان کی خبر چاہتے تو اپنا مال و دولت میرے سپاہیوں کے حوالے کر دو!

ابو کا راتے مان چلنے کے لیے اس کے اس حکم کا بھی نہیں کیا اور اس کے ماننے والے دولت کے وسیعہ کا دیے۔

چنگیز خان کو بھی نہیں نہ آیا۔

اس نے حکم دیا: قلعہ میں جو رہنے کوئی ہیں انہیں قلعہ سے نکال دیا جائے۔

مکان سے رکھ کر وہیں گھر لوگ ہوں مگر انہیں گھر چھوڑ کر نکال دیا جائے۔ بس اس بات پر وہ بھڑک اٹھا۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ وہ شہر کو بڑا کرنے پر تیار تھا۔ اور ہاتھ ڈھونڈ رہا ہے۔ چنانچہ اس بنا پر کہ سپاہیوں کو قلعہ سے نہیں

نکالا گیا اس نے شہر میں آگ لگوا دی۔

جامعہ مسجد کے علاوہ شہر کی بیشتر عمارتیں بھڑکی کی تھیں۔ آگ بھڑکی انہوں کے شعلے آسمان سے تیر کر گئے۔ شہر میں تین دن آگ بھڑکی اور پورا شہر خاکستر ہو گیا۔

حاکم قلعہ نے یہ حال دیکھا تو اسے قلعہ والے میرے تھے انہوں کے قلعہ بند ہو گیا۔ کئی روز تک سخت لڑائی ہوئی رہی۔ اس میں بے شمار ہمارے گئے۔ چھ کچھ کو دوچار ہمارے قلعہ میں داخل ہوئے۔ حاکم قلعہ کو گرفتار کیا گیا اور

چنگیز خان نے حاکم قلعہ کو اس کے مایوسانہ سمیت قتل کر دیا۔

پھر اس نے تو شہر کا ایک کھانا حاکم بنا دیا اور جو قلعہ کی طرف روانہ ہو گیا!

چنگیز خان کی جاکھ سے سلطان نے اپنے ماہ کو لے کر بھیج دیا۔ ایک لاکھ ۲۰ ہزار کا نیکر ہر قلعہ کی صفات پر مامور کیا۔ جو قلعہ کی ممانعت کے اختیارات کا تھے اس لیے ابی شر اور فوج کے حوالے ملے تھے۔

چنگیز خان نے اس وقت تکالے تخت اس قدر فری ہوئی کہ برباد ہو کر صفائی اور قلعہ والوں کو نصیوں سے دیکھنے پنا بد نظر آئی یہ آئی نظر آتے تھے۔

چلیگز خان نے شہ کے سامنے ایک اونچے بکھرے پر جس کا نام کوک مرانے تھا، اپنا خیمہ نصب کرایا۔ پھر مدعو کے مورچوں اور خندق کے بازو کے لیے سوار ہوا۔

چلیگز خان کو معلوم ہوا کہ سلطان کو خادم شاہ دیہاں سے جا چکا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے دوست درواریا اور سیدھا کو اس کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔

میر قندک کا نگہدار اب خان تھا اور اس کے پاس اہل خانہ اور بالاخان جیسے خلیجہ بامدار موجود تھے۔ یہ دونوں سردار اپنے دوست کے ساتھ شہ کے اتر مغربی پر تھک رہے تھے۔

ان کا احساس تھا کہ شہ کے مغلوں کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ انہیں جگہ جگہ ہوتی رہی اور دور دور ملک کے لوگ کھلی کر گرتے رہے۔

دوسرے دن چلیگز خان نے شہ کے گمان خود مستعدا کو اتر قند پر پھر پور حملہ کیا۔ اہل شہ نے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کیا مگر اس قدر جہم تھا کہ وہ ایک کوارنے تو اس کا جگہ و کس پہنچتے۔ چنانچہ وہ مارتے مارتے اور لڑنے کا تھک گئے۔

جب شہ کوئی قوت شہ کے لوگوں میں بدولت پسلی گئی۔ کچھ لوگ اس بات پر آمادہ ہوئے کہ مغلوں سے سنا گشت کر کے جلتے مگر پوشش مندوں نے اس کا مخالفت کیا۔ انہیں اہل عمار کا انجام معلوم تھا۔

باوجود یہ جذبہ عسکرانہ راز گرم تھا۔ سلطان اور سردار کی ہمتی و تدبیریں سمجھتے ہوئے تھے کہ شیخ الاسلام، غازی شہزاد اور چند دوسرے لوگ جیسے جیسے چلیگز خان کے پاس پہنچے۔

چلیگز خان نے ان کی پذیرائی کی۔ اعانت کی حکومت میں عام سامانی کا وعدہ کیا۔ پس اس رات بھر مٹاشاکے بعد شہ کے دروازے کھول دیے گئے۔

مغل لشکر شہ میں داخل ہو گیا۔ مغلوں نے سب سے پہلے دفاعی مورچے توڑ دیے۔ پھر فیصلی شہر سوار کردی اور لوٹ کر گئے۔

چلیگز خان نے سنا کہ غیاث علی خان نے اہل خانہ کے ساتھ خانہ والوں کے علاوہ تمام شہریوں کو قتل کرا دیا اور حسب روایت دھڑے شکن ثابت ہوا۔

نگہدار اب خان نے دیکھا کہ اب بچے کی کوئی امید نہیں تو اس نے تو کھش میں پتھر پور کیے۔ ایک اٹھویں "لٹواری۔ دوسری ٹمرا کر میں لٹا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے اتر دے کہ تیر کی طرح قتل کے دروازے سے نکلا۔

مغل جو اسے پہنچتے تھے۔ انہوں نے "لٹا۔ پھر کئی عدا میں لکھن۔ مغل سواروں کی طرف بڑھے۔ دیکھ

اہل خانہ گھوڑا اڑاتا اور اپنے کئے والوں کو رانہ کشتا ایسا لگتا کہ مغل سواروں کی گرد کو بھی نہ پہنچے۔ اب خان نے سیدھا خان کو کالے یا کہا مسلمان کی لشکر میں موجود تھا۔

دوسرے دن نگہدار ایک دوپار میں گرا دی گئی۔ تقریباً ایک ہزار مسلمانوں نے جھانک کے خانہ خانیں بنادیں مگر مغلوں نے انہیں جان دیا اور سید کو کالے گا دی جس سے تمام لڑکیوں کو مار دیا۔

تقدیم میں تیس ہزار سپاہی تھے جن میں زیادہ تعداد کوڑوں کی ادائیگی تھی تھے۔ وہ سب اپنے سردار پر نشانہ عیت لیے دوڑنے لگے۔ قتل کر دیے گئے۔

مغلوں نے اپنے خود مسلمان قاتلانہ قتل جفا دی اور اہل قند کو ساتھ لیا اور قیدی اہل شہ کو اس شرط پر جان کی امان دی کہ وہ دروازہ ۲۷ لاکھ دینار لگان دیں گے۔

یہ بہت مائیے قند کو دیکھ کر کھلے پے:

اس شہر کے اطراف میں میں میں میں ملک باغ، چمن اور گشتا میں ہیں۔ نہریں ہیں۔
پستے ہوئے چیتے ہیں۔ حوض ہیں۔ تالاب ہیں۔ اس میں ایک شہر ہے۔ پھر قند پڑا ہے۔
مکھن تھا ہے۔

چلیگز خان اور غلام شاہ میں اب تک براہ راست جنگ نہیں ہوئی تھی۔ اسے معلوم ہوا کہ غلام شاہ شہر چھوڑ کے کسٹار کے لنگہ پہنچے تو اس نے فیضان اور جو باقی اس کے نیچے چلا دیا اور حکم دیا:

"غلام شاہ وہاں کے پھر میں بھیجے اس کا پرچہ کرا دے اور اسے زندہ یا مردہ میرے پاس روانہ کر دے۔ جو شہر وہاں سے گھوڑوں انہیں تباہ نہ کرے گا۔"

شہر والے کے متفق اس نے یہ حکم تو دیا مگر:

"جو شہر وہاں سے گھوڑوں انہیں تباہ نہ کرے گا۔"

لیکن اس کی عملی شکل یہ تھی کہ خود اس نے بھانجا اور میر قند کو سامانی کا اعلان کرنے کے باوجود تباہ کر دیا تھا۔ پھر اس کے سواروں کے کھانکے پر دیا کہ:

اب کیفیت یہ تھی کہ غلام شاہ کے لگے لشکر بے ہوا گ۔ اٹھا اور اس کے تعاقب میں چلیگز خان کے سردار نے خلیفہ شہر میں قتل کر دیا کہ:

میں نے یہ دیکھ کر کہ میں نے یہ دیکھا کہ غلام شاہ کے لگے لشکر بے ہوا گ۔ اٹھا اور اس کے تعاقب میں چلیگز خان کے سردار نے خلیفہ شہر میں قتل کر دیا کہ:

خوارزم شاہ مہر قدس سے جنوب کی طرف تلخ پہنچا جو افغانستان کے کساروں کے برسرے پر واقع ہے۔ وہاں سے اس نے جنوب کا رخ کیا اور ایران سرزمینوں سے ہوتا ہوا نیشاپور پہنچا۔ اپنی دانست میں وہ منلوں کو ۵۵۰ میں پیچھے چھوڑ گیا تھا۔

اگر خوارزم شاہ اپنے ہوائی دریچے جلال الدین غور کا شاہ کا مشورہ مان لیتا تو اسے اس طرح در بدر کی خاک کیسی نہ چھانا پڑتی مگر اس کا منہ اور ہٹ دھرمی اسے مسلسل دلیل کر رہی تھی اور وہ غرور و ہرن کی طرح منلوں سے چھٹا ہوتا ہوا تھا۔



جی تو زبان اور سر بدائی نہ در پائے جیوں میں گھوڑے تیرا کسے پار کیا اور تلخ پہنچے۔ وہاں انیس منلوں ہوا کہ خوارزم شاہ مغرب کی طرف چلا گیا ہے۔ انوں نے بھی سزا کا رخ کیا۔ خوارزم شاہ کے آگے کے تین ہفتے بعد وہ نیشاپور پہنچا مگر خوارزم شاہ منلوں کی آگ کا سکر شکار کے ہانے وہاں سے بھی جا چکا تھا۔

انوں نے پھر شکار کا راستہ سوچا اور قافلے کے اس راستے پر ہوئے جو بحر خزر کے کنارے جاتا تھا۔ وہاں انوں نے جد بدطران کے قریب میں سبزا پرا پانی قوۃ کو قافلے کے بعد شکست دی۔ یہاں سے یہ دونوں منلوں سالو الگ الگ ہو گئے۔

کچھ دن تک انیس مغرور خوارزم شاہ کا کوئی تہ نہ چلا سکا۔ سو بدائی ہمارے شمال کے ہماڑی سلاطین گھس گیا اور بھی زبان جو ہمیں ہشت تک کے کنارے کا رہے چل پڑا۔ یہ علاء خوارزم شاہ کی سلطنت کا مدد سے باہر تھا۔

اس دوران خوارزم شاہ نے اپنے نرم اور نرم کو کسی تھا انا اسلام کی طرف بھیج دیا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

بغداد میں وہی طریقہ تھا جسے اس نے خلافت سے شام و قافا اور ابودھام کی پناہ میں جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ بدستور سے اس دوران اس کے حکم اور آواز نے پر منلوں نے قنبر کر یا مگر خوارزم شاہ پھر بچ نکلا اور دلاست بدل کر سہلان پہنچا۔

مہمان کے قریب ایسا ملک ہی تھا اس کے پیچھے خود رہتے۔ انمول نے خواہ مخواہ کے بہت سے مایوسوں کا ساتھ کر دیا۔ خواہ مخواہ شاہ برہم پوتی تیرے لیے گھر اسے کوئی چھانتا نہ تھا اس لیے وہ بچ کو بیکر کو غور کی طرف بٹھا۔ اس کی اس بدولت سے اس کے بعض ترک متھے اس سے باقاعدہ نفرت کرنے لگے تھے۔
خوارز شاہ نے بھی یہ محسوس کر لیا تھا کہ اہلکے سامنے اس سے باغی دکھائی دینے لگے ہیں اس لیے اس خیال سے کہ کہیں وہ رات میں اس کا خاتمہ کر دیں اس نے اپنے خاص خیمے کے باغی رات ایک اور چیمے میں گزارا۔ صبح کو جب اس نے اپنا اصل خیمہ دیکھا تو وہ تیروں سے چھلپتا تھا۔

دور کا غور منوں کا خاص لشکر جو بیگز خان کی سربراہی میں کان شہر اور شہر یوں کو بڑا دھاکسٹر کرنا ہوا پہلا جہاز تھا اس نے منکان کو ہم کے نئے شہرے بابر کے۔
سمرقند اور بادشاہ العبد میں اپنے قدموں کے بعد بیگز خان نے اپنے تین بیٹوں کو خواہ مخواہ کے تعاقب اور فتح پر مامور کیا۔ ان کے ناکیب تھے؛
قوشی خان
جنتا قی خان
انسان خان

و انہوں نے کچھ بیگز خان کے جہاز پیٹے تھے؛

چچ خان، جنتا قی خان، اوزدان خان، تولی خان۔

لیکن یہ خواہ مخواہ شاہی بھی بیگز خان نے خواہ مخواہ پر چلے گئے جو بیٹوں کو مامور تھا ان کے ناکیب اوقاف اور جنتا قی بھی ہیں۔ یہی جہاز کے اعدائی کو آگاہی اور تولی کو قوشی خان کی ماموریت تھی۔
خواہ مخواہ کا دارالسلطنت شہر خوارزم داریا کے حوض کے مندرجہ کارے پر واقع تھا عرب اس کو جربانیہ اور

خوارزم کے مقام باشندے اسے "گولج" کہتے تھے۔

اس وقت وہیں خوارزم شاہ کے بیٹوں میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا البتہ قطعی قبیلہ کا ایک سردار خاتکین وجود تھا، جو خوارزم شاہ کا والدہ زکات خان کا کاشتر دار تھا۔

اس نے کچھ انداز انگریز کے اہل المیائیں شہر نے جادو میں بھی غیبت جانا اور اسے اپنا سلطان بنا کر منوں کے

اہل پر کمر بستہ ہو گئے۔

ایک دن کچھ منوں کے سفارت میں دیکھے گئے جو پیشوا اہلکے رہے باہر تھے برہم پوتی نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔ یہ کچھ کھلڑا کر بھاگ رہے ہیں انوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا جبکہ منوں کی یہ چال تھی۔ انوں نے اپنے فوجی حکمت میں بھاگ گئے تھے۔

جب تمام تیرے دیکھنا کہ اندر بیٹے تو انوں نے حکمت سے نکل کر ان پر حملہ کر دیا اور جنگ چڑھائی۔ شہر نے اڑھائی گھر لگے تھے مگر انوں نے سخت دافعت کی اور شاہ اہلکے رشتہ ہے۔ انہیں ہار ہوئے وہ واپس آ گئے۔ ان کے نو کچھ منوں بھی بیس بلی کر گئے۔

رات بھر تو انہیں شرارت کی بہت نہ ہوئی اور یہ کہنے کو کہہ دیں دیکھ رہے مگر صبح کا ان منوں نے غصے کی ایک روانہ پر حملہ کر دیا۔

خبر دوری ملی ایک سردار اس دروازے کا کھانا تھا۔ اس نے بڑی مہادری سے حملہ پس پا کر دیا اور بہت سے غلام مار گئے۔

تیسرے دن بھی بیگز خان کے دوڑوں بیٹے جنتا قی خان اور تولی خان اپنے ہار سے شکوہ میں دکان سینچے اور اپنے حکمت پر غیبتیں لگا کر شہر والوں کو خیاں سمجھا؛

میرزا رحمت سے باز آ جاؤ

شہر کے دروازے کھول دو۔

و دھڑلے کی آہیں اُپکرنے کان نہرا منوں کو یہ ٹکڑا سیکھ کر خواہ مخواہ شہر کے نزدیک جنتیوں کے لیے چتر موجود تھے۔ اہلکے لیے انہیں بہت دور سے چٹا کر دیں مگر ہر کے پتھر لے پڑتے تب غیبتیں کام کرتیں۔

دوسری طرف اب شہر جان توڑ کے زحمت کر رہے تھے۔

منوں نے چتروں کے دھونے کا ایک توڑ بہ نکالا کہ شہر کے گرد شہوت کے دھونے کے چمکے ہیں موجود تھے۔ انوں نے نہ دھت کاٹتے اور نہ ایم بیڑا لے دیے بلکہ ہار پر مامور۔

پھر ان دنوں کے چھوٹے چھوٹے گھر کے اہلکے انوں نے چتروں کے ساتھ شہر میں بیسکا مشرک کر دیے شہر والے بھی بہت ہی بہت نہ مارے اور کھانگرتے رہے۔

منوں نے شہر پر ہلکے لگے بیسکا مشرک کر دیے۔ اسے ایک دو جگہ آگ لگائی مانیوں نے سوچا کہ اگر بڑا شہر جوں کی تو آہیں مال غنیمت نہ لے گا اس لیے انوں نے آگ لگنے کو لے بیسکا بند کر دیے۔

منوں نے خود تیرہ بیسکا کھور یا میں پتھر ڈال کر ان کا رخ شہر کی طرف کر دیا تاکہ انہیں ٹوٹ جائیں اور اب شہر

مرحمت ختم کروں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بت سے متل زوجین کو فیصل پر چڑھا کر اپنا جندرا دیکھ لیا اور اپنا ہار توڑ
کے جوصلے پست ہو جائیں۔

اس پر بھی مشغولے باز نہ ہوئے۔ وہ متلون کو فیصل سے دیکھ کر خود بھی فیصل کے باہر لڑ گئے اور متلون کو بسپا
کر ناسرو کا کر دیا۔

یہ دراصل متلون کی بھلائی تھی۔ وہ مشروانو کو فیصل سے باہر لانا چاہتے تھے اور اس میں وہ کامیاب رہے تھے۔ جب
خواندی فیصل سے کافی دور لڑنے پھرتے آتے تھے تو متلون نے انہیں گھیر لیا۔

اب انہیں پریشانی کا لہر دوہ بار دوں طرف سے گریس میں آگے بڑھنے لگا۔ جتنا دور لڑنے کے سوا کوئی چال نہ تھا۔ پھر
اس مشرخیوں اور اس کے باشندوں کا بھی وہیں حال چا جو دوسرے شہروں کا رہا تھا۔

جو انوں اور اب انی جن کو عموماً دھڑوں کو قسم کر لیا گیا۔ بچوں کو ظلم کیا گیا اور باقی تمام لوگوں کو نالاکہ
میں غلام کر لیا گیا۔

اس کے بعد بیگز نمانے دو مقامات پر فوج نکلی:

۱۔ بلخ

۲۔ طاشقان

دونوں جگہوں کے لوگوں نے سہمٹا کر ڈالنے سے انکار کر دیا کہ ہر دھڑوں میں ان کی موت تھی اسی لیے ہر
شہر نے جو انوں سے لڑتے ہوئے جانا دی۔

متلون کو بھی یہی حالت کافی افسانہ بن گئی۔ یہاں بھی جو انوں اور اب انی جن کو عموماً دھڑوں کو قسم کر لیا گیا۔ بچوں کو ظلم کیا گیا اور باقی تمام
لوگوں کو نالاکہ میں غلام کر لیا گیا۔

جے جائے اور وہاں اس وقت تک قیام کیجیے۔ جب تک نہزادہ عیال الدین یا نالاکہ جھک کے آپ کو دیکھ نہیں آجائے۔
خواند شاہ نے شاید زندگی میں پہلی بار کسی کے گھر پر چل گیا۔ چنداں صلہ ادا نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت کے

مجر اور جزیرہ خزر کے کنارے ایک چھوٹی سی قلعہ میں بیٹھا۔

یہ ایک چھوٹا سا قلعہ تھا جہاں زیادہ تر پھر سے اور کچھ بڑے تاجر پیشہ لوگ رہتے تھے۔ خواند شاہ یہاں
کئی عرصہ پرستیدہ ہو گیا تھا۔ شاید وہ اس کے بارے میں شاید کچھ مقررہ کرنا پسند کر لیا تھا۔

اب خواند شاہ کے پاس دکن کی لڑائی لڑنے لگے اور وہاں شان و شوکت گراں کیلے ہیں۔ طبیعت نے اسے
پہلے ہی سے زیادہ فکرمند کر کے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے بلانے لگا اور بہت جلد ہی رات لگ گیا کہ وہ کوئی بے اور

کیوں وہاں مقرر ہوا ہے

یقیناً ایک کچھ بھی ہے۔ خواند شاہ کے اہل حق شاید کچھ کوئی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے جلد ہی اہل متلون کو اس

کا بخیر کر دیا۔

متلون اس وقت قزوین میں ایک ایرانی شاہ کو شکست دے چکے تھے اور اب ہاڑوں میں خواند شاہ کو شکست
کر رہے تھے۔

خبر سننے سے ہی انہیں خواند شاہ کا پتہ ٹھکانا بتا دیا۔ اس وقت اپنے گھر سے جگہ لے پھروں کا بستی
میں پہنچ گئے۔

گھر۔ خدا نے شاید خواند شاہ کو صحت کر دیا تھا اور وہ متلون کے اہل حق سے مزید ذلیل نہیں کرنا چاہتا تھا
جس میں حق اس قسم میں ہے جہاں خواند شاہ مقیم تھا تو وہ اس وقت ایک لشکر جن بیٹھ کے کنارے سے وہاں پہنچا تھا۔

جگہ کا تھا۔

یقیناً وہاں نے شاید ہی لکھا کہ:

”وہ سامنے کشتی میں خواند شاہ جا رہے۔“

متلون سوار ہوئے اور دھڑت ہانک کر آوازیں لگاتے اپنے گھر سے سامنے کے کنارے اصرے اصرے اور اصرے
ادھر سے جگہ لگاتے رہے۔ بعض متلون نے سمندر میں تیرا بازی بھی لکھ کر تیروں کی زد سے باہر جا چکے تھے۔ پھر

دوسرے متلون کو اب طیش آیا کہ انہوں نے گھر سے پھر سے خود میں ڈال دیے اور کشتی کا قاتل کر گئے
باقی میں گھروں کا کشتی کی پہنچنا ممکن تھا۔ جبکہ باقی لکھنے کے لیے ایک مسجد میں کھڑا ہوا گیا۔ اس نے دیکھ

کر کہ دشمن خواند شاہ کو بھیجے گا تو کشتی کو کشتی کر رہے ہیں۔ کشتی کی رفتار بڑھادی اور خواند شاہ کو متلون سے
بچانے لگا۔

جب تک گھوڑوں اور ان کے سواروں میں طاقت رہی تب تک حق میں دین تیرتے رہے پھر وہ غوطہ کھانے لگے اور ایک ایک کے غرقاب ہو گئے۔
 ساحل پر موجود سولوں نے پھر دیکھی کہ تیرا تیش کر دیا اس لیے کہ ان لوگوں نے خوارزم شاہ کا خبر ان کو پہلے کیوں نہ دی تھی؟
 حق اگرچہ خوارزم شاہ کو نہ پہنچ سکے مگر ان کے تعاقب کے خوف اور اپنی جان بچانے کی بلکہ اہم شہقت نے فائدہ شاہ کا کام تمام کر دیا۔

پر دنیا فانی اور مسلح سکی لے لے ہمارا کر دیا تھا۔ صلح کیے اس کے پاس تھا کچھ نہیں۔ جب اپنے دور کے عظیم سلطان خوارزم شاہ نے انسان کی تکلیفیت یہ حق کہ اسے کئی بھائی سبب نہ ہوا۔ اس کے ایک ہمدرد نے اپنی قیقت تار کر اس کی لاش کو اس میں پھینکا اور دفن کر دیا۔
 خوارزم شاہ کی یہ کہ موت تھا کچھ نہ ہے۔ سچ ہے:

”اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے!“

میرا ناگاہک نہ ہو گیا ہے۔

حق شہنشاہ ہا بر کی بی بی شہنشاہ ہا یوں کی بہن اور کبرا و عظمیٰ کی بھی بہن۔
 چچکیر خان میرا بددعا تھا۔ وہ شہنشاہ ہا در تھا آٹا ہی سفاک بھی تھا۔ اگرچہ اس نے مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنت خوارزم کا خاکہ کر دیا مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیے کہ مسلمان، مغلوں کے مقابل میں خدا کا مستحق ذی حق ہے۔ پھر نہیں مسلمان بھی اتنے ہی باور تھے جتنے حق شہنشاہ تھے اس لیے خوارزم کی سلطنت کی تباہی کی ذمہ داری مسلمان لشکر پر نہیں ڈال جاسکتی بلکہ اس کا اصل وجہ صرف اور صرف خوارزم شاہ کا عوامی حکمت عملی تھی۔
 خوارزم شاہ نے مغلوں کے غلط پرنے سے پہلے بہت سی ناش غلطیاں کی تھیں جن کا تذکرہ وہ جان و سے کر بھی نہ کر سکا۔

ان میں میر فرغت علی خلیفہ بغداد سے بلا وجہ کی مخالفت ہے۔

اس نے خلیفہ بغداد کو حوصلہ دے کر کہ نہ صرف عام مسلمانوں کی دل آزاری کی بلکہ خلیفہ نے اس کے جواب میں بھی کچھ کو خوارزم شاہ پر حملہ کرنے کی، اور خواست کی، اگرچہ اسے اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔

خوارزم شاہ کی دوسری بڑی غلطی سلطنت کے اصل ولی محمد بن ابدال الدین کو ولی محمدی سے عرصہ بھر ناخفا جس کا کوئی جواز نہ تھا۔

تیسری بڑی غلطی اس نے یہ کہ اپنے چار لاکھ کے لشکر کو تقسیم کر دیا۔ اس سے اس کی مرکزی قوت ختم ہو گئی۔

نے ان سب کاٹ کر رکھ دیا۔

اب غلو نے حقیقتاً دس دروں میں پانچوں کو کاٹ کر راستہ بنایا اور کندہ برعظمیٰ پہنچے دو دروازے سے گزرے۔

پھر وہ خال کو حلوں پر پہنچے تو ان سے مخاطب کے لیے تین جاکے صفائے کرتے،

۱۔ الان

۲۔ چرگی

۳۔ جہان

ان کی تعداد حلوں سے کہیں زیادہ تھی۔ واکر بھی کوئی راستہ نہ تھا۔ اس وقت سربانی ہمارے برسی اور مشیاری سے ان کا مومن کے درمیان حائل ہو کر تباہی کیلئے الان اور چرگی سے انگڑیا۔

خون کے حق چند ستمند تھیں کیا کہیں ان کے کھارے دسے کھارے باقیوں نے گراہ لیا تو سمرلان اور چرگی قبل پر حملہ کر دیا تو وہی دور میں یہاں نکلے۔

پھر وہ تباہیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ الان اور چرگی کی انگٹ دیکھ کر جیتی جیتی نکلتے۔ غلو نے ان کا مجبور کر کے بارنگ سے مجھے پوٹے میاؤں تک تعاقب کیا اور انہیں شمال کے دسی ستمزادوں کی زمینوں میں دیکھ کر دیا۔

اس کے بعد انہیں اپنے دروازے سے ہمارے دوسے کا سامنا کرنا پڑا۔ تقریباً ہزار درسی جنگجو، جو کھیت اور دوسرے دوران کے علاقوں سے آئے گاں جمع ہوئے تھے دریائے نیچے کے خانہ بدوشوں سے جنگ کرتے تھے۔

یہ درسی ستمزادوں کا ایک الگ مخصوص قہر۔ ان کے ایک الگ معاشرے اور وہ اپنے سرداروں کے اہمیت جنگ کرتے تھیں۔ سربانی کی طرح ان کا کسی ایک کے چارے تھے۔

غلوں کو ان سے جنگ شروع ہوئی اور مسلسل ٹوٹنے لگے جاری رہی مثل ہر روز سپاہیوں کو قہر ڈاسا دیتے پٹ پٹ جاتے تھے اور درسی فوجیں کچھ آگے بڑھ آتی تھیں۔

یہ سب غلوں کی ایک جملہ تھی۔ وہ درسیوں کو اس تمام لانا چاہتے تھے جس تمام کو انہوں نے جنگ کے لیے منتخب کیا تھا۔

چنانچہ اس مختصر تمام پر دور دورہ جنگ شدید جنگ ہوئی اس وقت بہت جنگ میں کین کا ستمزاد، جو اپنے فوج کی کان کر دیا تھا لایا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے درسی مار گئے۔ باقی شمال کی طرف بھاگ گئے۔

چنگیز خان نے بھی زبان اور سربانی ہمارے سلطان خانہ کی گرفتاری پر مانور کیا تھا مگر انہیں یہ نہ معلوم ہو سکا تھا کہ سربانی کو کبھی وہ اپنی ہی مملکت اور اپنے ہی عزیز سے کسی کوٹنے میں پیشہ کیلئے دفن ہو چکا ہے۔

انہوں نے سلطنت بخارا میں کھنڈے خوافوں کو لوٹ کر بہت سالوں میں جمع کیا۔ اس عمل دزدوں کو سلطان کے حکم کے بیشتر افراد کے ساتھ انہوں نے چنگیز خان کی خدمت میں روانہ کر دیا اور قاصد کے ساتھ یہ مختصر مایہ ناز بھی ارسال کر دیا کہ:

”خارا میں شاہ کشتی میں بیڑے کے مشرق کی طرف گیا ہے۔“

سربانی ہمارے مجبور کے پاس ہفت ہوش چلا گیا جو دس دریاں گزارا تھا، اس نے اراکیا کا شمال کی طرف بلند کر کے اور سمندر کا چکر لگا کر کچھ خارا میں شاہ کو جا لے۔

اس نے ایک قاصد کو مقرر کیا۔ چنگیز خان سے اس سفر کی اجازت طلب کی۔ چنگیز خان نے عرض کیا ہے اجازت دی بلکہ اجازت کی طاقت کو مضبوط کرنے کے لیے تین ہزار تیرکانوں کی ایک بھی روانہ کر دیا۔ جبکہ سربانی خود بھی گودوں کو چھٹی کر کے اپنی فوج کو مضبوط کر رہا تھا۔

سربانی کی شکوک و شبہوں کو کے ان شروع کی طرف دنا ہوا جہاں سے خارا میں شاہ کا تھا قاصد کہتے ہوئے وہ گزرا تو ان کو تھکا ہوا مضبوط کر سکا تھا۔ چنانچہ اب اس نے ان شروع کا حصار کو کے ان پر تھپڑ کیا۔ پھر ان کو تھکا ہوا بنا کر اس نے شمال کا رخ کیا اور مقررہ زمین داخل ہوا۔

حقیقتاً یہی علاقہ ہے جسے ہم کوہ قاف کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں مشور ہے کہ دال پر پان اور دلو رہتے ہیں۔

دراصل یہ علاقہ درجستان کا ایک ہے۔ یہاں کی عورتیں بے اختیار جھوٹ ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے اسے پرستان بھی کہا جاتا ہے۔

سربانی اور چرگی نے ان درجستان پر چکر کیا۔ غلو اور ہمارے جنگجوؤں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے دوران میں چوٹان اس غلوں کی ایک جانب پر مشیہ ہو گیا جو غلوں کی طرف جاتے تھے اور سربانی نے اپنی پرانی جال کے مطابق سپاہیوں کو تھکا کر دیا۔

ہلاں درجستان اس کی کیا کونہ گھر کے اور سپاہیوں نے دالوں کو دبانے ہوئے آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام پر آگے جانا سربانی نے اپنے آگے چلا کر گئے۔

ان چپے ہوئے غلوں نے اپنا ایک دلچسپ سے درجستان یوں پر چکر دیا کہ ان کی تعداد پانچ ہزار کے قریب تھی غلوں

منزلوں نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔

سودا گی بہادر اسی ذیابان پیر اپنے مٹی کے ایک تے وہ دور در در یک پیکر لگاتے گئے خرم کے ملاتے ہیں داخل ہوتے اور بیچوالی ایک فیصل بند تھانہ لکھی کر شیر کیا۔

اب وہ دریائے شبر کو پار کر کے یورپ پر حملہ آور ہوئے کارا کراہے تھے کہ ان کے پاس بیگمیر خان کا ایک تانا صہ بنی۔

تعب یہ ہے کہ بیگمیر خان مشرق میں ان سے دو ہزار میل دور تھا لیکن اسے تمام ملوں کے دریائے سودا گی اور بھی ذیابان کی نقل و حرکت کا خبر مسلسل ملتی تھی۔

خفی الخ کا حکم تھا،

”مشرق میں میرے پاس بیچ کر کینڈہ کے لیے احکامات حاصل کرو۔“

دونوں راہ فرار ہی واپس ہوئے۔ راستے میں بھی ذیابان مر گیا۔ اس کے باوجود داخل فوج نے چلنے پلٹنے دیا والے کے کار سے آدھار یوں پر حملہ کر کے انہیں تاراج کر ڈالا۔

یہ عجیب و غریب بیگمیر تھی۔

انسانی شہسوار کی اس قدر طویل فیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ عجیب کام دوسروں کے کئے تھے جہینو غرضی قوت برداشت ظاہر ہوں جو اور انہیں اپنی طاقت پر بھی متوہ ہو۔ ایسا بھی نہیں سنایا کہ مشرق سے ایک سرگدے خود چلا گیا ہو۔ وہ بحر زرد کے دور در در ملک و دنا گیا ہو اس لیے راستے میں انسانوں کو قیامت دنا دیا ہو پھر زندہ و سلامت ایلانیہ کے ساتھ اپنے، ایک کے پاس واپس آ گیا ہو اور اس مارے قتلے میں صرف ۲ سال لگے ہوں۔

ان درمل رستوں کے ساتھ ملک خفا و چین کے سما اور انگریز اور روسی بیانی بھی تھے اور مسلمان تاجر بھی۔ ان کے ساتھ ایک جینی مال اور ایک بار مٹی یا دوسری چیز جو خوں کو پھس کے سناٹا تھا۔ ان لوگوں نے راستے کے تمام کھات، دریاؤں، پہاڑوں، جھیلوں، انسانوں، جانوروں اور پھولوں وغیرہ کا تفصیل حال قلم بند کیا تھا۔

چند سال بعد سودا گی بہادر نے اس خفا سے جلد سے وہ واپس بار آ تھا ایک بار پھر اپنا آگے کا سفر جاری رکھا۔

مسلمان خوارزم شاہ کی موت اور اس کے بعد جوں کے خوں کے ختایہ میں شہید ہونے کے بعد مسلمان عایا ایرانی خزاروں اور سیدوں کے جھنڈے تلے جمع ہو رہی تھی۔

بیگمیر خان یہ سب دیکھ کر اٹھا ادا سے علم تھا کہ اب نذر آرائی کا وقت آ رہا ہے۔ اس کا اندازہ شکر شہید دوسروں کا شکر اس سے متبادل کر کے کرٹھنے والا ہے تاہم اسی اس شکر کا کوئی ایک سپہ سالار نہ تھا اور یہ لشکر بھی اس دور میں جس سے زیادہ مسلمانوں میں کھل پڑا تھا۔

یورپی کے دوسرے سال مثل شکر جھگڑا دوبارہ و تانوں میں ایک کواکر ۲ ہزار سے زیادہ زخمی، انگریزوں کا سردار ایدہ قوت اور اقلیتی کا عیال بادشاہ اسے اجازت کے برخلاف تان کے پاؤں کے اسس پار چلا چکے تھے۔

خفا پور تان جو ارجون میں بسے زیادہ قابل اعتماد تھا، بیٹا چلے کر کے حاکم سے میرا نام آچکا تھا۔ مقتول بہا چین میں اس کی نیا تکرار لٹھا۔ ارجون کی تعداد خاص گھٹ چکی تھی۔

بھی ذیابان مرجھا تھا۔

بیگمیر خان نے سودا گی کو ختم کرنے کے لیے دو مغرب سے ملک کا قتلہ تو یوں کم میں تانہ عظمیٰ کے پاس بچا بیٹھا۔ کچھ دور علاج ختم سے ہوئے۔ پھر سودا گی اپنے لشکر میں واپس چلا گیا۔

بیگمیر خان کا مزاج بدل چکا تھا۔ خوارزم زادوں کے گھمے کے حاکم کے دوران اس کے بڑے بیٹے جو بیجان اور چیتان خان میں ختم گیارہویں تھی۔

اس کا حال اس طرح میں کیا ہے کہ خوں نے حکمران کے حاکم سے میں قیدی کر ڈیئے تھے۔ ان کی ٹھیکیں کن کر وہ انہیں مرقہ قتلے گئے۔ ان دنوں ابلیس کے کچل کر خوں نے ذغال کے طور پر استعمال کیا اور ان کے بیچے خود فیصل پر حملہ کیا۔

ان قیدیوں سے فیصل کے گدہ زبردستی خفا صردان گئی پھر فیصلوں کے پیچھے گیس کھدوائیں گئیں اور اور گچے کے ٹکڑوں کو خوں نے درختان سے آگ لگا کر کرکیا کی شکر کے اندر مسلمانوں نے گلی کوچوں میں خوں کا مقابلہ کیا۔ شکر کا گدہ کے درمیان داخل ہو کر ڈھیر لگ گئے۔

مقتول پھر بھی شہر میں داخل ہو گئے۔

اب آخوند نے ان قیدیوں کو دیا ہے آخو پر بند باندھنے پر لگایا یہ دریا اور گچے کے ساتھ رہتا تھا۔ بسند باندھنے اس کا راج بدل گیا اور دیار شہر کی طرف کھم گیا۔ اس طرح خوں دیا کے دوز پر شہر کو داخل ہوئے۔ یوں

کولان نے صاف انکار کر دیا اور بول:
”ہرگز کو نہیں۔ اگر کسی نے میرے ہم کو ساتھ لٹائے گا کہ شش کی تو میں اسے بھی مار دوں گی اور اپنی بھی جان لے لوں گی۔“

مختصر درار کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کولان نے کہا:
”بچے خانہ کے دو بہرہ بخش کر دو۔“
خانہ اطم کے نام پر مندراسم گیا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ اسے ایک دست فوج کے ساتھ خانہ اطم کے پاس بھیج دے گا۔

جوں جیسا کہ خانہ اطم جو خانہ کولان کی گرفتاری کی خبر مل گھوڑے دوڑاتے ہوئے واپس آئے۔
ایک منزل واپس کا سفر انہوں نے جلد تیزی سے طے کیا۔ پھر جوہنی ان دونوں کی نظر شہزادی کولان پر پڑی تو ان کے دل میں بھی لگدگی پیدا ہوئی۔

ایک بار پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف تلواریں کھینچنے لگے کھڑے ہو گئے۔

”تم دونوں مجھے حاصل نہیں کر سکتے۔“

کولان نے خاموشی جنگ پر آمادہ دیکھا تو بڑے ہوش سے کہا:

”اس لیے تماری لڑائی بیکار ہے۔“

جوہنی خان نے بوجھا:

”جوہنی کی بات ہے جو تم مجھے حاصل نہیں کر سکتے۔“

”تو بہت مزور و مسلم ہو رہے۔“

اب کے چھاتی خان بولا:

”تم نہ ہی لوگوں میں دروڑ دیں گے۔“

شہزادی نے ایک نرازم سے کہا:

”اگر میں یہ نہ کہے کہ تم مجھے حاصل کر سکتے ہو تو تلوار نکالو اور مجھ سے مقابلہ کرو۔“

”تو تم سے مقابلہ کرے گی کیوں؟“

چھاتی نے فقور لگایا:

”کیا تجھے مسلم نہیں کہ ہم جنگ میں بغیر حوالہ کے لڑتے ہیں۔ اگر تو تم سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو تم تلوار مجھ استعمال نہیں کر سکتے۔ تو تلوار بدل سکتے ہو۔ ہم تجھے خدا کا پھونک دیں گے۔“

”شیک ہے۔“

شہزادی کولان بڑے استقلال سے بولی:

”اگر تم مجھے اقبال سے پکڑ لیا تو میں ماراں لوں گی مگر شرط یہ ہے کہ مجھے کھڑے وقت میری تلوار کا کوئی رخ تھا تو میرے ہم چپے نہ پڑے۔ اگر میں نے تم سے زخمی کر دیا تو تمہیں اپنی شکست قبول کر کے مجھے خانہ اطم کے پاس بھجوانا ہوگا۔“

مقابلہ طے ہو گیا۔

شہزادی کولان کی شرط دونوں شہزادوں نے تسلیم کر لی اور طے پایا کہ بغیر اطم کے پہلے چھاتی خان پھر جوہنی خان شہزادی کا مقابلہ کرے گا۔

اس وقت شہزادی کولان نے بوجھا:

”مقابلہ زمین پر ہو گا کہ گھوڑے کی پشت پر؟“

چھاتی اور جوہنی نے بیک وقت جواب دیا:

”جس طرح تو پسند کرے۔“

شہزادی نے گھوڑا طلب کیا اور اس پر سوار ہو کر مقابلہ پر آئی۔ چھاتی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے مقابلہ کو نکلا۔

شہزادی نے کھانسی کچھ کر کے اپنے اور حملہ کا اشارہ کیا۔ چھاتی نے اس کے گرد دیکھ کر لگائے پھر اطم کی طرف توجہ کرنا کہ اس سے اس کی کلائی پکڑنے کی کوشش کر۔

شہزادی شہسوار میں حالت مسلم ہوئی تھی۔ اس نے اس تیزی سے گھوڑا گھمایا کہ چھاتی کا ہاتھ اس کی کلائی میں نہ پہنچ سکا۔

پھر شہزادی نے گھومتے ہوئے تلوار کا ایسا دور کیا کہ چھاتی کی کلائی زخمی ہو گئی اور اس نے غرا کر کر کے ٹھکی کھڑی ہو گئی۔

”اٹاں ہاں مار دھڑل سو رہا۔“

شہزادی نے ہلکا سا فقور لگایا:

”جھاؤ ڈھک پر کھڑی اور اپنی ہاوی اس کا سہا کر دو۔“

چھاتی گھسٹا ہو گیا اور میدان کے ایک طرف ہو گیا۔

اب جوہنی خان مقابلہ پر آیا۔ وہ زیادہ پیر تھا تھا۔ اس نے شہزادی کے گرد گھوڑا اچلتے ہوئے تھپا ہوا اس کی کلائی

پکڑنے کی کوشش کی مگر شہزادی اس کی گرفت میں نہ آئی۔ پھر اس نے پیٹ کر جوہی خان پر وار کیا مگر وہ پھر تھلا
مقل تھلا بار باریک گیا۔

چوتھی مرتبہ مقابلہ ذرا سخت تھا۔

جوہی خان پچھلے کمر بہت تیزی سے حملہ آور ہوا اور شہزادی اس کا رخ غالی و توجہ رہی۔ پھر ایک بار
اس نے شایہ پیش میں کر شہزادی کی لگاؤ کی پکڑنا چاہی۔ شہزادی تو اس کی پکڑ میں نہ آ سکی البتہ اس کے گھوڑے
کی اٹھ پروں پر جوہی خان کے ہاتھ میں لگ گئے۔ اس کی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ گھوڑا ایک آنچ بھی لگے۔ پیچھے
نہ ہوسکا۔

اسی وقت شہزادی نے ذرا سامان کو کمر جوہی خان پر ایسا پھیرا کہ وہ اس کے شانے سے خون کا ٹوارہ ابل
پڑا اور جوہی شہزادہ کو مقل سے الگ ہو گیا۔

لنگر میں بہت سے بزرگ مقل بھی شامل تھے۔ ان میں سے ایک مقل نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا:
"یہ خوبصورت اور چالاک لوگ خانانہ اہم کیسے واقف ہے۔ اسے سخت پہرے میں خانانہ مقل کے پاس
رودادہ کر دیا جائے؟"

"صفت بہرے سے کیا راہ ہے بزرگ خان؟" چغتائی خان نے پوچھا۔
"لوگ کے اتھو بڑھ کے اسے گھوڑے کے ساتھ لے کر دیا جائے۔ پھر اسے پہرے میں بھیجا جائے۔ بزرگ
خان نے جواب دیا۔

یہ سن کر شہزادی چیخ بری:
"تم لوگ مجھے قیدی بنا چاہتے ہو؟"
"قیدی تو نام ہی ہو۔"

بزرگ خان نے شکل سے کہا:
"احتیاطاً تمہیں ہاندہ کے بھیجا جا رہا ہے تاکہ راستے میں کہیں ہانگ نہ جاؤ۔"
شہزادی نے کپڑوں کی کسی نہ تیس بھیجا ہوا چھوٹا سا خنجر نکالنا اور اسے لہراتے ہوئے بولا:

"میں قیدی نہیں نہ ہوں اور نہ ہونگ۔ تمہارے اگر مجھے ہاندہ کے کوشش کی تو میں اس خنجر سے اپنی زندگی
ختم کر دوں گی۔"

جوہی خان نے اس کی سناؤں کی:
"بزرگ خان۔ اسے ہاندہ کے کھڑوت نہیں ہوت پہرے میں بھیجے۔"

چغتائی خان نے جواب دیا:
"میرا بھی یہی خیال ہے یہ جاگے گی نہیں۔"
شہزادی کو لان کو سخت پہرے میں خانانہ مقل کے پاس روانہ کر دیا گیا۔

چنگیز خان مموک اپنی اور سوزہ ہی کا پاس پہنچے اپنے پیچے کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے داخل ہونے پر مموک
بھی موجود تھے۔

شہزادی کو ان کی پکڑی شایہ شان سے گھوڑے پر سوار تھی کہ خانانہ مقل نے اسے دیکھتے ہی پسند کر لیا اور اسے براہ من
نظر سے دیکھتے ہوئے چلا۔

"یہ لڑکی کون ہے اور اسے یہاں کون لایا ہے؟"
"مٹھرو۔۔۔۔۔؟"

شہزادی کے ساتھ آنے والوں میں سے کسی کے جواب دینے سے پہلے ہی خود شہزادی نے لڑکی کو کہا:
"مجھے راکھ سے ڈالا یہ مموک اعلیٰ کی ہے؟"

خانانہ مقل نے ایک جھرجھری سے دل اور اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔ تمام مقل جو وہاں موجود تھے اپنی
اپنی جگہ لاپٹ اٹھے کہ معلوم نہیں اس لڑکی کا کیا ستر ہوگا!

لیکن سب کے اندازے غلط ہو گئے۔ پیگیز خان کی آنکھوں میں ایک عیب طرح کی چمک پیدا ہوئی۔
"اور کھلی؟"

اس نے نرم لہجے میں پوچھا:
"تیرا کیا ہے اور تو کہاں کی بنے والی ہے؟"

منزورہ شہزادی نے لڑکی کو جواب دیا:
"میں مجھے بتایا جسے کہ تم ان کو براہ قیاس میرے ساتھ اس طرح لٹکھو گے کہ احتیاطاً کہنے سے دیا ہے؟"

"لوکی جیتنے سے بات کہ۔"
ایک سردار نے اسے فوراً ڈانٹا:

"یہ ہمارے آواز دھنسنے کے خانانہ مقل پیگیز خان ہیں جن کے نام سے ساری دنیا تھرتھاتی ہے۔"

کہیں گے۔

پھر خان، معلم نے گھر سے ہوتے ہوئے اپنے عاقل خاص سے کہا،
 "ہمارا گھوڑا لایا جاتے۔ ہم شہزادی کا مقابلہ کریں گے۔
 اگرچہ میں پورے حوصلے کے پسند نہیں کرتی۔"

شہزادی کو لانے لگا۔

"مکین خان کو مقابلہ کا وقت ضرور دوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی چوٹی تلوار اٹھائی۔ وہ اگرچہ ٹھیک سے چوری نہیں لیکن اس کی حیثیت نے گوارا دیا کہ
 وہ آرام کے لیے خان، معلم سے وقت مانگے۔

خان، معلم نے ہچکچاہٹ کا وہ حال میں جس سے الگ کر دیا ہوا اس کے سینے اور گردن کی حفاظت کرنا خاصا پیار
 وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور دونوں خان، باغدہ ہوا میں نہرا کر کہا،

"شہزادی! خوشیوں میں رہ کر۔ ایسا نہ ہو تجھے جلے گا اران ہی رہ جائے۔"

"میں نئے آؤں پر حملہ نہیں کیا کرتی۔"

شہزادی کو لانے کے لیے شہنشاہ سے کہا:

"میں اجازت ہے کہ اپنی کوشش شروع کرو۔"

اس کا خیال تھا کہ خان اس کے گرد بیکرنگ کر رکھو گے گا اگر اس کے خیال کے برعکس چنگیز نہیں اپنے گھوڑے کو
 اس کے چکرورہ لگایا۔ یہ گھوڑے کو راڑے کر سبھا خاندانہ کو لان کی کھینچ رہا تھا۔

گھوڑا تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا شہزادی کے قریب پہنچا تو چنگیز خاندانے اس کی راہ میں کھینچ کر اس طرح
 ایڑی سے دھکے دے کر کوئی خندق بنانے کا اشارہ دے دیا ہوا گھوڑا پورے دوسرے درجہ دار شہزادی کو لان
 کے گھوڑے پر چڑھ گیا۔

شہزادی بڑھکائی۔ اس نے خود کو پھانسنے کے لیے گردن بھجوا کر اس سے محسوس ہوا کہ اس کی دھکائی
 مضبوطی سے پکڑ لے جس میں تلوار تھی۔

اس نے باغدہ چڑھائی کی بہت کوشش کی مگر گت آہستہ آہستہ سخت ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کا پورا اناٹہ سخت
 ہو گیا اور تلوار جو کڑی زمین پر گر پڑی۔

چنگیز خاندانے ایک زوردار قہقہہ بلند کیا:

"شہزادی! تم نے حقوں کے آٹا کھینچا یا؟"

"جیسا۔"

شہزادی نے ٹھکانا قہقہہ لگایا:

"تو یہ ہے وہ خان، معلم میں کی جی بٹھنے کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

پھر تھوڑی دیر بعد ڈال کے بولی،

"سونو خان! میرا نکال کر اسے اور اس کے قاتل کی شہزادی ہوں۔ مگر تم مجھے کس طرح شادی کر سکتے ہو

جبکہ تمہارے دو جوان مرد اور مجھے سے پہلے ہی شکست کھا چکے ہیں۔ تم تو توڑے ہو۔ تمہارے قانون میں تو تمہارا
 اٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہوگی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

چنگیز خان نے شہزادی کو لانے والوں سے دریافت کیا:

"کیوں جو انہوں نے اس سے شکست کھا لی ہے؟"

"اس روٹی کو جو جی خان اور چٹا خان دونوں جیتنے اپنے لیے پسند کیا تھا میں، معلم۔"

ایک منٹ سوچنے کے بعد بتایا:

"اس روٹی نے یہ سب ڈھکی کر پیش کیا ہے بغیر حق کھینچنے کے۔ اس سے شادی کرے گی۔ اس کے
 یہ کہنے پر چٹا خان نے اپنی تلوار اٹھ کر دی اور ہر کسی مجبور اسے کھینچنے کی کوشش کی مگر جی ہو گیا۔ پھر
 جی خان نے اسے کھینچنے کی کوشش کی۔ اس روٹی نے اسے بھی زخمی کر دیا۔"

اس پر ہم سب نے فیصلہ کیا کہ یہ روٹی خان، معلم کے ہی قابل ہے۔ اس لیے اسے آپ کے پاس بھیجا
 گیا ہے۔"

کیوں پھر سے خان؟

شہزادی کو لان نے مکر سے ہوتے ہوئے کہا:

"کیا تمہارے قانون میں اتنی طاقت ہے کہ تم میری حق کھینچ کر بھجی کر دو۔"

شہزادی کی اس سکرانٹ کے جواب میں خان، معلم نے اس قدر زوردار درویشیا کی قہقہہ لگایا کہ شہزادی
 بھی تھوڑا روک پڑی۔

مگر آپ نے یہاں شہزادی کیسے ہونے۔

اس سے پہلے کہ حق کی کوئی ختم ہوئے چنگیز خان نے کہا:

"تمہاری صورت اور بات کرنے کا انداز مجھے تمہارے شہزادی ہونے کا ثبوت ہے۔ پس تم قیاس یا یوں نہیں

دوسرے دن طبیب نے احماسے شکایت کی: ”وہ مغنیہ میری عزت مائل نہیں ہوتی۔ اسے حکم دیا جائے کہ وہ“

کیس کا خود پر حملہ الدین بانی شہر فرقہ کے ساتھ متحرک رہتا اور غلوں پر شب بھلی مار کر ان کا غنہ بدلتا تھا
کنتا تھا۔

چیکر خانہ نے اسے گھیرنے کے لیے کئی لشکر روانہ کیا مگر وہ ہلکا سا لڑائی ہرگز نہیں کرتا تھا اس کی گزرت سے نکل جاتا
تو نام نہاد خلیفہ ہرگز سے گھبراتے چلا آ رہا تھا۔ خود حملہ الدین کو اپنا بیٹا اور بیٹا ہوتا تھا وہ اپنے سزہ کے
قرب آ کر پہنچا۔

اسنے اس کے نام میں ایک آواز کا سنسنار کے چیکر خانہ کے نام نہاد ستوں پر حملہ کیا اور کشتی کا اپنے
دستوں کو رو دیا کے کنارے شام سے لگن خانہ نے اس کا درخت قنات کی اڑاس کی فوج کو متحرک کر دیا۔
مغل سردار بلال خان اس پر پورا باؤ ڈال رہا تھا۔ آج کا جب حملہ الدین خوارزم شاہ دریا کے اونچے
گھاٹی ڈوار کی طرف سے پہنچتا تھا اس کو بہت دور سے جاننے والے تھے۔

یہ جان کر خانہ کا دل دھڑکا۔ حملہ الدین خوارزم شاہ ایک گوشہ پر سوار ہوا اپنا زور آگاہی کی اڑ
تھوڑا کان اور زور کھینچ کر دیکھ کر ایک اونچے چٹان سے دیکھ کر تیز دھارے میں گر پڑا اور پرلے کنارے پہر
پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

چیکر خانہ نے گھوڑے کو لڑائی اور میدان جنگ سے ہٹا ہوا دیکھ کے گناہ سے پہچان دیا اسنے میں
نٹ لگے جان سے گھوڑے پر سوار ہوا اسے کو دریا میں کودنے پر مجبور کیا۔

تھوڑی دیر تک وہ خوارزم شاہ کے حملہ الدین کو اپنے گناہ کو دریا سے سنبھال کر تیز دھارے میں کودنے پر مجبور کیا۔
اگشت بدعاں ہو کر اس نے اپنے ساتھ مختصر تعداد حملہ الدین کی تعداد کی۔

خوارزم شاہ نے اپنے دل سے پاپ جھٹکا اٹھا ہوا ہے۔

چیکر خان حملہ الدین خوارزم شاہ کی موت، شہادت اور جادو کا زمانہ دل سے محنت قائم کر رہا ہے اس
خوارزم شاہ کی موت کو زخمی نہیں چھڑا جاتا تھا۔

دو دھارے دنا اس نے اپنے ستمدار بلال خان کو سب ہزار لاکھ دیکھ کر حکم دیا کہ جہاں دیکھا اٹھ کر ہر دھار
سے دریا پار کر کے حملہ الدین کو زخمی ہونے کے لئے۔

بلال خان نے دریا پار کر کے گھبراہٹ میں بلال خان کو مارا اور بلال خان کو مارا۔ گناہ بدعاں دیکھا جائز ہے
کشتی خانے میں نال ہو گیا تھا۔

بلال خان نے دھار کے چیکر خانہ کو تھپا۔

اس تھا کہ گناہ سے آگے جاتے ہیں اور میدان کھانا نہ تو تھا ہے اور زمامت ہوتا ہے۔ حملہ الدین خوارزم شاہ

خوارزم شاہ کا ہے۔

حملہ الدین نے اس کے بعد بھی ستم کے خلاف چلا ہوا بلک جاتا رکھی گواہی کا شہادت ایک آواز دے گا
ہمارے حق میں کا اپنا گون دینا نہ تھا۔

دو دھارے سندھ کے کنارے ہونے والی جنگ آؤں تھی۔ جب یہ جنگ ختم ہوئی تو لڑنے سے ستم کو اپنے دھن
کی یاد تلتا لگی۔

اسنے کہا:

"میرے بیٹوں کو اپنے ستموں میں سے کتنا ہو گا مجھے تو نہیں ہے وہ
چین میں مقول ہوا ہوا تھا۔ گول میں علی شاہ رت ہے پتھر میں ادرجت دیکھا کہ ہر جی تھا۔ (بیاد جاتا)

کی عظمت میں شہادت کی آگ میں کھڑک جی تھا۔
چنانچہ چیکر خان نے ہشتاد کو تاج کیا اور تیزی کے کو پار کر کے گرفتار کیا۔ وہ جو کلام کرنے نکلا تھا

وہ پورا ہو چکا تھا۔

پتھر دانتوں کے دانتوں کے
اب وقت آ گیا ہے کہ قتل و غارت کو ختم کیا جائے۔

چیکر خان نے سب ستموں کو دیا؛
تمام جنگی قیدیوں کو قتل کر دیا تھا۔

اور تمام آئینہ مائل کر دیے گئے!

مسلمان لڑائیوں کی عمر اور اسے جو خواہیں اور ملکات کو قتل کر کے اپنے ساتھ ستموں کو لے جاتا ہے۔
انہیں اجازت دے گا کہ نہ:

"خوارزم شاہ کے بیٹے کو اپنے قتل کر آؤ گا ہر دیکھو گی۔"

ان ستموں اور تو نے جان میں جو ستم سب کر۔ پھر انھوں نے انھوں کے بدلے اور چیکر خان کو قتل کے دل سے
ہر دھارے دنا:

"مگر اسے تجھے جی ایسے دین پیچھا نصیب نہ ہو۔"

یہ دھارے ستموں کے دلی سے لکھی تھی جو راجا بھول ہوئی اور چیکر خان کو اپنے دھن داپس پہنچنے کے نہ لگے کے
بانی دھن داپس کو راجا نصیب نہ ہوا۔

جب اس کا لشکر وہاں کے ایک لگنے جھگ میں پہنچا تو چیکر خان نے دھن داپس کی اور ستم دنا

اس کی سفاکی اور مظلوم سے محفوظ ہو گئی۔

۱۲۶۷ء جو مغلوں کے جوتش کے حساب سے خنزیر کا سال کہلاتا ہے، اس سال میراجد امجد اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے اٹھ گیا۔

ایک اندازہ ہے کہ خان اعظم بیگم خانم جب تتر اترم سے روانہ ہوا تھا تو اس کے ساتھ دو لاکھ خلوں کا لشکر تھا پھر جب وہ خوارزم کے علاقے میں پہنچا تو امیر کے لشکر کی تعداد چار لاکھ ہو چکی تھی۔ مگر جب وہ واپس ہوا تو نصف لشکر یعنی دو لاکھ مغلوں کا ان جنگوں میں خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کا ایک داماد او بیٹا بیٹا جو جی خان بھی اس دوران مر گیا تھا۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے میرے سفاک جد امجد نے اپنی پوری یلغار کے دوران ایک کروڑ آدمیوں کا قتل عام کیا تھا!

